تذکرہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ



تالیف
ابو عاصم غلام حسین ماتریدی

ناشر
مکتبۃ المرتضیٰ

مصطفیٰ منزل ۸۵۔بی بلاک کشمیر کالونی جہلم

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائیل میں فری حاصل کرنے کے لیئے

ٹیلیگرام چینل لنک

https://t.me/tehqiqat

آرکاریو لنک

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بلوگسپوٹ لنک

https://ataunnabi.blogspot.com/?m=1

طالب دعا۔ زوہیب حسن عطاری

نام کتاب:	تذکرہ حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ)
تالیف وترتیب:	ابو عاصم غلام حسین ماتریدی
زیر اہتمام:	قاری محمد غلام مصطفیٰ
کمپوزنگ:	حلیمہ سعدیہ، محمد عبداللہ، محمد مجتبیٰ
کتاب ساز:	سلطانیہ پبلی کیشنز 5448900 321 92 +
سن اشاعت	محرم الحرام ۱۴۳۸ھ اکتوبر ۲۰۱۶ء
صفحات	۲۵۷
تعداد	۵۰۰

خصوصی تعاون: تذکرہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ محترم جناب الحاج شمشیر احمد صاحب (برنلے برطانیہ) کے خصوصی تعاون سے قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔اس سے قبل بھی محترم حاجی صاحب کے تعاون سے تین کتابیں شائع کی گئی ہیں۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ محترم حاجی صاحب کو ایمان وجان ومال اور اولاد کی سلامتی عطا فرمائے اور مولف ومعاونین سب کے لئے صدقہ جاریہ اور نجات کا ذریعہ بنائے آمین۔

رابطہ کے لیے حاجی شمشیر صاحب کا فون نمبر یہ ہے: 00447966226368

ملنے کے پتے

ادارہ رضائے مصطفیٰ، چوک دارالسلام گوجرانوالہ، پاکستان

جامعۃ النور مسجد، آشٹن انڈر لائن، مانچسٹر، برطانیہ

تجوید القرآن اکیڈمی وایٹ فیلڈ کمیونٹی سنٹر، مانچسٹر روڈ، نیلسن

تذکرہ امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی اجمالی فہرست

مضامین	صفحات
حرف آغاز	۱۳
مقدمہ	۱۵
صحابی کی تعریف	۱۵
جنوں کا صحابی ہونا	۱۹
کیا خواب میں زیارت کرنیوالا صحابی ہوگا	۲۰
نابالغ بچوں کی صحابیت	۲۱
کیا جو مرتد ہو جائے اس کی صحابیت باطل ہو جاتی ہے	۲۱
کیا وصال کے بعد تدفین سے قبل دیدار کرنے والا صحابی ہے	۲۲
کیا نزول وحی سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھنے والا صحابی ہے	۲۲
کیا فرشتے صحابہ میں داخل ہیں	۲۲
صحابیت کی معرفت کے طریقے	۲۴
صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی تعداد	۲۵
طبقات صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی تعداد	۲۷
باب اول: عظمت اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (رضی اللہ عنہم)	۲۹
مدارج صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم)	۲۹
خلفاء راشدین کے بعد سب سے افضل اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے	۳۱

صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سچے ایماندار تھے ۳۲
صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) معیار ایمان ہیں ۳۳
دین اسلام صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی وساطت سے ہمیں ملا ہے ۳۵
فضائل صحابہ قرآن وحدیث کی روشنی میں سمجھنا چاہیئے ۳۷
آیت تطہیر ۳۷
آیت تزکیہ ۳۸
السابقون الاولون جنتی ہیں ۳۹
صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) اللہ تعالیٰ کی جماعت ہیں ۴۰
اللہ تعالیٰ کی طرف سے رضامندی ۴۰
سب صحابہ اکرام (رضی اللہ عنہم) کیلئے معافی کا اعلان ۴۲
صحابہ کرام درگزر کرنے ومغفرت طلب کرنے کا حکم ۴۳
سب صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سچے اور کامیاب ہیں ۴۳
سب صحابہ کرام سے مغفرت واجر عظیم اور جنت کا وعدہ کیا گیا ۴۴
صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) رضائے الٰہی کے طلب گار تھے ۴۸
سابقہ آسمانی کتب میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر ۴۹
صحبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ۵۱
امت کے بہترین لوگ (اصحاب رسول ہیں) ۵۵
عدالت صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) ۵۷

صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سچے ایماندار تھے	۳۲
صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) معیار ایمان ہیں	۳۳
دین اسلام صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی وساطت سے ہمیں ملا ہے	۳۵
فضائل صحابہ قرآن وحدیث کی روشنی میں سمجھنا چاہیئے	۳۷
آیت تطہیر	۳۷
آیت تزکیہ	۳۸
السابقون الاولون جنتی ہیں	۳۹
صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) اللہ تعالیٰ کی جماعت ہیں	۴۰
اللہ تعالیٰ کی طرف سے رضامندی	۴۰
سب صحابہ اکرام (رضی اللہ عنہم) کیلئے معافی کا اعلان	۴۲
صحابہ کرام در گزر کرنے و مغفرت طلب کرنے کا حکم	۴۳
سب صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سچے اور کامیاب ہیں	۴۳
سب صحابہ کرام سے مغفرت و اجر عظیم اور جنت کا وعدہ کیا گیا	۴۴
صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) رضائے الٰہی کے طلب گار تھے	۴۸
سابقہ آسمانی کتب میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر	۴۹
صحبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت	۵۱
امت کے بہترین لوگ (اصحاب رسول ہیں)	۵۵
عدالت صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم)	۵۷

عدالت کا معنی ۵۹
صحابہ (رضی اللہ عنہم) کی عدالت میں تفتیش جائز نہیں ۶۲
عدالت صحابہ (رضی اللہ عنہم) پر نکتہ چینی کرنے والے کون لوگ ہیں ۶۶
صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) پر تنقید کرنا جائز نہیں ۶۶
صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سب سے زیادہ خوش نصیب ہیں ۶۹
تابعین، تبع تابعین اور ایمان بالغیب کی فضیلت ۷۰
صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی پیروی موجب نجات ہے ۷۲
خلفاء راشدین سے مراد خلفاء خمسہ ہیں ۷۶
باب دوم: صحابہ واہل بیت کے حقوق کی رعایت کرنا لازمی ہے ۷۸
ذکر صحابہ کرام ذکر اہل بیت عظام ہے ۷۸
صحابہ کرام واہل بیت عظام کی محبت لازم وملزوم ہے ۸۰
صحابہ کرام واہل بیت عظام کی محبت کا فائدہ ۸۱
اسلام کی آثاث حب صحابہ واہل بیت پر ہے ۸۱
صحابہ کرام واہل بیت عظام کا ذکر خیر سے کیا جائے ۸۳
علامہ سید جمال الدین عطاء اللہ حسنی محدث شیرازی کا فرمان ۸۷
مشاجرات صحابہ کے ذکر سے سکوت کرنا چاہیئے ۸۷
مشاجرات صحابہ کا ذکر کرنا حرام ہیں ۹۰
صحابہ (رضی اللہ عنہم) پر زبان درازی کرنے کی حرمت ۹۲

صحابہ کو برا بھلا کہنے والا مستوجب لعنت ہے	۹۴
صحابہ کرام سے بغض اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض ہے	۹۵
صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعظیم وتکریم	۹۷
محدث سید جمال الدین حسنی شیرازی کا ارشاد	۹۸
امام احمد رضا خان بریلوی کا بیان	۹۹
صحابہ کرام کیلئے دعا کرنے کی ترغیب دینے میں حکمت	۱۰۲
امام الہدی ابو منصور محمد ماتریدی کا فرمان	۱۰۲
مردوں کو برا بھلا کہنے کی ممانعت	۱۰۵
اہل سنت کی اعتدال پسندی	۱۰۵
باب سوم: تذکرہ حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ)	۱۰۷
نام ونسب اور خاندان	۱۰۷
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا	۱۰۸
حضرت امیر معاویہ کے بھائی بہنیں	۱۱۰
حضرت امیر معاویہ کے اخلاق وروز وشب کے معمولات	۱۱۰
خلیفہ عبدالملک بن مروان حضرت معاویہ نہ بن سکا	۱۱۴
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات سے عقیدت ومحبت	۱۱۴
حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کا آخری خطبہ	۱۱۷
حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی دعا اور وفات	۱۱۸

حضرت امیر معاویہ کی ازواج واولاد ۱۲۰

حضرت امیر معاویہ کے بیٹے اور بیٹیاں ۱۲۲

باب چہارم: فضائل مناقب حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) ۱۲۳

حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) خاندان قریش سے تھے ۱۲۴

آپ کو شرف صحابیت حاصل جو نبیوں و رسولوں کے بعد سب سے اعلیٰ ہے ۱۲۴

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنت کا وعدہ کیا گیا ہے ۱۲۷

مجاہدین صحابہ کے لئے اجر عظیم ۱۲۷

حضرت معاویہ پر سکینہ کا نزول ۱۲۸

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعائیں کی گئیں ۱۲۸

حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) ھادی و مھدی ہیں ۱۲۹

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو سحری کے کھانے پر بلانا ۱۳۰

حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کیلئے مختاری (سلطنت) کی دعا ۱۳۱

حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہیں ۱۳۲

حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) فقیہ و مجتہد صحابی تھے ۱۳۳

عدم فضیلت کا شبہ اور اس کا ازالہ ۱۳۵

احادیث نبویہ میں تمام صحابہ کے فضائل بیان نہیں ہوئے ۱۳۸

فضائل اور مناقب میں حدیث ضعیف بھی معتبر ہے ۱۴۰

حضرت معاویہ اہل ایمان کے ماموں ہیں ۱۴۱

حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو شیطان کا بیدار کرنا	۱۴۳
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا شیطان کے ساتھ معاملہ	۱۴۵
حضرت امیر معاویہ کاتب وحی تھے	۱۴۷
رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاویہ کو اپنے پیچھے سوار کیا	۱۴۹
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں کے راوی	۱۴۹
آپ ﷺ کی دعاء ضرر بھی امت کے لئے موجب رحمت ہے	۱۵۵
قصر شعر (بال) نبی ﷺ کی فضیلت	۱۵۶
حضرت معاویہؓ نے حضرت کعب بن زہیر کے ورثا سے چادر خرید لینا	۱۵۷
حضرت عبدالرحمن بن عوف (رضی اللہ عنہ) نے کفن کیلئے چادر مانگنا	۱۵۷
حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی فضیلت اور ام حرام کی شہادت	۱۵۸
حضرت ام حرام (رضی اللہ عنہا) کی قبر	۱۶۰
غزوہ قسطنطنیہ میں شرکت کرنیوالوں کے لئے مغفرت کی بشارت	۱۶۱
غزوہ قسطنطنیہ میں حضرت ابوایوب (رضی اللہ عنہ) کی وفات	۱۶۳
حضرت ابوایوب انصاری (رضی اللہ عنہ)	۱۶۴
حضرت ابوایوب (رضی اللہ عنہ) کا مزار پُر انوار مرجع خلائق ہے	۱۶۶
گستاخ حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو سزا دی گئی	۱۶۶
گستاخ امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی	۱۶۷
حضرت معاویہ حضرت علی (رضی اللہ عنہما) کے فضل وکمال کو مانتے تھے	۱۶۷

حضرت علی کی شہادت پر حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہما) کا تأسف ۱۶۸
حضرت امیر معاویہ کا اہل بیت عظام سے حسن سلوک ۱۶۹
شیخ ابوالحسن علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش کا بیان ۱۶۹
حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کا جذبہ صادق ۱۷۲
حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے دشمن کی بارگاہ حیدری سے سزا ۱۷۲
حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کا ذکر خیر سے کرنا چاہیئے ۱۷۴
حضرت امیر معاویہ کا گستاخ جہنمی کتا ہے ۱۷۴
امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ۱۷۴
حضرت امیر معاویہ کی شان میں طعن و تشنیع کا سلسلہ کب سے شروع ہوا ۱۷۶
حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو بُرا کہنا ناپسندیدہ عمل ہے ۱۷۷
علامہ سعد الدین تفتازانی کا جارحانہ کلام ۱۷۷
منکرین کی بدگوئی سے اعراض کریں ۱۷۹
مخلوق کی زبان سے کوئی نہیں بچ سکتا ۱۸۰
حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا مشاہدہ ۱۸۰
بیٹے کی بدعملی کی وجہ سے باپ پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا ۱۸۱
تم سے کسی کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا ۱۸۲
باب پنجم ۱۸۳
حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان اختلاف کی بنیاد ۱۸۳

قصاص دم عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مطالبہ	۱۸۴
اجتہادی اختلاف میں مسلمانوں کے تین گروہ ہو گئے تھے	۱۸۵
اجتہادی اختلاف میں حضرت معاویہ تنہا نہیں تھے	۱۸۵
جنگ جمل اور صفین کی پیشینگوئی	۱۸۶
جنگ جمل	۱۸۶
امام ابوالمعین نسفی کا فرمان	۱۸۸
اختلاف کی وجہ سے عدالت زائل نہیں ہوتی	۱۸۹
جنگ صفین	۱۸۹
آپس میں اجتہادی جنگوں پر ندامت	۱۹۰
جنگ جمل اور جنگ صفین میں لڑنے والے سب مسلمان تھے	۱۹۱
امام المتکلمین ابو منصور محمد ماتریدی کا فرمان	۱۹۳
حدیث حضرت عمار (رضی اللہ عنہ) کا مفہوم	۱۹۴
حدیث عمار میں اضافہ کیا گیا	۱۹۸
حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو باغی کہنا جائز نہیں	۱۹۹
تاریخ کی کتابیں دور بنی عباس میں لکھی گئیں	۲۰۳
سب وشتم کی روایات صحیح نہیں ہیں	۲۰۴
حدیث حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہ) کی تاویل	۲۰۸
سب کا معنیٰ صرف گالیاں ہی نہیں ہوتا	۲۱۰

مشاجرات صحابہ (رضی اللہ عنہم) کی بنیاد خطا اجتہادی تھی	۲۱۲
خطا کی دو قسمیں	۲۱۴
خطائے اجتہادی کے سواء کچھ نہیں کہنا چاہیے	۲۱۶
حضرت سیدنا علی المرتضٰی (رضی اللہ عنہ) حق پر تھے	۲۱۷
امام اہل سنت ابو منصور محمد ماتریدی متوفی (۳۳۳ھ) کا فرمان	۲۱۷
صدر الاسلام ابو الیسر محمد بزدوی ماتریدی	۲۱۸
سیف الحق والدین امام ابو المعین میمون نسفی الماتریدی	۲۱۸
امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندی	۲۱۹
علامہ ابو شکور سالمی کا فرمان	۲۱۹
شیخ عبد الحق محدث دہلوی	۲۲۱
علامہ عبد العزیز پرہاروی	۲۲۲
علامہ یوسف نبہانی کا بیان	۲۲۳
باب ششم	۲۲۵
حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی حکومت و سلطنت کی پیشینگوئی	۲۲۵
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ کو نصیحت فرمائی	۲۲۵
خلفاء راشدین کے دور میں حضرت معاویہ شام کے امیر رہے	۲۲۷
حسن مجتبٰی رضی اللہ عنہ کی خلافت اور دست برداری	۲۲۷
حضرت حسن مجتبٰی اور حضرت امیر معاویہؓ کی صلح	۲۲۹

مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کی بشارت	۲۳۲
حضرت حسن نے ترک خلافت کسی کمزوری کی بنا پر نہیں لی تھی	۲۳۴
حضرت حسن بن علی (رضی اللہ عنہ) کی صلح کے فوائد	۲۳۵
امیر معاویہ پر طعنہ کشی حضرت امام حسن پر طعنہ زنی ہے	۲۳۶
حضرت امیر معاویہ کی خلافت وسلطنت برحق تھی	۲۳۷
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ امام عادل تھے	۲۳۹
سلطنت امیر معاویہ کی وسعت	۲۴۰
حضرت معاویہ کے دور میں اسلام اور مسلمانوں کو فتح مندیاں حاصل ہوئیں	۲۴۲
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا شہنشاہ روم کو جرأت مندانہ جواب دینا	۲۴۵
حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے دور حکومت کے بعض واقعات	۲۴۶
حضرت امیر معاویہ تاریخ کے آئینے میں	۲۴۹
مؤلف کی دعا	۲۵۱
ماخذ ومراجع	۲۵۴

حرفِ آغاز

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَا يَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ۔ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی (سورۃ الحدید ۱۰)

ترجمہ: تم میں سے کوئی برابری نہیں کر سکتا ان کی جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے (راہ خدا) میں مال خرچ کیا اور جنگ کی۔ ان کا درجہ بہت بڑا ہے ان سے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد مال خرچ کیا اور جنگ کی۔ ویسے تو سب کے ساتھ اللہ نے وعدہ کیا ہے بھلائی کا۔ (جمال القرآن)

قارئین کرام! حضرت سیدنا ابو عبدالرحمٰن معاویہ (رضی اللہ عنہ) جماعت صحابہ کرام میں سے ہیں جن کی شخصیت کو بہت ہی متنازع فیہ بنایا گیا ہے۔ بعض لوگوں نے حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے خلاف بہت سی کتابیں تحریر کی ہیں جن میں آپ (رضی اللہ عنہ) کی کردار کشی کی گئی ہے اور لاتعداد الزام لگائے گئے ہیں اور لگاتے ہیں، توہین کرتے ہیں، (معاذ اللہ) لعنتیں بھیجتے ہیں اور بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ اور بعض جو بظاہر سنی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اندرونِ خانہ حضرت معاویہ اور ان کے ساتھیوں کے خلاف زہر اُگلتے ہیں، تنقید کرتے ہیں اور حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کی محبت کے پردہ میں حضرت معاویہ کی سخت مخالفت کرتے ہیں اور یہ نہیں جانتے ہیں کہ حسنین کریمین (رضی اللہ عنہما) نے ان کو اپنا خلیفہ مانا تھا اور ان کے آپس میں بہت اچھے تعلقات بھی تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ لکھنا کوئی آسان کام بھی نہیں ہے

یہ بڑا نازک موضوع ہے علماء اہل سنت نے حضرت معاویہؓ کے دفاع کے موضوع پر صدھا کتب تحریر کی ہیں جن میں آپ (رضی اللہ عنہ) کے فضائل ومناقب اور آپ (رضی اللہ عنہ) کے کارناموں کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے اور حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) پر کئے گئے اعتراضات ومطاعن کے دندان شکن، مدلل ومفصل جوابات بھی دیئے گئے ہیں۔ لہذا کسی نئی کتاب کی تحریر کی ضرورت تو نہیں تھی۔ لیکن عام سنی مسلمان بھائیوں اور حصول ثواب اور نجات کی خاطر اللہ تعالیٰ کی توفیق ومدد سے بڑی محنت وکوشش کے ساتھ عقائد اہل سنت کے مطابق مختصر سا تذکرہ تحریر کیا ہے جس میں عظمت صحابہ اور شان حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کو بیان کیا ہے اور بہت سے فضائل وفوائد وفرائد جمع کر دئے ہیں جو عام کتب میں ایک جگہ نہیں مل سکتے۔ راقم الحروف کو اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کا پورا پورا اعتراف واحساس ہے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ کتاب میں غلطیاں نہ ہوں، پھر بھی غلطیوں کا ہونا ممکن ہے۔ قارئین کرام اصلاح کی نظر سے دیکھیں۔ اللہ تعالیٰ میری لغزشوں سے درگذر فرمائے اور مؤلف ومعاونین قارئین کی دنیا اور آخرت بہتر فرمائے۔ اور اللہ تعالیٰ اس سعی کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین۔

سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ

(سورۃ البقرۃ ۲۲)

پاکی ہے ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا بیشک تو ہی علم وحکمت والا ہے

احقر العباد ابو عاصم غلام حسین ماتریدی

3 مصطفی منزل ۵۸ بی بلاک کشمیر کالونی جہلم پاکستان

حال مقیم مکان نمبر ۸ کاسل سٹریٹ، برائرفیلڈ، لنکاشائر، برطانیہ۔

۱۶ محرم الحرام ۱۴۳۸ھ ۱۸ اکتوبر ۲۰۱۶ء

مقدمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى (سورہ حدید)

اور اللہ تعالیٰ نے سب (صحابہ) سے جنت کا وعدہ فرمایا

صحابی کی تعریف

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (توبہ ۴۰)

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمارہے تھے اپنے ساتھ رہنے والے کو مت غم کر بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

لفظ صحابی صُحْبَۃٌ (ساتھ دینا، دوستی کرنا) سے بنا ہے۔ امام جوہری نے کہا ہے: صَحِبَہٗ، یَصْحَبُہٗ، صُحْبَۃً، پیش کے ساتھ، صَحَابَۃً زبر کے ساتھ ہے۔ صَحَابَۃٌ صَاحِبٌ کی جمع ہے۔ اَصْحَبْتُہٗ (میں نے اسے ساتھی بنایا)۔ صَحَابَۃً، صُحْبَۃً (از باب سَمِعَ، یَسْمَعُ) ساتھ دینا، دوستی کرنا۔ المنجد میں ہے صُحْبَۃٌ صَحَابَۃٌ صِحَابَۃٌ مُصَاحَبَۃٌ ساتھی ہونا، دوستی کرنا، ساتھ زندگی گزارنا۔ اَلصَّاحِبُ ساتھی، زندگی گزارنے والا، مالک، ہمیشہ ساتھ رہنے والا۔ صَحَابَۃٌ یا صِحَابَۃٌ، صَاحِبٌ کی جمع ہے بمعنی دوست مددگار۔ صَحْبٌ صَاحِبٌ کی جمع ہے اور اَصْحَابٌ جمع الجمع ہے۔ صَحِبَ (یَصْحَبُ) صُحْبَۃً اور صِحَابَۃً مصدر ہے بمعنی صحبت میں رہنا، ساتھ رہنا۔ صَاحَبَ مُصَاحَبَۃً سے ہے۔ اَلصَّحَابِیُّ اَلصَّحَابَۃ کی طرف منسوب ہے (المنجد ۴۱۶)

ڈاکٹر محمود الطحان لکھتے ہیں کہ لغت میں اَلصَّحَابَۃُ مصدر ہے جس کا معنی ہے کسی

مجلس وصحبت میں رہنا یا اختیار کرنا اور اسی سے اَلصَّاحِبُ اَلصَّحَابِیُّ بنا ہے۔ اس کی جمع اَصْحَابٌ وَصَحْبٌ آتی ہے تاہم اَصْحَابَۃٌ کا لفظ اصحاب کے معنی میں بکثرت وارد ہے (تیسیر مصطلح الحدیث ۱۹۷)۔

صحابی اس خوش نصیب شخص کو کہا جاتا ہے جو ایمان کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار کرے اور اسی (ایمان) پر اس کا خاتمہ ہوا ہو۔

امام ابوعبداللہ بن اسماعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ) رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

وَمَنْ صَحِبَ النَّبِيَّ ﷺ اَوْرَاٰهُ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَهُوَ مِنْ اَصْحَابِهٖ

(بخاری ج ۱ ص ۵۱۵ باب فضائل اصحاب النبی)

ترجمہ: اور جس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اختیار کی یا اس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا مسلمانوں میں سے تو وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ سے ہے۔

علامہ حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ) رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَهُوَ مَنْ لَقِيَ النَّبِيَّ ﷺ مُؤْمِنًا بِهٖ وَمَاتَ عَلَى الْاِسْلَامِ وَلَوْ تَخَلَّلَتْ رِدَّةٌ فِي الْاَصَحِّ (شرح نخبۃ الفکر)۔ ترجمہ: صحابی وہ ہوتا ہے جس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے حالت ایمان میں ملاقات کی ہو اور اسلام پر ہی اس کی وفات ہوئی ہو صحیح مذھب کے مطابق، اگرچہ درمیان میں بے دین ہو جانے کا زمانہ بھی آیا ہو۔ ملاقات کا مفہوم عام ہے خواہ ساتھ بیٹھ کر ہو، خواہ ساتھ چل کر ہو، خواہ ایک دوسرے کو پالنے سے ہو اگرچہ گفتگو کی نوبت نہ آئی ہو اور اس میں ایک دوسرے کو دیکھنا بھی آجائے گا، خواہ خود، خواہ بالواسطہ۔

اور ملاقات کی تعبیر اُن حضرات کے قول سے ثابت ہے جنہوں نے صحابی کی

تعریف یوں کی ہے: صحابی وہ شخص ہے جس نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہو، حالانکہ اس سے تو حضرت ابن مکتوم جیسے نابینا حضرات (صحابیت سے) خارج ہو جائیں گے جبکہ وہ بلاشبہ صحابہ (میں شامل) ہیں۔

یہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۲۰۴ھ) کا مسلک ہے، البتہ احناف اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ ہے کہ اگر ارتداد کے بعد اسلام قبول کیا اور اسلام قبول کرنے کے بعد پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی تو صحابی ہے ورنہ نہیں کیونکہ ارتداد سے اس کی صحابیت باطل ہو گی (حاشیہ نخبۃ الفکر)۔

حافظ احمد بن علی بن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۸۵۲ھ) صحابی کی تعریف یوں فرماتے ہیں اَصَحُّ مَا وَقَفْتُ عَلَیْهِ مِنْ ذٰلِكَ اَنَّ الصَّحَابِیَّ مَنْ لَقِیَ النَّبِیَّ ﷺ مُؤمِنًا بِهٖ وَمَاتَ عَلَی الْاِسْلَامِ۔ فَیَدْخُلُ فِیْمَنْ لَقِیَهٗ مَنْ طَالَتْ مُجَالَسَتُهٗ اَوْ قَصُرَتْ وَمَنْ رَوٰی عَنْهُ اَوْلَمْ یَرْوِ وَمَنْ غَزَا مَعَهٗ اَوْلَمْ یَغْزُ وَمَنْ رَاٰهُ رُؤْیَةً وَلَمْ یُجَالِسْهُ وَمَنْ لَمْ یَرَهٗ لِعَارِضٍ کَالْعَمٰی (الاصابۃ ج۱ ص۴)

ترجمہ: سب سے صحیح تعریف جو مجھے معلوم ہوئی ہے یہ ہے کہ صحابی وہ شخص ہے جس کی ایمان کی حالت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوئی ہو اور اسلام پر ہی اس کی وفات ہوئی ہو، جس کی بنا پر ہر وہ شخص صحابہ میں شامل ہو گا جس کی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوئی ہو، خواہ اس کی نشست زیادہ دیر رہی یا کم، اور جس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی یا نہیں کی، اور جس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں جہاد کیا یا نہیں کیا اور جس نے صرف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اگرچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس اختیار نہیں کی اور جو کسی

معذوری مثلاً نابینے پن کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دیکھ سکا۔

امام جلال الدین سیوطی الفیہ کے ص ۱۰۷ پر لکھتے ہیں:

حَدُّ الصَّحَابِیِّ مُسْلِمًا لَاقِی الرَّسُوْلَ وَاِنْ بِلَا رِوَایَۃٍ عَنْہُ وَطُوْلُ

ترجمہ: صحابی کی تعریف یہ ہے کہ اسلام کی حالت میں اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی اور اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی حدیث روایت نہ کی ہو اور نہ زیادہ دیر مجلس اختیار کی ہو۔

امام شمس الدین سخاوی متوفی ۹۰۲ھ رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی) قاضی ابوبکر بن طیب باقلانی کے حوالے سے لکھتے ہیں لَا خِلَافَ بَیْنَ اَھْلِ اللُّغَۃِ اِنَّ الصَّحَابِیَّ مُشْتَقٌّ مِنَ الصُّحْبَۃِ جَارٍ عَلٰی کُلِّ مَنْ صَحِبَ غَیْرَہٗ قَلِیْلاً اَوْ کَثِیْرًا۔ یُقَالُ صَحِبَہٗ شَھْرًا اَوْ یَوْمًا اَوْ سَاعَۃً (فتح المغیث ج ۳ ص ۸۰)

ترجمہ: اہل لغت کے درمیان کوئی اختلاف نہیں کہ بیشک صحابی کا لفظ صُحْبَۃٌ سے نکالا ہوا ہے اور ہر اس شخص پر بولا جاتا ہے جو کسی اور کے ساتھ تھوڑا عرصہ یا زیادہ عرصہ رہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ ایک مہینہ یا ایک دن یا ایک گھڑی رہا ہو۔

ان کے علاوہ صحابی کی تعریف میں متعدد اقوال ہیں (تدریب الراوی)

علامہ عبدالعزیز پرھاروی (متوفی ۱۲۴۰ھ) رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

ثُمَّ اَھْلُ الْحَدِیْثِ عَلٰی اَنَّ الصَّاحِبَ مَنْ رَاَی النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم اَوْ رَاٰہُ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم کَالْمَکْفُوْفِیْنَ مُسْلِمًا ثُمَّ مَاتَ عَلَی الْاِسْلَامِ۔ وَشَرَطَ بَعْضُھُمْ طُوْلَ الصُّحْبَۃِ نَحْوُ سِتَّۃِ اَشْھُرٍ وَبَعْضُھُمُ الْغَذَاءَ مَعَہٗ وَالصَّحِیْحُ ھُوَ الْاَوَّلُ (نبراس ص ۱۰)

ترجمہ: صحابی محدثین کے نزدیک وہ شخص ہے جس نے ایمان کی حالت (بیداری) میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا (ملاقات کی) ہے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو دیکھا ہے جیسے نابینا اصحاب، اور اسلام پر اس کی موت ہوئی ہو۔ بعض نے لمبا عرصہ رہنے کی شرط لگائی ہے جیسے چھ ماہ اور ان میں سے بعض نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد کرنے کی شرط لگائی ہے اور وہی تعریف صحیح ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہے۔

علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۱۳۰۴ھ) لکھتے ہیں

اَلصَّحَابَةُ بِالْفَتْحِ مَصْدَرٌ بِمَعْنَى الصُّحْبَةِ وَمِنْهُ الصَّحَابِيُّ وَالصَّاحِبُ۔ وَيُجْمَعُ عَلَى اَصْحَابٍ وَصَحْبٍ۔ لٰكِنَّهٗ غَلَبَ فِي عُرْفِ الشَّرْعِ عَلٰى مَنْ يَصْحَبُ رَسُوْلَ اللهِ كَالتَّابِعِي غَلَبَ عَلٰى مَنْ يصْحَبُ التَّابِعِيَّ وَتَبْعِ التَّابِعِي عَلٰى مَنْ يَصْحَبُ التَّابِعِيَّ (ظفر الامانی ص ۳۱۴)

ترجمہ: لفظ صحابہ فتح کے ساتھ مصدر ہے بمعنی صحبت، پاس رہنا، ساتھ رہنا، اور اسی سے صحابی اور صاحب بنا ہے اور اس کی جمع اصحاب اور صحب آتی ہے۔ لیکن صحابی عرف شرع میں زیادہ تر اس پر بولا جاتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں رہے جیسے تابعی کی صحبت میں رہے اور تبع تابعی وہ ہے جو تابعی کی صحبت میں رہے۔

جنوں کا صحابی ہونا

اہل ایمان جن بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جنوں اور انسانوں کی طرف مبعوث ہوئے ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا جنوں و انسانوں کی طرف مبعوث ہونا قرآن اور حدیث سے ثابت ہے۔

امام شمس الدین سخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

دَخَلَ فِيْهِ مَنْ رَآهُ وَآمَنَ بِهٖ مِنَ الْجِنِّ لِاَنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بُعِثَ اِلَيْهِمْ قَطْعًا وَهُمْ مُكَلَّفُوْنَ وَفِيْهِمُ الْعُصَاةُ وَالطَّائِعُوْنَ

(فتح المغیث، شرح ملا علی قاری ص ۵۷۶)

ترجمہ: اس ملاقات میں وہ داخل ہے جس نے آپ ﷺ کو دیکھا اور آپ ﷺ پر ایمان لایا جنوں میں سے اس لئے کہ نبی ﷺ یقینی طور پر جنوں کی طرف بھیجے گئے ہیں اور جنوں میں گنہگار اور نیکوکار ہوتے ہیں۔

کیا خواب میں زیارت کرنے والا صحابی ہوگا

مسئلہ: مَنْ رَاٰهُ فِي الْمَنَامِ فَلَيْسَ صَحَابِيًّا كَمَا جَزَمَ بِهِ الْبَلْقِيْنِي

(کوثر النبی فی اصول الحدیث النبوی ص ۱۲۳)

ترجمہ: جس نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا وہ صحابی نہیں ہوگا جیسا کہ اس پر علامہ بلقینی نے جزم کیا ہے۔

علامہ احمد بن محمد قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۹۳۰ھ) لکھتے ہیں اسی طرح اولیاء کرام میں سے جو کشف کے ذریعے بطور کرامت آپ ﷺ کی زیارت کرے اس کا بھی یہی حکم ہے اور قبر انور کی زیارت کرنے والے کی صحابیت کے قائلین کی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ جاری وساری ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ دنیوی زندگی نہیں ہے بلکہ یہ اخروی زندگی ہے جس کے ساتھ احکام دنیا متعلق نہیں ہوتے۔ اور جو شخص آپ ﷺ کو خواب میں دیکھے اور اس نے واقعی آپ ﷺ کو دیکھا ہے تو یہ

امور معنویہ کی بات ہے، دنیوی احکام نہیں ہیں۔ اس لئے وہ صحابی شمار نہیں ہوگا اور اس حالت میں آپ ﷺ جو حکم دیں اس پر عمل واجب نہیں ہوگا

(المواہب لدنیہ مع الشرح الزرقانی ج ۷ ص ۲۹۳)

نابالغ بچوں کی صحابیت

امام نووی و امام عراقی (رحمہما اللہ تعالیٰ) کا قول ہے کہ جو بچہ بات سمجھتا اور جواب دینے کی صلاحیت رکھتا ہو اس کو صحابی کہہ سکتے ہیں۔ مثلاً حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے صاحبزادے حضرت حسن و حسین اور محمود بن ربیع (رضی اللہ عنہم) صحابی ہیں (علوم الحدیث)

کیا جو مرتد ہو جائے اس کی صحابیت باطل ہو جاتی ہے؟

علامہ عبدالعزیز پرھاروی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۱۲۴۰) لکھتے ہیں کہ جو آدمی مرتد ہو کر مرا تو اس کی صحابیت اور حدیث باطل ہو جائے گی جیسے ربیعہ بن امیہ بن خلف قرشی حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کی خلافت میں عیسائی ہو گیا اور امام احمد نے مسند احمد میں اس کی حدیث روایت کی ہے۔ یا تو ان کو اس کا مرتد ہونا معلوم نہیں ہوا ہوگا یا انکے نزدیک مرتد ہونے سے ارتداد سے پہلے کی بیان کی ہوئی روایت درست ہوگی۔ جو شخص مرتد ہو کر بعد میں توبہ کر لے اور ایمان پر اس کی موت ہو تو اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ چنانچہ امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب ہے کہ ان کے نزدیک ایسا شخص صحابی نہیں ہے۔ اور امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ کی طرف منسوب ہے کہ ایسا شخص صحابی ہے البتہ اس کی روایت قبول ہے۔ اسی لئے آئمہ نے اشعث بن قیس کی حدیث کو لیا ہے یعنی امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ بدستور صحابی رہیں گے مگر امام مالک اور امام اعظم رحمہما اللہ کے

نزدیک جب تک اسلام لانے کے بعد دوبارہ زیارت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہ ہو اُن کو صحابی نہیں کہیں گے کیونکہ جس طرح اسلام قبول کرنے سے سابقہ تمام برائیاں کالعدم ہو جاتی ہیں اسی طرح مرتد ہونے سے بھی سابقہ تمام نیکیاں کالعدم ہو جاتی ہیں۔ دلائل کی قوت کے اعتبار سے یہی مذہب اصح ہے (تحفۃ الدرر)

کیا وصال کے بعد تدفین سے قبل دیدار کرنے والا صحابی ہے؟

اسی طرح اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے جس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے بعد اور تدفین سے پہلے دیکھا ہو جیسے ابوذویب شاعر، بعض کے نزدیک یہ شخص صحابی ہے کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حیات بعد الوفات صحیح ہے اور بعض کے نزدیک یہ شخص صحابی نہیں ہے کیونکہ حیات بعد الوفات کے ساتھ احکام دنیا کا تعلق نہیں ہے۔

کیا نزول وحی سے پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھنے والا صحابی ہے؟

اسی طرح اس شخص کے بارے میں بھی اختلاف ہے جس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو وحی سے پہلے حالت ایمان میں دیکھا ہو جیسے زید بن عمرو بن نفیل تو اس کے بارے میں صحیح قول یہ ہے کہ یہ صحابی نہیں ہے اور اسی طرح جس نے وحی سے پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور یہ تصدیق کی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عنقریب مبعوث ہوں گے جیسے بحیرا راہب تو علامہ قسطلانی کے نزدیک راجح یہ ہے کہ یہ بھی صحابی نہیں ہے۔ (نبراس ص ۵۴۶)

کیا فرشتے بھی صحابہ میں داخل ہیں؟

اس میں اختلاف ہے۔ امام فخر الدین رازی (متوفی ۶۰۶ھ) نے اسرار

التنزیل میں اس پر اجماع نقل کیا ہے عَلٰی اَنَّهٗ لَمْ یَکُنْ مُرْسَلًا اِلَی الْمَلٰٓئِکَةِ اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرشتوں کی طرف مبعوث نہیں ہوئے ہیں لیکن امام تقی الدین علی شافعی نے فتاویٰ سبکی میں ترجیح دی ہے اِنَّهٗ کَانَ مُرْسَلًا اِلَیْهِمْ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرشتوں کی طرف مبعوث ہوئے ہیں (المقدمۃ الاصابۃ ج ص ۱۷)

محدث شہیر سید جمال الدین عطاء اللہ شیرازی (متوفی ۹۳۰ھ) لکھتے ہیں و عمل بسیاری از ائمہ کہ در معرفت صحابہ تصانیف دارند دلالت بریں میکند زیرا کہ مثل محمد بن ابی بکر صدیق را در اعداد صحابہ ذکر کردہ اند و حال آنکہ پیش از وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بسہ ماہ و چند روز متولد شدہ و ہمچنیں علما را تردد است کہ اسم صحابی مختص است بہ بنی آدم یا شامل ملائکہ و جن نیز ہست و راجح آنست کہ جن را نیز شامل ست زیرا کہ پیغامبر ما صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بر ایشان ہست دہر کس از جن کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رسیدہ و ایمان باو آوردہ باشد از جملہ صحابہ است اما ملائکہ را از جملہ صحابہ شمردن موقوف ست بر آنکہ دانند کہ آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مبعوث بر ایشان نیز ہست و درین مسئلہ نیز خلاف است میان اصولیین و راجح آنست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بملائکہ مبعوث نیست واللہ اعلم (روضۃ الاحباب در معرفۃ احوال اصحاب ج ۲ ص ۲)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۰۵۲ھ) رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ علامہ سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ضحاک کا یہی مذہب ہے اور یہی بات صحیح ہے۔ اور بعض علماء کی تحقیق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت فرشتوں پر بھی ہے مگر یہ بات شاذ ہے۔ محققین کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت کائنات کے ذرہ ذرہ اور موجودات کے گوشہ گوشہ تک ہے۔ اس میں جمادات، نباتات اور حیوانات

شامل ہیں۔ اور پتھروں کا سلام کرنا، درختوں کا سجدہ کرنا، اور جانوروں کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی گواہی دینا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت عام ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ انسان اور جنات تو اپنے اعمال وافعال میں اختیار دیئے گئے ہیں۔ اسی وجہ سے ان سے کفر اور گناہ صادر ہوتا ہے۔ اگر باقی اشیاء سے بجز اطاعت و ایمان کچھ ظاہر نہیں ہوتو وہ فرشتوں کی طرح محض وہی کام کرتے ہیں جس کے لیے پیدا کئے گئے ہیں۔

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔

ترجمہ: نہیں بھیجا ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مگر تمام جہاں والوں کے لئے رحمت بنا کر۔

علامہ علی قاری (متوفی ۱۰۱۴ھ) رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں وَاُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً اَىْ اِلَى الْمَوْجُوْدَاتِ بِاَسْرِ عَامَّةً مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالْمَلَكِ وَ الْحَيَوَانَاتِ وَالْجَمَادَاتِ (مرقاۃ ج۱۰، فتاوی الرضویہ ج ۳۰ ص ۱۴۳، ۱۴۵)۔

صحابیت کی معرفت کے طریقے

صحابی کا صحابی ہونا کبھی تواتر یا شہرت سے پتا چلتا ہے، کبھی کسی صحابی یا ثقہ کے بیان سے علم ہوتا ہے اور کبھی خود صحابی کے دعویٰ سے بھی یہ علم ہوتا ہے بشرطیکہ یہ دعویٰ ممکن ہو، چونکہ صحابیت کا یہ دعویٰ عدالت کے دعوے کی طرح ہے۔ یعنی کوئی کہے کہ میں عادل ہوں تو دعویٰ عدالت سے عدالت ثابت نہیں ہوتی، اس لئے ایک جماعت نے دعویٰ صحابیت سے صحابیت کا ثبوت بھی مشکل خیال کیا ہے، لہٰذا یہ نکتہ قابل غور ہے۔

البتہ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ مذکورہ اشکال (یعنی اشکال تو اس وقت پیش) تب آتا ہے جب مدعی مجہول ہو، لیکن اگر مدعی کی عدالت معروف ہو (اور دوسری شرائط بھی موجود ہوں) تو اس صورت میں اس کے دعوی کو قبول کرنے میں کیا مشکل ہے؟ پس جس طرح باب الروایت میں عادل کی خبر کو قبول کر لیتے ہو، اسی طرح باب اللقی والروئیۃ (یعنی صحابیت) میں بھی اس کے قول اور دعوی کو تسلیم کر لو۔ اس میں کوئی اشکال اور تامل کی بات نہیں ہے (شرح القاری ۴۹۵)

صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی تعداد

صحابہ کرام کی تعداد کے بارے میں صحیح وقطعی فیصلہ کرنا ممکن نہیں اس لئے کہ صحابہ کرام مختلف ملکوں، شہروں، بستیوں اور گاؤں میں پھیل چکے تھے اور زمانہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی کتاب نہیں تھی جس میں اسلام لانے والے صحابہ کے نام لکھے جاتے ہوں جیسا کہ حضرت کعب بن مالک (رضی اللہ عنہ) غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے کے واقعہ میں فرماتے ہیں وَالْمُسْلِمُوْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ كَثِيْرٌ وَلَا يَجْمَعُهُمْ كِتَابٌ حَافِظٌ يُرِيْدُ الدِّيْوَانَ (بخاری حدیث ۴۴۱۸)

ترجمہ: اور اس جہاد میں مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور کسی کتاب (رجسٹر) نے ان کو جمع نہیں کیا (کوئی رجسٹر ایسا نہ تھا جس میں ان کے ناموں کی فہرست درج کی جاسکے)۔ امام شمس الدین سخاوی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں وَقَدْ جَزَمَ الْحَافِظُ اَبُوْ زُرْعَةَ الرَّازِی بِاَنَّ عَدَدَ الصَّحَابَةِ مِائَةُ اَلْفٍ وَّاَرْبَعَةَ عَشَرَ اَلْفًا (فتح المغیث ج ۴ ص ۵۴)

ترجمہ: حافظ ابوزرعہ رازی نے یقینی طور پر فرمایا کہ صحابہ کی تعداد ایک لاکھ چودہ ہزار تھی۔ اس کو خطیب بغدادی نے جامع میں بیان کیا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں رُوِیَ اَنَّہٗ قُبِضَ ﷺ عَنْ مِأَۃِ اَلْفٍ وَّ اَرْبَعَۃ وَ عِشْرِیْنَ اَلْفًا۔ ترجمہ: بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کے وقت ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ تھے۔

(تدریب الراوی، مقدمہ، استیعاب، تقریب التہذیب)

امام ابوزرعہ عبد بن عبد الکریم رازی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۲۶۴ھ) فرماتے ہیں قُبِضَ رَسُوْلُ اللہ ﷺ عَنْ مِأَۃِ اَلْفٍ وَّ اَرْبَعَۃَ عَشَرَ اَلْفًا مِنَ الصَّحَابَۃ مِمَّنْ رَوٰی عَنْہُ وَ سَمِعَ مِنْہُ وَاخْتُلِفَ عَدَدَ طَبَقَاتِہِمْ وَجَعَلَھُمْ الْحَاکِمُ اِثْنَیْ عَشَرَۃَ طَبَقَۃً۔ ترجمہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات ہوئی اس وقت ایک لاکھ چودہ ہزار صحابہ تھے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کی اور کلام سنا، اور ان کے طبقات میں اختلاف کیا گیا ہے اور امام حاکم نے صحابہ کے بارہ طبقات مقرر کئے ہیں۔

زیادہ تفصیل معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم الاصبہانی (متوفی ۴۳۰ھ)، الاستعاب فی معرفت الاصحاب لابن عبد البر (متوفی ۴۶۳ھ)، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ عز الدین ابن اثیر علی بن محمد جزری (متوفی ۶۳۰ھ)، الاصابۃ فی تمییز الصحابہ لحافظ ابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ)، روضۃ الاحباب ج ۲ (مقصد ۲) لسید جمال الدین عطاء اللہ شیرازی (متوفی

۹۳۰ھ) رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہم میں ہے۔

جمیع صحابہ کرام کو ماننا، ان کا ادب واحترام کرنا ضروری ہے۔ ان کی تعداد معین نہیں ہے۔
ایک اندازہ کے مطابق ان کی تعداد ایک لاکھ چودہ ہزار یا چوبیس ہزار بیان کی گئی ہے۔
اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ ہم تمام اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مانتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

طبقات صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کی تعداد

طبقات صحابہ کی تعداد میں اختلاف ہے۔ علامہ محمد بن سعد نے (شرف صحابی کے اعتبار سے) صحابہ کے پانچ طبقات کا ذکر کیا ہے۔ امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم النیسابوری رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۴۰۵ھ) نے معرفۃ علوم الحدیث کے 'ص ۱۶۵' پر ۱۲ طبقات صحابہ کا ذکر کیا ہے۔

طبقات صحابہ کی تعداد بارہ بیان کرنے کے متعلق علامہ سید جمال الدین محدث شیرازی فرماتے ہیں صحابہ را باعتباری سبق باسلام وہجرت کاملہ حضور مشاہدہ فاصلہ برای سہولت ضبط وادراک بعدد بروج افلاک دوازدہ طبقہ ساختہ والحق ہر طبقہ ازان برمنوال برجی از بروج آسمان مشتمل است برکواکب ثواقب کہ اَصْحَابِی کَالنُّجُومِ بِاَیِّہِمِ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ اگر دران برج ستارہا بالنور وضیا اندرین طبقہ ہمہ روشن دلان باصدق وصفا اند۔ شان محمد بین محمد ومحمد۔ داند آنکس کہ اوخرومند است۔ کہ ازین فرق تابدان چند است۔ چہ اہتدا بآنہا در وصول بمقاصد ومنازل دنیاست واقتدا باین را منتج حصول مآرب ومطالب دنیا وعقبےٰ است وقرب بحضرت مولیٰ جل وعلیٰ است

(روضۃ الاحباب ج ۲ ص ۸)

پہلا طبقہ: یہ وہ لوگ تھے جو مکہ میں ابتدائی دور میں اسلام لائے جیسے حضرت خدیجہ کبریٰ، ابوبکر صدیق، علی مرتضیٰ، عشرہ مبشرہ، زید بن حارثہ، بلال (رضی اللہ عنہم) اور دیگر اہل کمال۔

دوسرا طبقہ اصحاب دارالندوہ: یہ وہ حضرات تھے جنہوں نے دارالندوہ میں قریش مکہ کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت پر قسمیں اٹھانے اور مشورہ کرنے سے پہلے ایمان قبول کیا تھا۔ مواہب لدنیہ میں ہے کہ دوسرا طبقہ دارالندوہ والے حضرات یعنی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھ مسلمانوں کو دارالندوہ میں لے گئے اور اہل مکہ کی ایک جماعت نے وہاں اسلام قبول کیا۔

محدث شیرازی لکھتے اصحاب دارالندوہ کہ چون خداوند حق سبحانہ وتعالیٰ دین اسلام را با ایمان قدوۃ ارباب الباب عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) عزیز گردانیدہ ماہ بلند ہرگاہ والضحی یعنی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی الاخرۃ والاولیٰ از افق دارارقم یا خانہ حمزہ طلوع کردہ بدارالندوہ وخرامید دران منزل بشرف اسلام مشرف گشتند (روضۃ الاحباب ج ۲ ص ۸)

تیسرا طبقہ مہاجرین حبشہ: وہ حضرات تھے جنہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور یہ واقعہ نبوت کے پانچویں سال میں پیش آیا تھا۔

چوتھا طبقہ اصحاب عقبہ اولیٰ: یہ وہ حضرات تھے جو بیعت عقبہ اولیٰ میں شریک ہوئے۔

پانچواں طبقہ اصحاب عقبہ ثانیہ: یہ وہ حضرات تھے جو بیعت عقبہ ثانیہ میں شریک ہوئے اور ان میں اکثر وبیشتر لوگ انصار تھے۔

چھٹا طبقہ قباء میں آملنے والے مہاجرین: یہ وہ مہاجرین اوّلین تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے پاس اس وقت پہنچ گئے تھے کہ ابھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ کو پہنچنے سے پہلے قباء میں تشریف رکھے تھے۔

ساتواں طبقہ اہل بدر کبریٰ: یہ وہ حضرات ہیں جو غزوہ بدر میں شریک تھے۔

آٹھواں طبقہ صلح حدیبیہ سے پہلے ہجرت کرنے والے: یہ وہ حضرات تھے جنہوں نے بدر و حدیبیہ کے درمیان ہجرت کی ہے۔

نواں طبقہ اہل بیعت رضوان: یہ وہ حضرات تھے جنہوں نے بدر حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان ہجرت کی جیسے خالد بن ولید، عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہم)۔

دسواں طبقہ قبل از فتح مکہ ہجرت کرنے والے: جنہوں نے صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان ہجرت کی جیسے خالد بن ولید اور عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ۔

گیارہواں طبقہ فتح مکہ کے موقع پر اسلام لانے والے: یہ وہ حضرات تھے جو فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے۔

بارہواں طبقہ کم عمر صحابہ: یہ صبیان اور اطفال (بچے) تھے جنہوں نے فتح مکہ کے موقع پر اور حجۃ الوداع وغیرہ کے موقعوں پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی (جیسے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ) پھر فتح مکہ کے بعد ہجرت کا سلسلہ ختم ہو گیا، صحیح قول یہی ہے۔

(زیادہ تفصیل تقریب النووی، معرفۃ علوم حدیث جناسیہ، المواھب لدنیہ، روضۃ الاحباب وغیرھم میں ہے)

باب اول: عظمت صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم)

مدارج و مراتب صحابہ (رضی اللہ عنہم)

شرف صحابیت میں سب برابر ہیں مگر فضائل اور مناقب کے اعتبار سے بعض کو

بعض پر فضیلت دی گئی ہے۔ اس لئے مدارج و مراتب کے اعتبار سے تفاوت ہے۔

چنانچہ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالی (متوفی ص ۹۱۱ ھ) لکھتے ہیں: اَجْمَعَ اَهْلُ السُّنَّةِ اَنَّ اَفْضَلَ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَبُوْبَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ ثُمَّ عَلِيٌّ ثُمَّ سَائِرِ الْعَشَرَةِ ثُمَّ بَاقِيْ اَهْلِ بَدْرٍ ثُمَّ بَاقِيْ اَهْلِ اُحُدٍ ثُمَّ بَاقِيْ اَهْلِ الْبَيْعَةِ ثُمَّ بَاقِيْ الصَّحَابَةِ هٰكَذَا حَكَى الْاِجْمَاعُ عَلَيْهِ اَبُوْ مَنْصُوْرِ الْبَغْدَادِيْ (متوفی ۴۲۹ ھ) (کتاب اصول الدین ص ۳۰۴، تاریخ الخلفاء ص ۳۴، تکمیل الایمان)

علماء اہل سنت کا اس امر پر اجماع اور اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ابوبکر، پھر عمر، پھر عثمان (رضی اللہ عنہ)، پھر علی (رضی اللہ عنہ)، ان کے بعد عشرہ مبشرہ، ان کے بعد باقی حضرات، ان کے بعد باقی اصحاب بدر، پھر ان کے بعد اصحاب اُحد، ان کے بعد بیت رضوان کے اصحاب، ان کے بعد دیگر صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم تمام لوگوں سے افضل ہیں۔

علامہ سید جمال الدین محدث شیرازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں و بدستوری کہ اجماع جمہور اہل سنت و جماعت بران منعقد گشتہ افضل ایشاں از خلفاء اربعہ داشتہ اند بترتیب خلافت بعد از ایشان بقیہ عشرہ مبشرہ پس اہل بدر انگاہ اہل اُحد بعد ازان اہل بیعۃ الرضوان و مذہب اصحاب حدیث و مشہور نزد اہل حدیث اینست و ابوشکور سالمی کہ از اکابر علماء حنفیہ است در کتاب تمہید خوش آوروہ کہ بعد از خلفاء اربعہ افضل مردم اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد از ایشان جماعتے از صحابہ کہ انحضرت در شان ایشان بخصوصیۃ وصیت فرمودہ کہ از اہل بہشت اند بعد ازان اہل بدر پس اہل حدیبیہ پس سایر صحابہ افضل اند از باقی امت

انگاہ تابعین و بعد از تابعین تبع تابعین را مرتبہ فضلیت ثابت است

(روضۃ الاحباب ج ۲ ص ۶)

خلفاء راشدین کے بعد سب سے افضل اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں

امام ابوشکور محمد بن عبدالسعید سالمی (متوفی ۴۶۵ھ) رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

فنقول ان ابا بکر افضل الصحابة ثم عمر ثم عثمان (رضی الله عنه) ثم علی رضی الله تعالی عنهم ثم بعد هؤلاء الاربعة کان افضل الناس اهل البیت وهم اهل بیت رسول الله ﷺ ثم الذین شهد لهم بالجنة ثم اهل البدر ثم اهل الحدیبیة ثم الصحابة افضل من الامة ثم تابعین ثم تبع تابعین لما روی عن النبی انه قال خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم ثم یفشو الکذب (تمہید ابی شکور سالمی ۱۶۶)۔ ترجمہ: تو ہم کہتے ہیں کہ ابوبکر افضل الصحابہ ہیں، پھر عمر فاروق، پھر عثمان غنی، پھر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ پھر چاروں خلفاء راشدین کے بعد افضل الناس اہل بیت ہیں اور اہل بیت وہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر والے ہیں اور پھر وہ جن کو جنت کی بشارت وشہادت دی، پھر اہل بدر، پھر اہل حدیبیہ پھر بقیہ صحابہ کرام تمام امت سے افضل ہیں۔ پھر تابعین، پھر تبع تابعین جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ فرمایا خیر القرون قرنی یعنی بہترین زمانہ میرا ہے، پھر صحابہ کا، پھر تابعین کا، پھر تبع تابعین، پھر اس کے بعد جھوٹ عام ہو جائے گا کہ کذب و دروغ گوئی پھیل جائیں گے (یہ طویل حدیث ہے) (تمہید ابوشکور سالمی ۳۶۶)

اسی کا حوالہ میر جمال الدین عطاء اللہ محدث شرازی (متوفی ۹۳۰) رحمہ اللہ

تعالیٰ نے اس طرح دیا ہے وابوشکور سالمی کہ از اکابر علماء حنفیہ است در کتاب تمید خوش آور وہ کہ بعد از خلفاء اربعہ افضل مردم اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (روضۃ الاحباب) ۔ اور ابوشکور سالمی نے، جو اکابر علمائے حنفیہ سے ہیں، کتاب تمہید میں بہت اچھا بیان کیا ہے کہ خلفاء اربعہ کے بعد تمام لوگوں میں سے افضل اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ یہی ہم اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے۔

صحابہ اکرام (رضی اللہ عنہم) کا ایمان

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جا بجا انہیں ''ایماندار'' کے لقب سے نوازا ہے بلکہ یوں اعلان فرمایا ہے:

أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ (مجادلہ ۲۲)

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے اور انہیں اپنی طرف سے ایک روح کے ساتھ قوت بخشی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا (الفتح ۲۶)

ترجمہ: اور انہیں تقویٰ کی بات پر قائم رکھا اور وہ اسکے زیادہ حق دار اور اسکے لائق تھے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَٰكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ۔ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَنِعْمَةً وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (الحجرات ۸)

ترجمہ: لیکن اللہ تعالیٰ نے محبوب بنادیا ہے تمہارے نزدیک ایمان کو اور آراستہ کردیا ہے اسے تمہارے دلوں میں اور قابل نفرت بنادیا ہے تمہارے نزدیک کفر، فسق اور نافرمانی کو۔ یہی لوگ راہ حق پر ثابت قدم ہیں۔ (یہ سب) محض اللہ کا فضل اور انعام ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، بڑا دانا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَ جَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۔ لَّهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ (سورہ انفال ۷۴)

ترجمہ: وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا اللہ کی راہ میں اور وہ لوگ جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی یہی جماعت حقیقت میں مؤمن ہیں اور ان کے لئے بخشش اور اچھی روزی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ (سورہ حجرات)

ترجمہ: بے شک جو پست رکھتے ہیں اپنی آوازوں کو اللہ کے رسول کے سامنے، یہی وہ لوگ ہیں مختص کرلیا ہے اللہ نے ان کے دلوں کو تقوی کے لئے، انہی کے لئے بخشش اور اجر عظیم ہے۔

صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) معیار ایمان ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ (سورۃ البقرہ)

ترجمہ: اور جب کہا جائے انہیں ایمان لاؤ جیسے ایمان لائے (اور) لوگ تو کہتے

ہیں کیا ہم ایمان لائیں جس طرح ایمان لائے بیوقوف۔ خبردار! بے شک وہی احمق ہیں مگر وہ جانتے نہیں۔ اس آیت میں منافقین سے کہا جاتا ہے کہ تم اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا دل سے ایمان لاؤ اس لئے کہ صحابہ معیار ایمان ہیں۔ اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (حجرات ۲)

ترجمہ: کہ کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔ یعنی اس آیت میں خبر دی کہ انہیں بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آواز بلند کرنے سے اعمال ضائع ہوتے ہیں اور انہیں خبر ہی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا (سورۃ البقرہ)

ترجمہ: تو اگر یہ بھی ایمان لائیں جس طرح تم ایمان لائے ہو تو وہ ہدایت پا گئے۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا (سورہ نساء ۱۱۵)

ترجمہ: اور جو شخص سیدھا راستہ معلوم ہونے کے بعد پیغمبر کی مخالفت کرے اور مؤمنوں کے راستے کے سوا اور راستے پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے ہم ادھر ہی اسے چلنے دیں گے اور قیامت کے دن جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بُری جگہ ہے۔

سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ سے مراد صحابہ کا راستہ ہے کیونکہ وہ پہلے مؤمنین ہیں۔ اور جو صحابہ کرام کا راستہ چھوڑ کر کوئی اور راستہ اختیار کرے تو اس نے مومنوں کا راستہ چھوڑ دیا ہے۔ صحابہ کرام قول و فعل، ایمان و عمل میں سچے ہیں۔ اسی لئے ان کے ساتھ رہنے کا حکم دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (سورۃ التوبہ ۱۰۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! ڈرتے رہا کرو اللہ سے اور ہو جاؤ سچے لوگوں کے ساتھ۔ جو صادق الایمان ہیں، مخلص ہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اخلاص کے ساتھ تصدیق کرتے ہیں۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ اجماع حجت ہے کیونکہ صادقین کے ساتھ رہنے کا حکم فرمایا۔ اس سے ان کے قول کا قبول کرنا لازم آتا ہے (خزائن العرفان)

دین اسلام صحابہ کرام (رضی اللہ عنہ) کی وساطت سے ملا ہے

قرآن و حدیث اور سارا دین صحابہ کرام (رضی اللہ عنہ) کی وساطت سے ملا اور ہم تک پہنچا ہے۔ صحابہ کرام پر اعتماد نہ کرنے سے سارے دین سے اعتماد اٹھ جاتا ہے اس لئے صحابہ پر ایمان رکھنا اور ان کی صداقت، عدالت کو ماننا ضروری اور لازمی ہے۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی (متوفی ۱۰۳۴ھ) فرماتے ہیں قرآن و شریعت را اصحاب تبلیغ نمودہ اند، اگر ایشاں مطعون باشد، طعن در قرآن و در شریعت لازم می آید، قرآن جمع حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) است علیہ الرضوان، اگر مطعون است، قرآن ہم معطون است (مکتوب ۵۴ دفتر اول ص ۱۳۳)

ترجمہ: قرآن و شریعت اصحاب (نبی) نے پہنچایا ہے، اگر وہ قابل اعتراض ہیں، تو قرآن مجید اور شریعت میں اعتراض اور شبہ ضروری ہوگا۔ قرآن حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کا جمع کیا ہوا ہے، اگر حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) پر شبہ اور اعتراض ہے، تو قرآن پر بھی شبہ اور اعتراض ہے۔

اسی بات اور فیصلہ کو جلیل القدر، مفسر قرآن علامہ قرطبی نے (ہارون رشید کی مجلس

کا ایک واقعہ نقل کرتے ہوئے) عمر بن حبیب کے الفاظ میں بالکل صاف کر دیا ہے۔

اذا كان الصحابة كاذبين فالشريعة باطلة والفرائض والاحكام فی الصيام والصلوة والطلاق والنكاح والحدود. كلها مردودة غير مقبولة

(الجامع لاحکام القرآن تفسیر سورۃ الفتح ص ۲۹۹ ج ۱۶)

ترجمہ: اگر خدا نہ کرے صحابہ کرام نا قابل اعتبار ہیں، تو شریعت باطل ہے اور فرائض اور احکامات الٰہیہ، روزہ، نماز، طلاق، نکاح اور حدود وغیرہ سب نا قابل اعتبار اور نا قابل قبول ہیں۔

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۱۲۲۵ھ) لکھتے ہیں

واصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمہ عادل بودند اگر از کسے احیانا ارتکاب معصیتے شدہ تائب ومغفور گشتہ متواترت از نصوص قرآن وحدیث مدح صحابہ پر است ودر قرآن است کہ آنہا باہم محبت ورحمت داشتند و بر کفار غلاظ وشداد بودند ہر کہ صحابہ را باہم مبغض و بے الفت داند منکر قرآن است وہر کہ باآنہا دشمنی وغصہ داشتہ باشد در قرآن بروے اطلاق کفر آمدہ۔ حاملان وحی وراویان قرآن اندہ ہر کہ منکر صحابہ باشد اورا ایمان بہ قرآن وغیرہ ایمانیات متواترات ممکن نیست (مالابد منہ ص ۱۶-۵۱)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ سب عادل تھے کوئی فاسق نہ تھا اگر کسی سے کبھی کوئی گناہ ظاہر ہوا پس وہ تائب ہوا اور بخشا گیا۔ اور بہت آیتیں قرآن کی اور بہت حدیثیں صحابہ کی تعریف پر ہیں اور قرآن میں یہ بھی ہے کہ صحابہ آپس میں پیار اور ملاپ رکھتے تھے اور کافروں کے مقابلہ اور ان کو سزا دینے پر بڑے سخت تھے۔ جو شخص یہ عقیدہ

رکھتا ہے کہ صحابہ آپس میں بغض اور دشمنی رکھتے تھے وہ شخص قرآن کا منکر ہے اور جو شخص ان کے ساتھ بغض اور خفگی رکھتا ہے قرآن میں اس کو کافر کہا گیا ہے چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ (تا کہ ان کافروں کے دل جلیں) تا کہ دوزخ میں بسبب ان کے کافروں کو ڈالے۔ صحابہ یاد رکھنے والے قرآن کے اور روایت کرنے والے فرقان کے تھے پس جو شخص منکر صحابہ کا ہوگا اس کو قرآن اور قرآن کے سوا ایمان کی اور متواترت خبروں پر ایمان لانا ممکن نہ ہوگا۔ مولانا جامی متوفی ۸۹۸ھ فرماتے ہیں:

جز بآل کرام وصحب عظام ☆ سلک دین نبی نیافت نظام

(اعتقاد نامہ ص ۲۶)

ایمان کی اساس میں سارے صحاب پاک ☆ محبوب کبریا کے ہیں پیارے صحاب پاک

جس آسمانِ رشد کے حضرت ہیں مہر وماہ ☆ ہیں اس کے تابدار ستارے صحاب پاک

پروانہ وار شمع رسالت کے ساتھ ہیں ☆ یار مزار وصاحب غارے صحاب پاک

ان سب کے قدم سے اندھیروں میں نور ہے ☆ لاریب کا نجوم میں سارے صحاب پاک

فضائل صحابہ قرآن وحدیث کی روشنی میں

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے قرآن و حدیث میں بے شمار فضائل و مناقب بیان کئے گئے ہیں۔ بالاستیعاب ان کا ذکر یہاں کرنے کی گنجائش نہیں ہے اس لئے چند آیات واحادیث کی روشنی میں بعض فضائل ومناقب بیان کئے جاتے ہیں۔

آیت تطہیر

اللہ تعالیٰ اہل بیت کی شان میں فرماتا ہے

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ

تَطۡهِيۡرًا (احزاب ۳۳)

ترجمہ: اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کردے۔

اور اللہ تعالیٰ صحابہ کرام کے حق میں فرماتا ہے

مَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ لِيَجۡعَلَ عَلَيۡكُمۡ مِّنۡ حَرَجٍ وَّلٰكِنۡ يُّرِيۡدُ لِيُطَهِّرَكُمۡ وَلِيُتِمَّ نِعۡمَتَهٗ عَلَيۡكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ (سورۃ المائدہ ۶)

ترجمہ: اللہ نہیں ارادہ رکھتا کہ تم پر تنگی کرے اور لیکن چاہتا ہے کہ تمہیں پاک رکھے اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کرے تا کہ تم شکر کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَاِذۡ يُغَشِّيۡكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً وَّيُنَزِّلُ عَلَيۡكُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمۡ بِهٖ وَيُذۡهِبَ عَنۡكُمۡ رِجۡزَ الشَّيۡطٰنِ وَلِيَرۡبِطَ عَلٰى قُلُوۡبِكُمۡ وَيُثَبِّتَ بِهِ الۡاَقۡدَامَ (انفال ۱۱)

اور جب تمہیں اونگھنے سے گھیر دیا تو اس کی طرف سے چین (تسکین) اور آسمان سے تم پر پانی اتارا کہ تمہیں اس سے ستھرا کرا دے اور شیطان کی ناپاکی تم سے دور فرمادے اور تمہارے دلوں کو مضبوط کرے اور اس سے تمہارے قدم جمادے۔

آیت تزکیہ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمۡ وَتُزَكِّيۡهِمۡ بِهَا وَصَلِّ عَلَيۡهِمۡ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمۡ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ (توبہ ۱۰۳)

ترجمہ: اور (اے حبیب) وصول کیجئے ان کے مالوں سے صدقہ تا کہ آپ

ﷺ پاک کریں انہیں اور بابرکت فرمائیں انہیں اس ذریعے سے، نیز دعا مانگیئے ان کے لئے، بے شک آپ ﷺ کی دعا (ہزار) تسکین کا باعث ہے ان کے لئے، اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔

السابقون الاولون جنتی ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا۔ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (توبہ ۱۰۰)

ترجمہ: اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے، اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔ اور ان کے لئے تیار کر رکھے ہیں باغ جن کے نیچے نہریں ہیں۔ ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے، یہی بڑی کامیابی ہے۔

اس سے بڑی کامیابی اور کونسی ہو سکتی ہے۔ قاری ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے مِنْ تَحْتِهَا پڑھا ہے جیسا کہ بقیہ تمام مقامات پر آیا ہے۔ اہل مکہ کے مصاحف میں بھی اس طرح ہے لیکن باقی قراء نے من کے حذف کے ساتھ پڑھا ہے (تفسیر مظہری)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ۔ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ۔ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ۔

اور سبقت لے جانے والے تو وہ سبقت لے جانے والے ہی ہیں۔ وہی مقرب بارگاہ ہیں۔ ناز و نعمت جنتی باغوں میں (سورہ واقعہ ۱۰)

صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) اللہ تعالیٰ کی جماعت ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَ اَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَ یُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (مجادلہ ۲۲)

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں نقش کر دیا ہے اللہ نے ان کے دل میں ایمان اور تقویت بخشی ہے انہیں اپنے فیض خاص سے اور داخل کرے گا انہیں باغوں میں رواں ہیں جن کے نیچے نہریں، وہ ہمیشہ رہیں گے ان میں، اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا ان سے اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔ یہ (بلند اقبال) اللہ کا گروہ ہے۔ سن لو! اللہ تعالیٰ کا گروہ ہی (دونوں جہانوں میں) کامیاب و کامران ہے۔ شیطان کا گروہ نقصان اُٹھانے والا، رسوا ہونے والا ہے اور نا کام ہے لیکن اصحاب رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جماعت اور گروہ وہی مراد کو پانے والا ہے۔

اللہ کی طرف سے رضامندی

اللہ تعالیٰ مہاجرین وانصار اور تابعین کے متعلق اپنی رضا وخوشنودی کا اعلان فرماتا ہے رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (سورہ توبہ ۱۰۰)

ترجمہ: اللہ راضی ہوا ان سب سے اور وہ سب راضی ہوئے اللہ سے۔

امام رازی (متوفی ۵۲ھ)

اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں

وَمَعْنَاهُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ لِاَعْمَالِهِمْ وَ كَثِيْرَةِ طَاعَاتِهِمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ لِمَا اَفَاضَ عَلَيْهِمْ مِنْ نِعْمَةِ الْجَلِيْلَةِ فِى الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا (تفسیر کبیر ج ۱۶ ص ۱۳۷)

اور اس کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے ان کے اعمال اور انکی زیادہ اطاعت کی وجہ سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا اور دین میں ان پر اپنی بڑی بڑی نعمتیں نازل فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ (سورہ بینہ)

ترجمہ: اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ یہ (مرتبہ) اس کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْ عَنْهُ اُولٰئِكَ حِزْبُ اللهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (المجادلہ ۲۲)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ صحابہ سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے۔ یہی اللہ کا گروہ ہے، خبردار بیشک اللہ ہی کا گروہ نجات پانے والے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللهِ اَكْبَرُ۔ ترجمہ: اور اللہ کی طرف سے بڑی خوشنودی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا (سورہ فتح آیت ۱۸)

ترجمہ: بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ درخت کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانا (ظاہر کیا) جو ان کے دلوں میں ہے پھر اللہ نے ان پر سکینہ نازل فرمایا اور بطور انعام انہیں یہ قریبی فتح بخشی۔

سب صحابہ اکرام (رضی اللہ عنہم) کے لئے معافی کا اعلان

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَقَدْ تَّابَ اللهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِىْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ (سورہ توبہ آیت ۱۱۷)

ترجمہ: بیشک اللہ کی رحمتیں متوجہ ہوئیں ان غیب کی خبریں بتانے والے اور مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے مشکل گھڑی میں ان کا ساتھ دیا۔ بعض صحابہ کرام سے غزوہ احد میں لغزش ہوئی تھی اور جمعہ کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے ان سب کی معافی کا اعلان فرمایا۔

جنگ احد کے ذکر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللهُ ذُوْفَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ (آل عمران ۱۵۲)

ترجمہ: اور بے شک اس نے تمہیں معاف کر دیا اور اللہ مسلمانوں پر فضل کرتا ہے۔ اس آیت میں خاص معافی کا ذکر ہے اور دوسرے مقام پر عام معافی کا ذکر فرمایا ہے

وَلَقَدْ عَفَا اللهُ عَنْهُمْ۔ اِنَّ اللهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ (آل عمران ۱۵۵)

ترجمہ: اور بیشک اللہ نے انہیں معاف فرما دیا۔ بے شک اللہ بخشنے والا، حلم والا

صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سے درگزر کرنے و مغفرت طلب کرنے کا حکم

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ (آل عمران ۱۵۹)

پس اللہ کی طرف سے بڑی رحمت ہی کی وجہ سے تو ان کے لیے نرم ہو گیا ہے اور اگر تو بد خلق، سخت دل ہوتا تو یقیناً تیرے پاس سے منتشر ہو جاتے، سو ان سے درگزر کر اور ان کے لیے بخشش کی دعا کر اور کام میں ان سے مشورہ کر۔

سب صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سچے اور کامیاب ہیں

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ (حشر ۸)

ترجمہ: اور (مال فئی) ان فقراء مہاجرین کے لئے ہے جنہیں نکالا گیا ان کے گھروں سے اور مالوں سے تلاش کرتے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی اور اللہ کے دین کی مدد کرتے ہیں اور اس کے رسول کی، وہی گروہ سچ کہنے والے ہیں۔

انصار مدینہ کی بھی بڑی عظمت ہے کہ وہ بیعت عقبہ اولیٰ اور بیعت عقبہ ثانیہ اور بیعت عقبہ ثالثہ میں شریک ہو کر ایمان لائے۔ اور پھر مہاجرین کی جانی مالی مدد کی اور انہیں مدینہ میں آباد کیا۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ ان کی شان میں فرماتا ہے

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ

وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (حشر۹)

ترجمہ: اور وہ لوگ جنہوں نے ان سے پہلے دار ہجرت اور ایمان میں جگہ بنالی دوست رکھتے ہیں انہیں جنہوں نے ان کی جانب ہجرت کی اور اپنے دلوں میں نہیں پاتے کوئی تنگی اس سے جو دیئے گئے۔ اور ترجیح دیتے ہیں اپنی جانوں پر اگرچہ انہیں حاجت ہو اور جو کوئی اپنے نفس (دل) کو بخل سے بچائے تو وہی فلاح پانے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔

ترجمہ: لیکن رسول اور جو لوگ ایمان لائے ساتھ اس کے، کوشش کرتے ہیں اپنے مالوں اور جانوں سے، اُنہی لوگوں کے واسطے نیک چیزیں ہیں اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ (انفال ۷۵)

ترجمہ: اور جو بعد کو ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ جہاد کیا وہ تم میں سے بھی ہیں۔

سب صحابہ اکرام (رضی اللہ عنہم) سے مغفرت واجر عظیم اور جنت کا وعدہ کیا گیا

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا چنانچہ اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک کام کئے ان میں سے بخشش اور اجر عظیم کا۔ اس آیت میں منھم میں من تبعیضیہ نہیں بلکہ بیانیہ ہے جیسا کہ اس ارشاد میں ہے فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ (سورہ حج ۳۰) اَیْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ الَّذِیْ هُوَ الْاَوْثَان جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب صحابہ سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد چند صحابہ کے سوا باقی مرتد ہوئے تھے۔ نعوذ باللہ من ذالك۔

امام ماتریدی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۳۳۳ھ) فرماتے ہیں وَفِيْهِ نَقْضُ قَوْلِ الْبَاطِنِيَّةِ وَالرَّوَافِضِ۔ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ لِقَوْلِهِمْ اِنَّهُمْ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ ﷺ كَفَرُوْا وَارْتَدُّوْا عَنِ الْاِسْلَامِ جَمِيْعًا (تاویلات القرآن، سورۃ الفتح)

ترجمہ: اور اس آیت میں فرقہ باطنیہ اور روافض (ان پر اللہ کی لعنت ہو) کے قول کا رد ہے ان کے اس کہنے کا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب کافر ہو گئے تھے اور دین اسلام سے پھر گئے تھے۔ اس بات پر دلالت کرتا ہے اِنَّهُمْ ثَبَتُوْا عَلٰى مَا كَانُوْا مِنْ قَبْلُ فِيْ زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَفِيْ حَيَاتِهٖ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ (تاویلات القرآن)

ترجمہ: وہ اسی دین پر قائم رہے جس پر اس سے پہلے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں تھے۔

روافض ارتداد صحابہ کے متعلق یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک حذیفہ بن یمان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ مرفوع حدیث مروی ہے لَیَرِدَنَّ عَلَیَّ اُنَاسٌ مِن اَصحَابِی الحَوضَ حَتیٰ اِذَا رَایتُهُم وَعَرَفتُهم اِختَلِجُوا دُونِی فَاَقُولُ یَا رَبِّ اُصَیحَابِی اُصَیحَابِی۔ فَیقَالُ لِی اِنَّكَ لَا تَدرِی مَا اَحدَثُوا بَعدَكَ وَفِی رِوَایَةٍ فَاَقُولُ سُحقًا سُحقًا

(بخاری کتاب الرقاق، کتاب الحوض و مسلم شریف کتاب الفضائل، باب اثبات الحوض، الاجوبۃ العراقیۃ)

ترجمہ: ضرور میرے اصحاب میں سے کچھ لوگ حوض پر آئیں گے یہاں تک کہ جب میں ان کو دیکھ لوں گا اور پہچان لوں گا تو میرے پاس سے ان کو کھینچ لیا جائے گا۔ تو میں کہوں گا اے میرے رب، یہ میرے صحابہ ہیں، یہ میرے صحابہ ہیں۔ پس کہا جائے گا میرے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد دین میں کیا نئی باتیں نکالیں۔ ایک روایت میں ہے، میں کہوں گا دوری ہو، دوری ہو۔ مسلم شریف کتاب الفضائل میں اُصیحابی اُصیحابی (میرے چند ساتھی، میرے چند ساتھی) صیغہ تصغیر کے ساتھ ہے اور احادیث مبارکہ کے دوسرے نسخوں میں لفظ اصحابی اصحابی مذکور ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی فرماتے ہیں شیعہ کے نزدیک اسباب ارتداد صحابہ میں سے حضرت ابوبکر صدیق کو پہلا خلیفہ بنانا ہے اور حضرت علی کو خلیفہ نہ بنانا اور حدیث غدیر پر عمل نہ کرنا جس میں بقول روافض حضرت علی کی خلافت کا بیان ہے اور حدیث حوض سے استدلال کرنا ہے۔ لیکن حدیث حوض میں ان منافقین کا ذکر ہے جو بظاہر اسلام کا اظہار کرتے تھے اور باطن میں انکار تھا اور بعد میں وہ انکار کھل کر سامنے آ گیا تھا۔ اور وہ لوگ

بھی مراد ہیں جو حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کے زمانہ میں مرتد ہو گئے تھے اور انہوں نے بہت سی بدعتیں پیدا کر دی تھیں۔ گنہگار ایماندار بھی مراد ہو سکتے ہیں

(الاجوبۃ العراقیۃ)

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۱۳۹۱ھ) لکھتے ہیں: خیال رہے، اس حدیث کی بنا پر روافض کہتے ہیں کہ سارے حضرات صحابہ مرتد ہو گئے تھے۔ (نعوذ باللہ) اگر یہ مطلب ہے تو حضرت علی وغیرہم بھی صحابی ہیں۔ ان پر بھی الزام آ جائے گا۔ اگر وہ حضرات مرتد ہوتے تو حضرت علی نہ ان سے بیعت کرتے نہ ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے نہ ان کے ہدایا لیتے (مراۃ ج ۸ ص ۴۰۸)۔ چونکہ یہ لوگ دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھتے تھے اصیحابی، میرے دوست، فرمایا۔ جب دنیا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہچانتے تھے، کیسے ہو سکتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو نہ پہچان سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کی دو جماعتوں کا ذکر کیا ہے ایک اہل ایمان کی وہ جماعت جو صلح حدیبیہ یا فتح مکہ معظمہ (۸ھ) سے قبل ایمان لائی، اور دوسری وہ جماعت ہے جو فتح مکہ کے بعد ایمان لائی۔ سب سے جنت کا وعدہ فرمایا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قَاتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا۔ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (سورہ حدید ۱۰)

ترجمہ: تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا۔ وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا۔ ان سب سے اللہ جنت

کا وعدہ فرما چکا ہے اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤى اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ (الانبیاء ۱۰۱)

ترجمہ: بیشک وہ جن کے لئے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔

صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) رضائے خداوندی کے طلب گار تھے

صحابہ کرام اللہ کی رضا کے طلب گار اور صبح وشام اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ (انعام ۵۲)

ترجمہ: ان لوگوں کو فراموش نہ فرماؤ جو لوگ اپنے رب کو صبح وشام یاد کرتے اور پکارتے ہیں، اور صرف اسی کی رضا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا (سورۃ الکہف ۲۸)

ترجمہ: اے محمد ﷺ اپنے دل کو ان لوگوں کی معیت پر مطمئن رکھ جو اپنے رب کی رضا کے طلب گار ہیں اور صبح وشام اپنے رب کو پکارنے والے ہیں۔ ان لوگوں سے اپنی آنکھیں مت پھیر۔ کیا تم حیاتِ دنیا کی زینت چاہتے ہو؟ سبحان اللہ اصحاب رسول ﷺ کا کیا ہی مرتبہ ومقام ہے۔ کس قدر اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ اصحاب مصطفیٰ ﷺ قرآن مجید، حدیث شریف کو جمع کرنے، حفاظت کرنے والے اور بعد والوں تک پہنچانے والے تھے۔ ساری امت اصحاب النبی ﷺ کے احسان مند ہے۔

سابقہ آسمانی کتب میں صحابہ (رضی اللہ عنہم) کا ذکر

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ۔ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰاةِ۔ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ۔ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا (سورہ فتح ۲۹:۴۸)

ترجمہ: (جان عالم) محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ (سعادتمند) جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی ہیں کفار کے مقابلہ میں بہادر اور طاقتور ہیں۔ آپس میں بڑے رحم دل ہیں۔ تو دیکھتا ہے انہیں کبھی رکوع کرتے ہوئے اور کبھی سجدہ کرتے ہوئے، طلب گار ہیں اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے۔ ان (کے ایمان وعبادت) کی علامت ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے نمایاں ہے۔ ان کے یہ اوصاف تورات میں (مذکور) ہیں۔ نیز ان کی صفات انجیل میں بھی (مرقوم) ہیں۔ (یہ صحابہ) ایک کھیت کی مانند ہیں جس نے نکالا اپنا پٹھا پھر تقویت دی اس کو پھر مضبوط ہو گیا۔ پھر سیدھا کھڑا ہو گیا اپنے تنے پر۔ (اس کا جوبن) خوش کر رہا ہے بونے والوں کو تاکہ (آتش) غیظ میں جلتے رہیں انہیں دیکھ کر کفار۔ اللہ نے وعدہ فرمایا ہے جو ایمان لے آئے اور نیک عمل کرتے رہے ان سے مغفرت کا اور اجر عظیم کا۔ یہ آیت نعت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور منقبت صحابہ کرام ہے۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جو صلح نامہ لکھا گیا تھا اس

میں بسم اللہ شریف کے بعد یہ عبارت تھی مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) رسول اللہ کی طرف سے ہے، تو کفار نے کہا کہ ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالی کا رسول نہیں مانتے۔ اس (لفظ) رسول اللہ کو مٹادو۔ حضور علیہ السلام نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو حکم دیا کہ اس کو مٹادو۔ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے ازراہ ادب عرض کیا یارسول اللہ، یہ کام مجھ سے نہیں ہوسکتا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کلمہ کو اپنے ہاتھ سے مٹادوں۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنے دست مبارک سے محو کردیا کیونکہ صلح کرنا مقصود تھا، جنگ مقصود نہ تھی۔ اس بات کا صحابہ کو بہت دکھ ہوا تو اللہ تعالی نے قران مجید میں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ نازل فرمایا کہ اب قیامت تک کوئی اس کو مٹانہ سکے گا اور اس کو کلمہء اسلام کا جزءو قرار دے دیا گیا جسکا تمام عالم اسلام میں ورد جاری ہے۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ اور ہم نے اپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر کو بلند کردیا ہے اور یہ جملہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ مستانفہ ہے۔ اس میں اس چیز کا بیان ہے جس پر اللہ تعالی کی گواہی کافی ہے۔ اور وہ گواہی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رسول اللہ ہیں یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور یہ کلمہ تمام اوصاف جملہ پر مشتمل ہے۔ کیونکہ اس میں اسم محمد کے علاوہ منصب رسالت کا بھی بیان ہے کیونکہ اللہ کا رسول ہونا یہ ایسا کمال ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی اور کمال نہیں اور یہ لفظ رسول قران مجید کی تقریباً ۳۷ سورتوں میں تقریبا ۱۳۷ جگہ آیا ہے اور یہ کلمہ اسلام کا دوسرا جز ہے اور جز اول کا ذکر سورہ محمد میں ہے اور دوسرا جز مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ یہاں سورہ فتح میں مذکور ہے۔ تو پورا کلمہ یہ ہوا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تو اس کلمہ میں اسم ذات (محمد) اور اسم صفت

رسول دونوں مذکور ہیں۔ اور اسم محمد قران مجید کی چار سورتوں میں آیا ہے (۱) سورہ آل عمران (۲) سورہ احزاب (۳) سورہ محمد (۴) سورہ فتح۔ مگر اللہ تعالی نے قران کریم میں کہیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یا محمد اور یا احمد کہہ کر ذاتی ناموں سے ندا نہیں فرمائی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صفاتی ناموں کے ساتھ ندا فرمائی ہے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت کی دلیل ہے۔ اور احمد بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذاتی نام ہے جو سورہ صف میں آیا ہے۔

صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بحالت ایمان دیدار کرنا تمام فضیلتوں سے زیادہ فضیلت ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی حنفی ماتریدی رحمہ اللہ تعالی (متوفی ۱۰۳۲ھ) فرماتے ہیں واصحاب کرام بدولت صحبت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام از اولیاء امت افضل امدند، ہیچ ولی مرتبہ صحابی نرسد (مکتوبات)۔ ترجمہ: صحابہ کرام خیر البشر کی صحبت کی بدولت اُمت کے تمام ولیوں سے افضل ہیں۔ کوئی ولی صحابی کے مرتبہ و مقام کو نہیں پہنچ سکتا۔

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ تعالی (متوفی ۱۰۳۴) ارشاد فرماتے ہیں:

وَمِمَّا يَنْبَغِيْ اَنْ تَعْلَمَ اَنَّ الْاِنْكَارَ عَنْ بَعْضٍ اِنْكَارٌ عَنْ جَمِيْعِهِمْ فَاِنَّهُمْ فِيْ فَضِيْلَةِ صُحْبَتِهٖ خَيْرِ الْبَشَرِ مُشْتَرِكُوْنَ۔ وَفَضِيْلَةُ الصُّحْبَةِ فَوْقَ جَمِيْعِ الْفَضَائِلِ وَالْكَمَالَاتِ۔ (مکتوبات دفتر اول ص ۱۳۹، مکتوب نمبر ۵۹)

ترجمہ: اور ضابطے کے وجوہات ذہن میں ہونے چاہیے۔ بعض صحابہ کرام کا انکار سب کا انکار ہے کیونکہ خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کی فضیلت میں یہ سب حضرات مشترک ہیں۔ اور صحبت کی فضیلت سب فضائل وکمالات سے فائق اور بلند ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ تعالیٰ جو تمام تابعین میں سے بہتر ہیں کسی ایک صحابی کے درجے کو نہیں پہنچ سکے۔ لہٰذا صحبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی فضیلت کے برابر کوئی چیز نہیں کیونکہ ان صحابہ کا ایمان صحبت اور نزول وحی کی برکت سے شہودی ہو چکا ہے اور ایمان کا یہ رتبہ صحابہ کرام کے بعد کسی کو بھی نصیب نہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۱۰۵۲ھ) فرماتے ہیں
وخود کدام دلیل واضح تر ازیں باشد کہ بے واسطہ جمال مصطفیٰ می رادیدہ باوے صحبت داشتہ۔ دین وقران وسنت راز زبان وے شنیدہ بلاواسطہ بامر ونہی الٰہی مخاطب گشتہ وجان ومال واولاد واحفاد رابے دریغ درراہ او بختہ وبتحقیقت آنچہ بیک نظر جمال وے دیدن ودمے دربزم او نشیند وحرف از زبان او گوش کردن حاصل شود مدت العمر دیگر اں را بخلوات واربعینات دست بہم ندہد۔ (تکمیل الایمان ص ۱۳۲، بغیۃ الرائد شرح عقائد ص ۱۲۳)

اور اس سے خاص اور زیادہ واضح دلیل (فضیلت صحابہ کی) کونسی ہوگی کہ انہوں نے بغیر کسی واسطہ وپردہ کے جمال مصطفیٰ کو دیکھا ہے اور صحابہ نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ صحبت مجلس اور ہم نشینی رکھی ہے اور قرآن وحدیث کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک زبان سے سنا ہے اور بلا واسطہ اللہ تعالیٰ کے حکم ونہی سے مخاطب کئے گئے ہیں اور جان

و مال اولاد اور پوتوں کو ان کی راہ میں بے تحاشہ قربان کیا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ صرف ایک نگاہ سے حضور علیہ السلام کے جمال باکمال کو دیکھنے اور ایک لمحہ ایک گھڑی ان کی مجلس شریف میں بیٹھنے اور ان کی زبان پاک سے ارشادات سننے سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے، جو مقام و مرتبہ ملتا ہے اور فائدہ ہوتا ہے، وہ دوسروں کو پوری زندگی میں خلوتوں اور چلوں سے حاصل نہیں ہوسکتا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۱۳۹۱ھ) لکھتے ہیں اسلام میں صحابیت سب سے بڑا درجہ ہے۔ پیغمبر کے بعد صحابی ہی اعلیٰ رتبہ والے ہیں۔ تمام دنیا کے اولیاء، اقطاب، ابدال، غوث صحابی کی گرد کو نہیں پہنچ سکتے اور کیوں نہ ہو کہ صحابی صحبت یافتہ جناب مصطفیٰ عَلَیہِ التَحِیَۃُ وَ الثَنَاء ہیں۔۔۔ یوں سمجھو کہ جہاد کرنیوالا غازی ہے، قرآن پڑھنے والا قاری، نماز پڑھنے والا نمازی، اسلامی فیصلے کرنیوالا قاضی کعبہ کو دیکھ آنے والا حاجی، مگر چہرہ پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیکھنے والا مؤمن صحابی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مسلمانوں میں حاجی، غازی، نمازی، قاضی سب ہوسکتے ہیں مگر صحابی کوئی نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب کچھ دے گئے مگر اپنا دیدار ساتھ لے گئے۔ کل صحابہ کرام ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں یعنی انبیاء کی تعداد کے برابر۔ پھر جیسے انبیاء کرام مختلف درجے والے ہیں ایسے ہی صحابہ کرام مختلف مرتبہ والے (امیر معاویہ پر ایک نظر ص۱۱)۔ جس طرح نبوت و رسالت وھبی ہے کسبی نہیں اسی طرح صحابیت بھی وھبی ہے کسبی نہیں۔ اسی لئے امت میں اولیاء اللہ ہیں مگر صحابی نہیں۔

شارح بخاری محمد ابوالحسن اھل حدیث سیالکوٹی لکھتے ہیں اور جمھور کا یہ مذھب ہے کہ

صحبت کی فضیلت کے برابر کوئی عمل نہیں واسطے دیکھنے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے (فیض الباری پارہ ۱۴ص ۱۴۰) یعنی بحالت ایمان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھنا اور ان کی ملاقات کرنا ایک ایسا عمل کہ اس کے برابر کوئی عمل نہیں ہے۔ مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یک زمانہ صحبت با اولیاء   بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

جب والی کامل کی صحبت کا یہ عالم ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت پاک کا کیا عالم ہوگا۔ بعض لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کی تاثیر کے منکر ہیں لیکن انہیں جاننا چاہیے کہ نوح علیہ السلام کا بیٹا بُروں کی صحبت سے دولت ایمان سے محروم رہا۔ اور اصحاب کہف کے کتّے کو اچھوں کی صحبت سے فضیلت حاصل ہوئی۔ اور جو صحبت رسول کی تاثیر کے منکر ہیں وہ کمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو نہیں مانتے۔

وَيُزَكِّيهِمْ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں پاک فرماتے ہیں۔ یہ صحابہ کرام کی شان میں ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۱۰۳۴ھ لکھتے ہیں و اختلافاتے کہ درمیان اصحاب پیغمبر علیہم الصلوٰۃ والتسلمات واقع شدہ نہ از ہوائے نفسانی بود چہ نفس شریفہ ایشاں تزکیہ یافتہ بودند و از امارہ باطمینان رسیدہ ہوائے ایشاں تابع شریعت شدہ بود بلکہ آن اختلاف مبنی بر اجتہاد بود و اعلائے حق (مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۸۰)۔

صحابہ کرام میں جو اختلاف واقع ہوا ہے وہ خواہش نفسانی کی وجہ سے نہ تھا کیونکہ ان کے نفوس شریفہ تزکیہ یافتہ تھے اور (نفس) امّارہ کے بجائے مطمئن ہو چکے تھے۔ ان کی خواہش شریعت کے تابع ہو چکی تھی بلکہ ان کا باہمی اختلاف اجتہاد اور کلمہ حق بلند کرنے پر مبنی تھا (اور ان کے درمیان مشاجرات خطاء اجتہادی پر تھے نہ کہ ذاتی عناد

اور نفسانی خواہش پر)

امت کے بہترین لوگ (اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (سورہ آل عمران ۱۱۰)

ترجمہ: تم بہترین امت ہو جو ظاہر کی گئی لوگوں کی (بھلائی کے) لئے

حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ (بخاری کتاب الفضائل اصحاب النبی حدیث ۳۶۴۹) سب لوگوں سے بہترین میرے زمانے کے لوگ ہیں (صحابہ)۔ پھر وہ لوگ بہترین ہیں جو اصحاب سے ملے ہوئے ہیں (تابعین)۔ پھر وہ لوگ بہترین ہیں جو تابعین سے ملے ہوئے ہیں (تبع تابعین)۔

خیال رہے کہ زمانہ صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظہور نبوت سے ایک سو بیس سال رہا ہے یعنی تقریبا ۱۰۰ھ تک اور زمانہ تابعین ۱۰۰ھ سے ۱۷۰ھ تک رہا ہے اور زمانہ تبع تابعین ۱۷۰ھ سے ۲۲۰ھ تک (مرات)۔ یعنی ۲۰۰ برس تک۔ اس کے بعد مسلمانوں میں بڑے بڑے اختلاف اور فتنے پیدا ہوئے۔

چنانچہ حضرت عمران بن حصین (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

خَيْرُ اُمَّتِي قَرْنِي ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ اِنَّ بَعْدَهُمْ قَوْمٌ يَّشْهَدُوْنَ وَلَا يُسْتَشْهَدُوْنَ وَيَخُوْنُوْنَ وَلَا يُؤْتَمَنُوْنَ وَ يُنْذِرُوْنَ وَلَا يَفُوْنَ وَيَظْهَرُ فِيْهِمُ السِّمَنُ (صحیح بخاری، باب فضائل اصحاب النبی) وَفِيْ رِوَايَةٍ

وَّیَحْلِفُوْنَ وَلَا یُسْتَحْلَفُوْنَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔ وَفِیْ رِوَایَةٍ لِّمُسْلِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ثُمَّ یَخْلُفُ قَوْمٌ یُّحِبُّوْنَ السَّمَانَةَ (مشکوٰۃ)۔

میری امت کے بہترین لوگ میرے زمانہ کے لوگ (صحابہ) ہیں۔ پھر وہ لوگ بہترین ہیں جو اُن کے ساتھ متصل ہیں (تابعین)۔ پھر جو ان کے ساتھ متصل ہیں۔ پھر ان کے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو گواہی دیں گے حالانکہ ان سے گواہی طلب نہیں کی گئی ہوگی، وہ خیانت کریں گے اور ان پر اعتماد نہیں کیا جائے گا، وہ نذر مانیں گے اور اسے پورا نہیں کریں گے، اور ان میں موٹاپا ظاہر ہوگا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ قسم کھائیں گے حالانکہ ان سے قسم طلب نہیں کی جائے گی (بخاری و مسلم)۔ امام مسلم کی روایت میں حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے پھر ان کے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو موٹاپے کو محبوب رکھیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کو بالترتیب فضیلت حاصل ہے۔

ملا علی قاری (علیہ رحمۃ الباری) لکھتے ہیں اس کے بعد بدعتوں کا ظہور شروع ہوگیا۔ معتزلہ نے جنم لیا، فلاسفہ اور نام نہاد عقلاء نے سر اٹھایا، ان لوگوں نے دین کو مسخ کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔ پھر قرآن کو مخلوق کہنے کا فتنہ اٹھا جس نے اہل علم کو زبردست امتحان سے دوچار کیا، لوگوں کی دینی زندگی کو گھن لگنے لگا، نت نئے افکار و خیالات جنم لینے لگے، اختلافات و نزاعات پھیلنے لگے، آخرت کا خوف کم ہوا، دنیا کی طرف رجحان بڑھنے لگا، احکام شریعت اور سنت کی اتباع میں اس قدر خلل و نقصان پڑا کہ اخلاقی زندگی مجروح ہونے لگی، اور لوگوں کا وہ حال ہونے لگا جس کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے ثُمَّ یَفْشُوا الْکِذْبَ (جھوٹ عام ہوجائے گا) کے الفاظ سے دی تھی (مرقاۃ)۔
درحقیقت اختلافات کا آغاز تو حضرت عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) کے دور خلافت کے آخر
میں پیدا ہو گیا تھا پھر آہستہ آہستہ بڑھتا گیا یہاں تک کہ دور خیر القرون کے بعد بہت ہی
سیاسی مذہبی اختلافات پیدا ہوئے جس سے مسلمانوں کو نقصان پہنچا۔

اللہ منع فرماتا ہے وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ
رِیْحُکُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ (سورہ الانفال آیت ۴۶)
ترجمہ: اور اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی، آپس میں نہ جھگڑو ورنہ تم کم
ہمت ہو جاؤ گے، تمہاری ہوا اکھڑی ہو جائے گی اور (ہر مصیبت میں) صبر کرو، بے شک
اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت بیان کرتے ہیں کہ
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا مَنْ رَاٰنِیْ اَوْرَاٰی مَنْ رَاٰنِیْ
(ترمذی)۔ ترجمہ: اس مسلمان کو (دوزخ کی) آگ نہ چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا
ہوگا یا اس شخص کو دیکھا ہوگا جس نے مجھ کو دیکھا (ترمذی)۔ اس میں صحابہ اکرام اور
تابعین کی فضیلت کا بیان ہے۔

عدالت صحابہ اکرام (رضی اللہ عنہم)

صحابہ کی عدالت وصداقت قرآن وحدیث وآئمہ محدثین ومتکلمین کے ارشادات
سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔ (سورہ آل عمران ۱۱۰

ترجمہ: تم بہترین امت ہو جو ظاہر کی گئی لوگوں (کی بھلائی) کے لئے۔

وَالصَّحَابَةُ هُمْ اَوَّلُ المخاطِبِيْنَ بِهٰذِهِ الاٰية لِاَ نَّهُمْ رَعِيْلِ الْاَوَّلِ وَقَدْ خُصَّ بَعْضُ الْمُفَسِّرِيْنَ اَنَّهَا وَارِدَةٌ فِيْ اَصْحَابِ الرَّسُوْلِ (دراسات فی الجرح والتعدیل ص ۱۶۷) اور صحابہ ہی پہلے مخاطب ہیں کیونکہ وہ پہلا اسلامی قافلہ ہے اور بعض مفسرین نے خاص کیا ہے کہ بیشک یہ آیت اصحاب رسول کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ (سورہ البقرۃ ۱۴۳)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے بنادیا تمہیں بہترین امت تاکہ تم بنو گواہ لوگوں پر۔

اَیْ عَدُوْلًا۔ قَالَ ابنُ الصَلَاحِ فِیْ مُقَدَّمَتِهٖ وَهُوَ خِطَابٌ مَعَ الْمَوجُو دِيْنَ فِیْ ذٰلِكَ الْعَصْرِ (دراسات)

ترجمہ: یعنی صحابہ عادل ہیں۔ ابن صلاح نے اپنے مقدمہ میں کہا ہے یہ خطاب ان کے ساتھ ہے جو اس زمانے میں جو موجود تھے اور وہ صحابہ کرام تھے۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام خیر الامم اور عادل ہیں۔

چنانچہ علامہ خطیب بغدادی لکھتے ہیں لِاَنَّ عَدَالَةَ الصَّحَابَةِ ثَابِتَةٌ مَعلُومَةٌ بِتَعدِيلِ اللّٰهِ لَهُم، وَاِخبَارُهٗ عَن طَهَارَتِهِم، وَاِختِيَارُهٗ لَهُم فِيْ نَصِّ القُرآنِ۔ فَمِن ذٰلِكَ قَولُهٗ تَعَالٰى كُنتُم خَيرَ اُمَّةٍ اُخرِجَت لِلنَّاسِ۔ (ص ۴۶)

ترجمہ: صحابہ کرام کا عادل ہونا ان کے حق میں اللہ کی تعدیل اور ان کے حق میں تزکیہ کی خبر دینے اور ان کو اپنی کتاب میں پسندیدہ قرار دینے کی وجہ سے یقیناً ثابت

ہے۔ اسی لئے اللہ تعالی کا فرمان ہے تم بہترین امت ہو جسے نکالا گیا ہے لوگوں کی (بھلائی) کے لئے۔ حدیث صحیح کے راوی کے لئے جو اوصاف ضروری ہیں اُن سے عدالت پہلی شرط ہے۔

اسی طرح امام ابن اثیر الجزری رحمہ اللہ (م ۶۴۰ھ) لکھتے ہیں: والصحابة يشارکون سائر الرواة فی جمیع ذلك الا فی الجرح والتعدیل فانهم کلهم عدول لا یتطرق الیهم الجرح لان الله عزوجل ورسوله زکاهم وعدلاهم وذلك مشهور لا نحتاج لذکره (اسد الغابہ ج ا ص ۱۴)

حضرات صحابہ کرام تمام باتوں میں راویوں کے ساتھ شریک ہیں مگر جرح وتعدیل میں نہیں، کیونکہ صحابہ کرام سب کے سب عادل اور ثقہ ہیں ان پر جرح نہیں کی جاسکتی، اس لئے کہ اللہ تبارک تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا تزکیہ اور ان کی تعدیل فرمائی ہے، اور صحابہ کرام کی تزکیہ وتصفیہ کی یہ بات اتنی مشہور ہے جس کے ذکر کی بھی ضرورت نہیں۔

عدالت کا معنی

عدالت ایک مشترک لفظ ہے جس کے مختلف معنی ہیں مثلاً:

۱) کبھی عدالت جور وظلم کے مقابل میں بولا جاتا ہے اور اس وقت یہ لفظ انصاف کے مرادف ہوجاتا ہے۔

۲) کبھی فسق وفجور کے مقابل میں استعمال کیا جاتا ہے اور اس وقت یہ لفظ تقویٰ کا ہم معنی ہوتا ہے۔

۳) کبھی یہ لفظ صرف عصمت پر دلالت کرتا ہے اور یہ وصف صرف انبیاء اور ملائکہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

۴) کبھی یہ لفظ گناہوں سے محفوظ رہنے پر دلالت کرتا ہے اور نتائج کے لحاظ سے اگرچہ اس میں اور عصمت میں کوئی فرق نہیں تاہم عصمت ایک ملکہ فطری و وہبی ہے اور گناہوں سے محفوظ رہنا ایک ملکہ کسبی ہے۔ اسی بنا پر انبیاء علیہم السلام کو معصوم اور اولیاء کو محفوظ کہا جاتا ہے۔

۵) کبھی عدالت کے معنی روایت حدیث میں جھوٹ سے بچنے کے ہوتے ہیں اور اس معنی میں عادل اس شخص کو کہتے ہیں جو روایت حدیث میں دروغ بیانی نہ کرتا ہو۔

لیکن یہ کسی محدث کا دعویٰ نہیں ہے کہ صحابہ کوئی کام انصاف کے خلاف نہیں کر سکتے۔ ان سے کوئی فعل تقویٰ وطہارت کے خلف صادر نہیں ہو سکتا۔ وہ انبیاء کی طرح معصوم ہیں یا وہ تمام گناہوں سے محفوظ ہیں بلکہ ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ کوئی صحابی روایت کرنے میں دروغ بیانی سے کام نہیں لیتا۔ چنانچہ ابن الانباری کا قول ہے کہ لیس المراد بعدالتھم ثبوت العصمة لھم واستحالہ المعصیة منھم وانما المراد قبول روایاتھم من غیر تکلف البحث عن اسباب العدالة وطلب التزکیة الا ان یثبت ارتکاب قارح لم یثبت ذلك۔

ترجمہ: صحابہ (رضی اللہ عنہ) کی عدالت سے یہ مراد نہیں کہ صحابہ (رضی اللہ عنہ) بالکل معصوم ہیں اور ان سے گناہ کا سرزد ہونا محال ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ ان کی روایتوں کو اسباب عدالت وثقاہت کی چھان بین کے بغیر قبول کر لینا چاہیئے بجز اس صورت کے

جب وہ ایسے امر کا ارتکاب کریں جو روایات میں قادح ہو اور یہ ثابت نہیں ہے۔

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ اہل سنت کا یہ مقررہ عقیدہ ہے کہ صحابہ (رضی اللہ عنہ) کل کے کل عادل ہیں۔ یہ لفظ بار بار بولا گیا ہے اور میرے والد مرحوم شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس لفظ کی حقیقت سے بحث کی تو یہ ثابت ہوا کہ اس موقع پر عدالت کے متداول معنی مراد نہیں ہیں۔ بلکہ صرف عدالت فی روایۃ الحدیث مراد ہے اس کے سوا اور کچھ مراد نہیں ہے اور اس عدالت کی حقیقت روایات میں جھوٹ سے بچنا ہے کیونکہ ہم نے تمام صحابہ (رضی اللہ عنہ) کی سیرت کو خوب ٹٹولا یہاں تک کہ ان لوگوں کی سیرت کا بھی مطالعہ کیا جو خانہ جنگیوں، فتنوں اور لڑائی، جھگڑوں میں شریک ہوئے۔ تو ہم کو معلوم ہوا کہ وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق دروغ بیانی کو سخت ترین گناہ سمجھتے ہیں اور اس سے شدت کے ساتھ احتراز کرتے ہیں۔ (سیر الصحابہ ج ۵ ص ۲۶) یہ عدالت صحابہ کا معنی فتاوی عزیزی ج ۱ ص ۹۶۔ اور ج ۲ ص ۶۸، پر تفصیلا بیان کیا گیا ہے لیکن جمہور العلماء اس معنی سے اتفاق نہیں کرتے۔

چنانچہ مفتی تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں کہ صحابہ کرام نہ تو معصوم تھے اور نہ فاسق، یہ ہوسکتا ہے کہ ان میں سے کسی سے بعض مرتبہ بتقاضائے بشریت دو ایک یا چند غلطیاں سرزد ہوگئی ہوں لیکن تنبیہ کے بعد انہوں نے توبہ کر لی اور اللہ نے انہیں معاف فرمادیا، اس لئے وہ ان غلطیوں کی بناء پر فاسق نہیں ہوئے۔ چنانچہ یہ نہیں ہوسکتا کہ کسی صحابی نے گناہوں کو اپنی پالیسی بنالیا ہو جس کی وجہ سے اسے فاسق قرار دیا جاسکے

(حضرت معاویہ اور تاریخی حقائق ص ۱۴۰)

صحابہ (رضی اللہ عنہم) کی عدالت میں تفتیش جائز نہیں

تمام علماء اصول حدیث اور محدثین عظام اس بات پر متفق ہیں کہ ہر راوی غیر صحابی کی عدالت کے متعلق چھان بین اور بحث کی جائے گی مگر صحابی کی عدالت میں تفتیش جائز نہیں۔ اس کو بلاچون وچرا عادل تسلیم کرنا ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے افضل الرسل جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنکی عدالت وثقات پر قطعی دلیلوں کے انبار لگادیے ہیں۔ فضائل صحابہ ص ۴۹ میں ہے جو آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کی شکل میں ہے، عصمت کے سوا سب کمالات سے صحابہ متصف ہیں۔

تمام صحابہ عادل ہیں۔ عادل عدول کی جمع ہے جس کا معنی حصے برابر کرنا، عدل و انصاف کرنا اور حق پر قائم رہنا۔ اس کا معنی بیان کرتے ہوئے علامہ ابن الصلاح فرماتے ہیں تَفصِیلُهُ اَن یَّکُونَ مُسلِمًا، بَالِغًا، عَاقِلاً، سَالِمًا مِن اَسبَابِ الفِسقِ وَخَوَارِمُ المُرُوَّةِ۔ ترجمہ: اس کی تفصیل یہ ہے کہ انسان مسلمان، بالغ، عاقل ہو، اور اسباب فسق سے نیز خلافِ مروت افعال سے محفوظ ہو (علوم الحدیث لابن صلاح)۔

امام ابی عمرو عثمان بن عبدالرحمن الشہرزوری (متوفی ۶۴۳ھ) لکھتے ہیں

لِلصَّحَابَةِ بِاَسرِهِم خَصِیصَةٌ وَهِیَ اَنَّهُ لَا یُسئَلُ عَن عَدَالَةِ اَحَدٍ مِّنهُم، بَل ذٰلِكَ اَمرٌ مَفرُوغٌ مِّنهُ لِكَونِهِم عَلَى الاِطلَاقِ مُعَدَّلِینَ بِنُصُوصِ الكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَاِجمَاعِ مَن یَعتَدُّ بِهِ فِی الاِجمَاعِ مِنَ الاُمَّةِ

(مقدمہ ابن الصلاح ص ۳۰۲، علوم الحدیث)

ترجمہ: تمام صحابہ کرام کی ایک خصوصیت ہے اور وہ یہ ہے کہ ان میں سے کسی کی

عدالت (ثقہ و متقی) ہونے کا سوال بھی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ ایک طے شدہ مسئلہ ہے کہ ان کی عدالت قرآن و سنت کی نصوص قطعیہ اور اجماع امت جن لوگوں کا معتبر ہے، ان کے اجماع سے ثابت ہے۔

شیخ الاسلام محی الدین ابو زکریا یحییٰ نووی (متوفی ۶۷۶ھ) فرماتے ہیں

اَلصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عَدُوْلٌ مَنْ لَابَسَ الْفِتَنَ وَغَيْرُهُمْ بِإِجْمَاعِ مَنْ يُعْتَدُّ بِهٖ

(التقریب مع شرح فتح القریب ص ۲۰۵)

ترجمہ: جن لوگوں کے اجماع کا اعتبار ہے ان سب کے اجماع کے ساتھ صحابہ تمام کے تمام عادل ہیں، خواہ فتنوں میں شرکت کی ہو یا نہ کی ہو۔

امام ابوعبداللہ محمد قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۶۷۱ھ) فرماتے ہیں فَالصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عَدُوْلٌ اَوْلِيَاءُ اللهِ وَاَصْفِيَائُهُ وخَيْرَتُهٗ من خَلْقِهٖ بَعْدَ اَنْبِيَائِهٖ وَرُسُلِهٖ۔ هٰذا مَذْهب اَهْلُ السُّنَّةِ وَالَّذِی عَلَيْهِ الْجَمَاعَةُ مِنَ الْاَئِمَّةِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ

(تفسیر قرطبی ج ۱۶ ص ۵۷۱)

ترجمہ: صحابہ سب کے سب عادل ہیں، اللہ تعالیٰ کے اولیاء اور اصفیاء ہیں، انبیاء کرام اور رسل کے بعد وہ اس کی بہترین مخلوق ہیں، یہ اہل سنت کا مذہب ہے اور اس امت کے ائمہ کی جماعت کا بھی یہی نقطہ نظر ہے۔

ایک چھوٹے سے گروہ کی رائے یہ ہے (جس کی کوئی حیثیت نہیں) کہ صحابہ کا حال دوسروں کے حال کی طرح ہے اس وجہ سے ان کی عدالت کے بارے میں بحث ضروری ہے۔ ان سے کچھ ایسے ہیں جو ان کے احوال کے درمیان بداءۃ (شروع) امر

کے حوالے فرق کرتے ہیں۔ کہا: پہلے پہل وہ عادل تھے پھر ان کے احوال بدل گئے۔ ان میں جنگیں اور خون خرابہ ہوا اس لیے بحث ضروری ہے۔ ان کا یہ قول مردود ہے کیونکہ صحابہ کرام میں سے بہترین اور جلیل القدر ہستیاں جیسے حضرت علی شیر خدا، حضرت طلحہ، حضرت زبیر جو ان ہستیوں میں سے ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے تعریف کی، ان کا تذکرہ کیا۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا، انہیں راضی کیا اور اس ارشاد کے ساتھ ان کے ساتھ جنت کا وعدہ کیا: مَّغۡفِرَةٌ وَّاَجۡرًا عَظِیۡمًا، خصوصاً دس عشرہ مبشرہ جن کی جنت کی بشارت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دی۔ وہ سردار ہیں جبکہ ان کے بارے میں کثیر آزمائشیں اور امتحانات آتے رہے۔ یہ سب کچھ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہوا جسکی خبر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انہیں دے گئے تھے۔ ایسے امور ان کے مرتبہ اور فضیلت کو ساقط کرنے والے نہیں کیونکہ یہ امور اجتہاد پر مبنی ہیں اور ہر مجتہد ثواب کا مستحق ہوتا ہے (تفسیر قرطبی ج۸ ص۱۷۵)

میر سید جمال الدین عطاء اللہ محدث شیرازی (متوفی ۹۳۰ھ) رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: بدانکہ صحابہ (رضی اللہ عنہ) باجمعہم خصوصیتے است کہ سائر امت رانیست وآن خصوصیت انست کہ بحث از عدالت ایشاں نکند بلکہ جملہ را بلا بحث عدل شمرند مگر کسے کہ فسق وخلاف مروت او شرعا ثابت شود زیراکہ ببرکت صحبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از اسباب فسق (وخوارم) مروت مصون ومحفوظ اند خداوند سبحانہ وتعالیٰ در چند محل از قرآن مجید اوصاف وفضائل ایشان را بیان فرسودہ وآن فرقہ کا ناجیہ راصفت خیریت وعدالت استودہ چنانکہ میفر ماید كُنۡتُمۡ خَيۡرَ اُمَّةٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَتَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ دور آیت دیگر میفر ماید۔ اُمَّةً وَّسَطًا ای عدلا جماعتی کثیر از ائمہ تفسیر بر آنند کہ مخاطب ور آیتین

کریمتین صحابہ کرام اند (روضۃ الاحباب ج ۲ ص ۴)۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۹۸۵ھ) لکھتے ہیں ثم انه قد ثبت بالآیات و الاحادیث فضل الصحابة وشرفهم ما لا سبیل معه الی الانکار و الشك فی ذلك وموتهم علی الکفر کما یزعم الروافض وما نقل من ذلك عن واحد او اثنین منهم کعبد الله بن جحش وابن خطل فنادر ولم یکن ایمانهم حقیقة او لم یکونوا داخلین فی حیطة هذه الفضائل والکرامات وقد اخذ من قوله لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ (الفتح ۲۹) کفر من یبغضهم ویغیظهم، مع ما ثبت منهم من الهجرة والجهاد ونصرة الاسلام وبذل المهج والاموال و قتل الاباء و الاولاد و المناصحة فی الدین وقوة الایمان والیقین (لمعات التنقیح، ج۹، ص۵۷۸)

مفتی احمد یار خان لکھتے ہیں کوئی صحابی فاسق یا فاجر نہیں۔ سارے صحابی متقی پرہیزگار ہیں یعنی اوّلاً تو ان سے گناہ سرزد نہیں ہوتے اور اگر سرزد ہو جائیں تو رب تعالیٰ اُنہیں توبہ کی توفیق عطا فرماتا ہے اور وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مجھے پاک فرما دو۔ صحابیت اور فسق جمع نہیں ہو سکتے جیسے اندھیرا اور اُجالا جمع نہیں ہو سکتے۔ جس طرح سارے نبی گناہ سے معصوم ویسے ہی سارے صحابہ فسق سے مامون ومحفوظ ہیں کیونکہ قرآن کریم نے اُن سب کے عادل، متقی، پرہیزگار ہونے کی گواہی دی اور اُن سے وعدہ فرمایا مغفرت وجنت کا۔ رب فرماتا ہے وَ اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَ كَانُوْۤا اَحَقَّ بِهَا وَ اَهْلَهَا۔

ترجمہ: اللہ نے پرہیزگاری کا کلمہ ان سے لازم کردیا اور وہ اس کے مستحق تھے۔

أُولَٰئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ۔

ترجمہ: یہ اُن الزاموں سے بری ہیں جو لوگ کہتے ہیں، ان کیلئے بخشش ہے اور اچھی روزی (امیر معاویہ پر ایک نظر ص ۱۴)

عدالت صحابہ (رضی اللہ عنہم) پر نکتہ چینی کرنے والے کون لوگ ہیں

اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عدالت پر نکتہ چینی کرنے والے چار فرقے ہیں: شیعہ، خارجی، ناصبی، معتزلی۔ اور اسی طرح صحابہ کرام پر نکتہ چینی کرنے والوں میں تفضیلیہ فرقہ اور اخوان المسلمین، سید قطب، جماعت اسلامی کے بانی وغیرھم بھی ہیں۔ اہل سنت وجماعت کے علاوہ تمام فرقے صحابہ کی عظمت وفضیلت کا انکار کرتے ہیں اور ان کے عیوب ونقائص نکالتے ہیں۔ ترحم وترضی کی بجائے لعن وطعن کرتے ہیں اور الزامات لگاتے ہیں اور جن آیات میں منافقین کا ذکر ہے ان سے صحابہ کو مراد لیتے ہیں اور اسی طرح جن حدیثوں میں منافقین کا ذکر ہے ان سے صحابہ کرام کو مراد لیتے ہیں۔ اور ان کے استدلال بے سند تاریخی روایات ہیں جن کو مؤرخین نے دَورِ بنی عباس میں گھڑ لیا تھا اور انہوں نے رطب ویابس میں تمیز کئے بغیر نقل کیا۔ مسلمانوں کے اجماع میں ان لوگوں کی حیثیت پرکاہ کے برابر نہیں ہے، اس لیے ان کی مخالفت کسی شمار میں نہیں ہے۔

اور عدالت صحابہ قرآن وحدیث اور ائمہ دین کے اقوال وارشادات سے ثابت ہے۔

صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) پر تنقید کرنا جائز نہیں

علامہ شہاب الدین احمد الخفاجی مصری متوفی ۱۰۶۹ھ رحمہ اللہ تعالی (متوفی

۱۰۶۹) فرماتے ہیں صحابہ سب کے سب عادل ہیں هٰذَا سَبَبُ مَا حَكَاهُ اِمَامُ الْحَرَمَيْنِ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى مِنَ الْاِجْمَاعِ عَلٰى عَدَالَتِهِمْ كُلِّهِمْ صَغِيْرِهِمْ وَكَبِيْرِهِمْ فَلَا يَجُوْزُ الانْتِقَادُ عَلَيْهِمْ بِمَا صَدَرَ عَنْ بَعْضِهِمْ مِمَّا اَدّٰى اِلَيْهِ اِجْتِهَادُهٗ لِمَّا اَوْجَبَ الْقَطْعُ فَاِنَّهُمْ خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ (نسیم الریاض ج ۴ ص ۵۱۹)۔ یہی وجہ ہے کہ امام الحرمین رحمہ اللہ تعالیٰ (امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کے استاد) نقل فرماتے ہیں کہ تمام صحابہ چھوٹے بڑے سب کے عادل ہونے پر علماء کا اتفاق ہے اس لئے کہ اپنے اجتہاد کی بناء پر بعض حضرات سے جو کام سرزد ہوئے ان کی وجہ سے ان پر تنقید کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ ضروری ہے یقین کرنا کہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نبیوں اور رسولوں کے بعد سب سے افضل ہیں۔

امام ابوزرعہ عبدالکریم رازی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۲۶۴ھ) نے فرمایا اِذَا رَاَيْتَ الرَّجُلَ يَنْتَقِصُ اَحَدًا مِنْ اَصْحَابِ رسول الله ﷺ فَاعْلَمْ اِنَّهٗ زِنْدِيْقٌ وَذٰلِكَ اَنَّ الرَّسُوْلَ ﷺ حَقٌّ وَالْقُرْاٰنُ حَقٌّ وَمَا جَاءَ بِهٖ حَقٌّ وَاِنَّمَا اَدّٰى اِلَيْنَا ذٰلِكَ كُلَّهُ الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَالْمُنْتَقِصُوْنَ لَهُمْ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَجْرَحُوْا شُهُوْدَنَا لِيُبْطِلُوا الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ۔ وَالْجَرْحُ بِهِمْ اَوْلٰى (الاجوبۃ العراقیۃ الاٰلوسیۃ ص ۱۱)

ترجمہ: آپ جب کسی آدمی کو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں سے کسی کو برا بھلا کہتے ہوئے دیکھیں تو آپ جان لیں کہ وہ بے دین ہے۔ یہ اس لیے کہ بے شک رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمارے نزدیک سچے ہیں اور قرآن سچا ہے۔ قرآن اور سنتوں (احادیث) کو اصحاب رسول اللہ نے ہم تک پہنچایا ہے۔ وہ (صحابہ کو برا کہنے والے) چاہتے ہیں کہ

ہمارے واسطوں (گواہوں) کو مجروح کر دیں تا کہ کتاب اور سنت کو باطل کر دیں۔ لہٰذا ان پر جرح کرنا زیادہ بہتر ہے اور وہ زنادقہ (بے دین) ہیں۔

مفتی احمد یار خان رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۱۳۹۱ھ) لکھتے ہیں کہ قرآن کریم صحابہ کرام کی حقانیت اور صداقت کا اعلان فرما رہا ہے اور فرماتا ہے آلٓمٓ۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ (سورہ بقرہ ۱، ۲)۔ وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) شک کی جگہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اعلان کیا کہ قرآن میں کوئی شک وتردد نہیں۔ شک کی چار صورتیں ہوسکتی ہیں، یا تو بھیجنے والا غلطی کرے یا لانیوالا غلطی کرے یا جس کے پاس آیا ہو وہ غلطی کرے یا جنہوں نے اس سے سن کر لوگوں کو پہنچایا انہوں نے دیانت سے کام نہ لیا ہو۔ اگر ان چاروں درجوں میں کلام محفوظ ہے تو واقعی شک وشبہ کے لائق نہیں۔ قرآن شریف کا بھیجنے والا اللہ تعالیٰ اور لانیوالے حضرت جبرائیل علیہ السلام، لینے والے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہم تک پہنچانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ۔ اگر قرآن شریف اللہ تعالیٰ، جبرئیل علیہ السلام، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک محفوظ رہے لیکن صحابہ کرام (رضی اللہ عنہ) سچے نہ ہوں اور ان کے ذریعہ قرآن ہم کو پہنچے تو یقیناً قرآن میں شک پیدا ہوگیا کیونکہ فاسق کی کوئی بات قابل اعتبار نہیں ہوتی۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے اِنْ جَآءَ كُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا (سورہ حجرات) گر تمہارے پاس فاسق کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لیا کرو، اب قرآن کا بھی اعتبار نہ ہوگا، قرآن پر یقین جب ہی ہوگا کہ صحابہ کرام کے تقویٰ ودیانت پر یقین ہو (علم القرآن ص ۱۷۲) تو جس کا صحابہ کرام کی صداقت وعدالت پر یقین نہیں تو اس کا قرآن پر کب یقین ہوگا۔

علامہ عبدالحی لکھنوی (متوفی ۱۳۰۴ھ) لکھتے ہیں وقد تطلق العدالة علی التجنب عن تعمد الكذب فی الرواية وانحراف فيها بارتكاب ما يوجب عدم قبولها۔ وهذا المعنی هومراد المحدثين من قولهم: الصحابة كلهم عدول (ظفر زمانی ص ۳۲۳)

صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سب سے زیادہ خوش نصیب ہیں

حضرت عبداللہ بن بسر صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا طُوْبٰی لِمَنْ رَآنِیْ وَطُوْبٰی لِمَنْ رَاٰی مَنْ رَاٰنِیْ وَلِمَنْ رَاٰی مَنْ رَاٰی مَنْ رَاٰنِیْ وَاٰمَنَ بِیْ۔ مبارک ہو اُسے جس نے مجھے دیکھا (یعنی صحابی) اور مجھ پر ایمان لایا اور مبارک ہو اُسے جس نے اُسے دیکھا جس نے مجھے دیکھا (یعنی تابعی) اور مبارک ہو اُسے جس نے صحابی کو دیکھنے والے (یعنی تبع تابعین) کو دیکھا اور ایمان لایا۔

حضرت واثلہ بن اسقع کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا لَا تَزَالُوْنَ مَا دَامَ فِیْکُمْ مَّنْ رَاٰنِیْ وَصَاحَبَنِیْ، وَاللّٰهِ لَا تَزَالُوْنَ بِخَیْرٍ مَّا دَامَ فِیْکُمْ مَّنْ رَاٰی مَنْ رَاٰنِیْ وَصَاحَبَ مَنْ صَاحَبَنِیْ وَ اللّٰهِ لَا تَزَالُوْنَ بِخَیْرٍ مَا دَامَ فِیْکُمْ مَّنْ رَاٰی مَنْ رَاٰنِیْ وَصَاحَبَ مَنْ صَاحَبَ مَنْ صَاحَبَنِیْ۔ ترجمہ: جس نے مجھے دیکھا اور میری صحبت پائی (یعنی صحابی) جب تک وہ شخص تمہارے درمیان موجود رہے گا تم ہمیشہ خیر پر رہو گے۔ اللہ کی قسم جس نے میرے صحابی کو دیکھا اور اُس کی صحبت پائی (یعنی تابعین) جب تک وہ تمہارے درمیان موجود رہے گا تم لوگ ہمیشہ خیر پر رہو گے۔ اللہ کی قسم! جس نے تابعی کو دیکھا (یعنی تبع تابعی) اور اُس کی صحبت پائی جب

تک وہ تمہارے درمیان موجود رہے گا تم لوگ ہمیشہ خیر پر رہو گے۔

حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) نبی کریم سے روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَآنِيْ اَوْرَاٰى مَنْ رَآنِيْ

(رواہ الترمذی، ۳۸۵۸)

ترجمہ: اس مسلمان کو (دوزخ کی) آگ نہ چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا ہوگا یا اس شخص کو دیکھا ہوگا جس نے مجھ کو دیکھا۔ اس میں صحابہ اور تابعین کی فضیلت بیان کی ۔ضیاء مقدسی نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن فرمایا ہے۔

عبد ابن حمید نے حضرت ابو سعید خدری اور ابن عسا کر نے حضرت واثلہ سے نقل کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں طُوْبٰی لِمَنْ رَآنِيْ وِلِمَنْ رَاٰى مَنْ رَآنِيْ وَلِمَنْ رَاٰى مَنْ رَاٰى مَنْ رَآنِيْ۔ ترجمہ: خوشخبری ہے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے مجھے دیکھا (یعنی صحابہ)۔ اور ان لوگوں کو جنہوں نے مجھے دیکھنے والوں کو دیکھا (یعنی تابعین) اور ان لوگوں کو جنہوں نے میرے صحابہ کو دیکھنے والوں کو دیکھا (یعنی تبع تابعین)۔

تابعین، تبع تابعین اور ایمان بالغیب لانے کی فضیلت

امام طبرانی اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن بسر (رضی اللہ عنہ) سے یہی روایت نقل کی ہے جس کے الفاظ یوں ہیں: طُوْبٰی لِمَنْ رَآنِيْ وَآمَنَ بِيْ وَطُوْبٰی لِمَنْ رَاٰى مَنْ رَآنِيْ وَلِمَنْ رَاٰى مَنْ رَاٰى مَنْ رَآنِيْ وَآمَنَ بِيْ طُوْبٰی لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا خوشخبری ہے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے میرا دیدار کیا اور

خوشخبری ہے ان کے لئے جنہوں نے ان کا دیدار کیا جنہوں نے میرا دیدار کیا اور خوشخبری ہے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے ان کو دیکھا جنہوں نے میرے دیدار کرنے والوں کا دیدار کیا اور مجھ پر ایمان لے آیا اور اچھا ٹھکانہ ہے (مرقاۃ ج۱۱ مستدرک حاکم ج۴ ص۹۶)۔ ایک شاعر کیا خوب کہتا ہے:

وَاسْتَنْشَقَ الْاَرْيَاحُ مِنْ نَحْوِ اَرْضِكُمْ ۔ لَعَلِّیْ اَرَاكُمْ اَوْ اَرٰی مَنْ يَرَاكُمْ

خوشبوئیں تمہارے زمین کی طرف سے پھوٹ پڑی ہیں، شاید میں تمہیں دیکھ لوں، یا ان کو دیکھ لوں جو تمہیں دیکھیں گے۔

یوں لگتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے محروم لوگوں کو تسلی دی ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احساس فرمایا کہ صحابہ وتابعین کے بارے میں بشارت دیکھ کر وہ مسلمان جن کو نہ بارگاہ رسالت کی حاضری وصحبت کا شرف حاصل ہوا ہے، اور نہ رؤیت صحابہ سے مشرف ہوئے ہیں، اپنی محرومی پر دِگرگوں ہوں گے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی تسلی کے لئے فرمایا: طُوْبٰی لِمَنْ رَاٰنِیْ وَاٰمَنَ بِیْ وَطُوْبٰی لِمَنْ لَمْ يَرَانِیْ و اٰمَنَ بِیْ ثلاث مرات (مرقاۃ، ج۱۱، ص۱۶۰، بحوالہ طیالسی)۔ ترجمہ: مبارک ہو ان لوگوں کے لئے جنہوں نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لائے اور مبارک ہو ان لوگوں کو بھی جنہوں نے مجھے نہیں دیکھا، پھر بھی مجھ پر ایمان لائے۔ یہ تین بار فرمایا۔

احمد و ابن حبان نے ابو سعید سے روایت نقل کی ہے۔ اس میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی ارشاد فرمایا: طُوْبٰی لِمَنْ رَاٰی وَاٰمَنَ بِیْ ثم طُوْبٰی ثُمَّ طُوْبٰی ثم طوبٰی لِمَنْ اٰمَنَ بِیْ وَلَمْ يَرَانِیْ (مرقاۃ ج۱۱، ص۱۶۰)۔ اس میں بھی وہی الفاظ ہیں، البتہ لفظ طوبٰی

تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔ امام احمد اور ابن حبان نے حضرت ابوامامہ سے نقل کیا، اس میں بھی فرمایا: طُوْبٰی لِمَنْ رَاٰنِیْ وَاٰمَنَ بِیْ مَرَّۃً وَطُوْبٰی لِمَنْ لَّمْ یَرَنِیْ وَاٰمَنَ بِیْ سَبْعَ مَرَّاتٍ۔

ترجمہ: خوشحالی ہے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لائے ایک مرتبہ اور خوشحالی ہے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے مجھے نہیں دیکھا اور مجھ پر ایمان لائے سات مرتبہ۔ اس حدیث میں لمن رای کے بعد وامن بی مرۃ اور آخر میں وآمن بی سبع مرآت کے الفاظ زیادہ ہیں۔ اسی طرح امام احمد نے مسند میں، اور امام بخاری نے تاریخ میں اسی طرح ابن حبان اور حاکم وغیرہ تمام حضرات نے حضرت ابوامامہ سے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ امام احمد نے ابوامامہ کے علاوہ حضرت انس کی سند سے بھی اس کو روایت کیا ہے۔

علامہ علی قاری (متوفی ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں وحاصله انه قد يوجد فی المفضول ما لا يوجد فی الفاضل كما هنا من الايمان بالغيب عن مشاهدة المعجزات التی قارب من رآها ان يكون ايمانه بالعيان (مرقاۃ ج ۱ ص ۱۶۰ ملخصاً)۔

حاصل یہ ہے کہ بسا اوقات مفضول میں وہ خوبی پائی جاتی ہے، جو فاضل میں نہیں ہوتی، جیسا کہ ان احادیث میں بیان ہوا، کہ صحابہ کرام کا ایمان بالاعیان تھا، جنہوں نے وحی کو اترتے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات دیکھے، جب کہ بعد والوں کا ایمان بالغیب ہے، اس لئے ان کی اس خوبی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مبارک باد دی، اور خوشخبری سنائی۔

صحابہ اکرام (رضی اللہ عنہم) کی پیروی موجب نجات ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ

وَرَضُوْا عَنْهُ (توبہ ۱۰۰)

ترجمہ: اور وہ لوگ جنہوں نے ان کی پیروی کی بھلائی کے ساتھ، اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔ یہاں تابعین سے مراد وہ حضرات ہیں جو قیامت تک مہاجرین وانصار کے عقائد واعمال اور اچھے کاموں کی پیروی کرنے والے ہیں۔ تو ان کی تقلید وپیروی کی ترغیب دی گی ہے۔

امام ماتریدی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۳۳۳ھ) فرماتے ہیں وَفِيْهِ دَلَالَةُ جَوَازِ تَقْلِيْدِ الصَّحَابَةِ وَالْاِتِّبَاعِ لَهُمْ وَالْاِقْتِدَاءِ بِهِمْ لِاَنَّهُ مَدَحَ عَزَّوَجَلَّ مَنِ اتَّبَعَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ بِقَوْلِهِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ثُمَّ اَخْبَرَ عن جُمْلَتِهِمْ اِنَّ اللهَ رَاضٍ عَنْهُمْ دَلَّ۔ وَاللهُ اَعْلَمُ۔ اَنَّ التَّقْلِيْدَ لَهُمْ لَازِمٌ والاقْتِدَاءُ بِهِمْ وَاجِبٌ وَاِذَا اُخْبِرُوْا بِخَبَرٍ اَو حَدَّثُوْا بِحَدِيْثٍ۔ يَجِبُ الْعَمَلُ وَلا يَسَعُ تَرْكُهُ وَاللهُ اَعْلَمُ بِذٰلِكَ (تاویلات اہل السنۃ ج ۵ ص ۴۵۹)

اس آیت میں صحابہ کی تقلید کے جواز کی دلیل ہے اور صحابہ کرام کی پیروی اور ان کی اقتدا کے ضروری ہونے کی دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اور انصار کی پیروی کرنے والوں کی تعریف فرمائی ہے اپنے اس ارشاد میں 'اور جنہوں نے ان کی نیکی میں پیروی کی'۔

حضرت عرباض بن ساریہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے، انہوں نے کہا ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی۔ اس کے بعد اپنا چہرہ مبارک ہماری طرف کیا اور ہمیں بڑا مؤثر وعظ فرمایا جس سے آنکھیں بہہ پڑیں، دل لرز اٹھے۔ ایک شخص

نے کہا یہ وعظ تو ہم سے وداع ہو جانے والے شخص کا وعظ تھا۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں کوئی وصیت فرمائیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں اللہ سے ڈرنے تعمیل حکم اور فرمانبرداری اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ تمہارا حاکم حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ فَاِنَّهُ مَن يَّعِش مِنكُم فَسَيَرَى اِختِلَافًا كَثِيرًا کیونکہ تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا وہ عنقریب بہت سے اختلافات دیکھے گا۔

امام ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۷۹۵ھ) فرماتے ہیں هذا اخبار منه صلی اللہ علیہ وسلم بما وقع فی امته بعده من كثرة الاختلاف فی اصول الدين و فروعه فی الاعمال و الاعتقادات و هذا موافق لما روی عنه من افتراق امته علی بضع و سبعين فرقة و انها كلها فی النار الا فرقة واحدة

(جامع العلوم والحکم ص ۳۳۱)

شیخ شہاب الدین احمد بن حجر الہیتمی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۹۷۴ھ) فرماتے فيه من معجزاته صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الاخبار بما يقع بعده من كثرة الاختلاف و غلبة المنكر و قد كان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالما به جملة و تفصيلا لما صح انه كشف له عما يكون الی ان يدخل اهل الجنة و النار منازلهم و لم يكن يبينه لكل احد و انما كان يجوز منه علی العموم (الفتح المبین، ص ۵۲۶)۔ مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں چنانچہ خلافت عثمانیہ کے آخر میں لوگوں میں سیاسی اختلاف پیدا ہو گیا اور خلافت حیدری میں سیاسی اختلاف کے ساتھ مذہبی اختلاف بھی رونما ہو گیا کہ جبریہ، قدریہ، رافضی، خارجی پیدا ہو گئے (مرآۃ، ص ۱۶۶، ج ۱)۔ فَعَلَيكُم بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الخُلَفَاءِ

الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ وَعَضُّوا عَلَیْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَاِیَّاکُمْ وَالْاُمُوْرَ الْمُحْدَثَاتِ بدعة فَاِنَّ کُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَۃٌ (ابن ماجہ ص ۹۹، مشکوۃ کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

ترجمہ: تو تم میری اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت پر قائم رہنا۔ اسے مضبوطی سے تھامنا۔ اور پوری قوت کے ساتھ اس سے چمٹے رہنا۔ اور دین میں نئے ایجاد کردہ امور سے دور رہنا کہ دین میں ہر نئی پیدا کردہ بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ بعض شارحین کرام فرماتے ہیں کہ یہاں خلفاء راشدین سے مراد خلفاء خمسہ ہیں: حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی (رضی اللہ عنہ)، حضرت علی اور حسن مجتبیٰ (رضی اللہ عنہم)۔ چنانچہ امام شہاب الدین احمد ابن حجر فرماتے ہیں وھم ابوبکر فعمر فعثمان فعلی فالحسن رضی اللہ عنھم (الفتح المبین ص ۵۲۷)۔ ترجمہ: خلفاء راشدین سے مراد حضرت ابوبکر، پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان، پھر حضرت علی، پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہم ہے۔

صاحب مرعاۃ المفاتیح لکھتے ہیں قیل المراد بالسنۃ الطریقۃ فکأنه قال الزموا طریقتی وطریقۃ الخلفا الراشدین وقد کانت طریقهم هی نفس طریقته فانهم اشد الناس حرصا علیها وعملا بها فی کل شیء وعلی کل حال (مرعاۃ المفاتیح ج ۱ ص ۲۶۳)۔ ترجمہ: بعض کا کہنا ہے کہ خلفائے راشدین سے مراد مذکورہ بالا خلفائے راشدین کے ساتھ ساتھ وہ ائمہ مجتہدین بھی مراد ہیں جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راستہ اور سنت اختیار کی، چونکہ یہ حضرات بھی نبی کے خلیفہ ہیں، بایں طور کہ یہ حضرات بھی احیائے حق، ارشاد خلق، اعلائے دین اور اعلائے کلمۃ اللہ میں پیش پیش

رہے۔

خلفاء راشدین سے مراد خلفاء خمسہ ہیں

اس حدیث میں وسنۃ الخلفاء راشدین فرمایا ہے کہ تم خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑ وا، تو خلفاء راشدین سے کونسی شخصیات مراد ہیں۔ بعض کے نزدیک خلفاء اربعہ: حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ عنہم) ہیں، اور بعض نے لکھا ہے کہ حضرت حسن مجتبیٰ بھی خلفاء راشدین میں داخل ہیں کیونکہ وہ بھی چھ ماہ خلفاء رہے ہیں اور یہ تیس سالہ خلافت کی تکمیل تھی۔

چنانچہ شیخ عبدالغنی المجددی الدھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۱۲۹۵ھ) اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں قوله الخلفاء الراشدين الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا رسول الله ﷺ قَوْلًا فِعْلًا وَعَمَلًا وَهُمُ الْخُلَفَاءُ الْخَمْسَةُ بعده ﷺ اَعْنِيَ اَبَابَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانَ وعَلِيًّا وَالْحَسَنَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ (حاشیہ ابن ماجہ ص ۹۹)

قَوْلُهُ بِالنَّوَاجِذِ اى الضَّواحِك من الاسنان وهى التى تبدو عِنْدَ الضِّحْكِ وَمَعْنَى الحديث اى تمسكوا بها كَمَا تمسك العاضى بجميع اَضْرَابِهِ (حاشیہ مصابیح السنۃ ج ۱ ص ۱۵۹)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت واجب الاتباع ہے اسی طرح خلفاء راشدین کی پیروی لازم ہے اسی لئے یہ جمیع صحابہ کرام سے افضل ہیں۔ علامہ حسین الطیبی فرماتے والحديث يدل على تفضيل الخلفاء الراشدين على غيرهم من الصحابة وترتيبهم فى الفضل كترتيبهم فى الخلافة (شرح

الطیبی علی المشکوۃ، ج ا، ص ۴۳۴)۔ امام بغوی فرماتے ہیں والحدیث یدل علی خلفاء الراشدین علی من سواھم من الصحابۃ و ھم ابو بکر و عمر و عثمان و علی فھؤلئک افضل الناس بعد النبیین و المرسلین صلی اللہ علیھم وترتیبھم فی الفضل کترتیبھم فی الخلافۃ۔ فافضلھم ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی و کما خص النبی ابابکر و عمر فی الحدیث۔ حدیث حذیفہ عن النبی ﷺ قال اقتدوا باللذین من بعدی ابو بکر و عمر

(شرح السنۃ، ج ا، ص ۲۸)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۰۵۲ھ) رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور خلفاء راشدین سے خلفاء اربعہ مراد لئے گئے ہیں اور خلفاء راشدین (رضی اللہ عنہ) کی سنت درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی وہ سنت ہے جسے حضور اقدس کے زمانہ مبارک میں شہرت حاصل نہ ہوئی بلکہ خلفاء راشدین کے زمانہ میں رواج پذیر اور مشہور ہوئی اور اس بنا ان کی طرف منسوب ہونے لگی (اشعۃ اللمعات) سنت خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم ہمہ سنت پیغمبر است صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اشعۃ اللمعات، ج ا، ص ۱۳۱)۔

امام تورپشتی فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی سنت کے ساتھ خلفاء راشدین کی سنت کا ذکر دو وجوہ سے فرمایا ہے۔ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھانپ چکے تھے کہ میری سنت کے استنباط میں یہ چاروں حضرات غلطی نہیں کریں گے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ کئی سنتیں ان حضرات اربعہ کے دور ہی میں مشہور ہوئیں (مرقاۃ کتاب المیسر شرح مصابیح، ج ا، ص ۸۹)۔ خلفاء راشدین کو (ھدایت پر) فرمایا، پھر ان کی پیروی کا حکم دیا۔ یہ ان

کی افضلیت کی دلیل ہے۔اس حدیث میں چندفوائد بیان ہوے ہیں۔(۱) تقوی (۲ امیر کی اطاعت (۳) نبی کریم ﷺ اور خلفاء راشدین کی سنت اختیار کرنا (۴) بدعات سے بچنا (۵) یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ آئندہ آنے والے واقعات اور اختلافات سے اگاہ تھے۔(۶) جب امت میں اختلاف وانتشار پیدا ہو جائے اور ہر کوئی اپنے آپ کو صحیح سمجھے تو حق و باطل کے درمیان تمیز کرنے کی بہترین کسوٹی رسول اکرم ﷺ کا اسوہ حسنہ اور خلفاء راشدین کی پاکیزہ زندگی ہے لہذا اسے مشعل راہ بنانا چاہیے (۷) ہر وہ کام بدعت کے زمرے میں آئے گا جو سنت کے خلاف ہو۔

باب دوم: صحابہ اکرام کے حقوق کی رعایت کرنا واجب ہے

معتزلہ، خوارج، شیعہ، امامیہ اور بعض دیگر حضرات صحابہ اکرام کی عدالت و صداقت کے منکر ہیں اور نواصب و خوارج اھل بیت کی حقانیت کا انکار کرتے ہیں حالانکہ صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کے حقوق کا خیال رکھنا اہل ایمان پر ضروری ہے۔ نبی کریم ﷺ کے حقوق میں سے صحابہ و اہل بیت کی تعظیم کرنا ہے، اسی لئے امام قاضی عیاض نے الشفاء بتعریف فی حقوق المصطفیٰ میں ذکر کیا ہے اور اسی طرح شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج نبوت میں بیان کیا ہے کہ جو لوگ حقوق صحابہ و اھل بیت کی ادائگی میں کمی و کوتاہی کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ اھل سنت و جماعت سب کا ادب و احترام کرتے ہیں۔

ذکر صحابہ کرام ذکر اہل بیت عظام ہے

اور خیال رہے کہ صحابہ کا ذکر اہل بیت کا ذکر ہے اور اہل بیت کا ذکر صحابہ کا ذکر

ہے یعنی دونوں کا ذکر لازم وملزوم ہے۔ چنانچہ امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ نے الصحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی میں حضرت علی (رضی اللہ عنہ)، حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین (رضی اللہ عنہم) کا ذکر کیا ہے حالانکہ یہ نفوس قدسیہ اہل بیت سے ہیں، اس لئے کہ اہل بیت کا ہر فرد صحابہ کرام میں داخل ہے اور صحابہ کا ذکر اہل بیت کا ذکر ہے۔

بعض علماء کے نزدیک اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی آل نبی ہیں چنانچہ صاحب نبراس لکھتے ہیں اِنَّهُمْ مِنَ الْاٰلِ لِمَذْهَبِ الْمُخْتَارِ یعنی مختار مذہب کے مطابق صحابہ اکرام بھی آل نبی ہیں یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرنے والے۔

علامہ حسام الدین سغناقی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۷۱۴ھ) لکھتے ہیں لِاَنَّ ذِكْرَ الصَّحَابَةِ ذِكْرٌ لَّهُمْ لِاَنَّ اِسْمَ الصَّحَابَةِ شَامِلٌ لِلْعِتْرَةِ وَاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ (الکافی شرح البزدوی ج ۴ ص ۱۲۶۵)۔ ترجمہ: کیونکہ صحابہ کا ذکر ہی اہل بیت کا ذکر ہے اس لئے کہ صحابہ کا نام اہل بیت اور مدینہ والوں میں شامل ہے۔

صاحب جہد قصیر شرح نحو میر لکھتے ہیں تمام اصحاب و اہل بیت در زمرہ آل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثابت شدہ اند کہ ہمہ باو ہمیں نسبت دارند، بخلاف بقیہ امت کہ در علم درجہ تقلیدی دارند۔ پس در امت شمردہ شوند نہ در آل، پس بہمیں وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمودہ است اَصْحَابِیْ كَالنُّجُوْمِ بِاَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ یعنی صحابہ را مقتدا برحق و باقی امت مہتدی قرار دادہ است (رضی اللہ عنہم) ورضوا عنہ (ص ۱۱)۔

ترجمہ: سارے صحابہ اور سارا اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ثابت شدہ جماعت ہے

کہ سب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ یہی نسبت رکھتے ہیں بخلاف امت کے کہ امت علم میں تقلیدی درجہ رکھتی ہے تو امت میں شمار ہوتے ہیں نہ کہ آل میں تو اسی وجہ سے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہمارے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں پس تم ان میں سے جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے (مشکوۃ بحوالہ رزین) اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ مولانا جامی فرماتے ہیں:

خاصہ آل پیمبر واصحاب ☆ کز ہمہ بہتر اند در ہر باب

بالخصوص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آل اور صحابہ کہ وہ ہر اعتبار سے سب سے افضل ہیں

صحابہ کرام واہل بیت عظام کی محبت لازم ملزوم ہے

علامہ سید احمد زینی دحلان مکی متوفی ۱۳۰۴ھ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَیَجِبُ عَلٰی کُلِّ اَحَدٍ اَنْ یُحِبَّ اَھْلَ بَیْتِ النَّبِیِّ ﷺ وَجَمِیْعَ الصَّحَابَةِ مِنَ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ لَا سِیَّمَا جِنْسِهٖ ﷺ وَلَا یَکُوْنُ مِنَ الْخَوَارِجِ فِیْ بُغْضِ اَھْلِ الْبَیْتِ فَاِنَّهٗ لَا یَنْفَعُهٗ حِیْنَئِذٍ حُبُّ الصَّحَابَةِ وَلَا مِنَ الرَّوَافِضِ فِیْ بُغْضِ الصَّحَابَةِ فَاِنَّهٗ لَا یَنْفَعُهٗ حُبُّ اَھْلِ الْبَیْتِ (السیرۃ المحمدیہ ج ۱ ص ۳)۔ ترجمہ: ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت سے محبت رکھے اور تمام صحابہ کرام سے بلکہ عرب وعجم سے محبت کرے کیونکہ یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت ہے اور خوارج سے نہ ہونا چاہیئے بغض اہل بیت میں کیونکہ صحابہ کی محبت کوئی فائدہ نہیں دے گی (اہل بیت کی محبت کے بغیر) اور نہ رافضیوں سے ہونا چاہیئے جو صحابہ سے دشمنی رکھتے ہیں اور رافضیوں کو اہل بیت کی محبت کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی (صحابہ کی محبت کے بغیر)۔ یعنی دونوں کی

محبت لازم وملزوم ہے۔

صحابہ کرام واہل بیت عظام کی محبت کا فائدہ

قاضی محمد بن علی شوکانی صنعانی الیمنی (متوفی ۱۲۵۰ھ) کتاب مسند الفردوس حوالہ سے لکھتے ہیں کہ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا اَثْبَتُکُمْ عَلَی الصِّرَاطِ اَشَدُّ کُمْ حُبًّا لِاَهْلِ بَیْتِیْ وَلِاَصْحَابِیْ (دُرُّ السَّحَابَۃِ ص ۲۶۸ بحوالہ ابن عدی دیلمی)

ترجمہ: تم سے زیادہ ثابت قدم پل صراط پر وہ ہوگا جو میری اہل بیت اور میرے صحابہ سے زیادہ محبت کرنیوالا ہو۔

اسلام کی آثاث حب صحابہ واہل بیت پر ہے

ابن نجار حضرت حسین بن علی (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں لِکُلِّ شَیْئٍ اَسَاسٌ وَاَسَاسُ الْاِسْلَامِ حُبُّ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللہِ ﷺ وَحُبُّ اَهْلِ بَیْتِهٖ (درالسحابۃ فی مناقب القرابۃ والصحابۃ ص ۱۰۸)۔ ترجمہ: ہر چیز کی ایک بنیاد اور اصل ہے اور اسلام کی بنیاد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کی محبت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہل بیت کی محبت ہے۔ اور جن لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت نہیں ہے وہ اسلام کی بنیاد کو منہدم کرنے والے ہیں اور وہ کون ہیں؟ اس بارے میں

علامہ ابوالمنتہی احمد بن محمد مغنیساوی (۹۳۹ھ تک زندہ تھے) رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالرَّوَافِضُ اَبْغَضُوا الْخُلَفَاءَ الثَّلَاثَۃَ وَ رَفَضُوا مَذَاهِبَ الْحَقِّ وَالْخَوَارِجُ اَبْغَضُوا عَلِیًّا فَخَرَجُوا عَنِ الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِیْمِ (شرح الفقہ الاکبر ص ۶۱)۔

ترجمہ: اور روافض حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ)، حضرت عمر فاروق رضی اللہ

عنہ، حضرت عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) سے دشمنی رکھتے ہیں اور خوارج حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے بغض رکھتے ہیں تو وہ سیدھے راستہ سے بھٹک گئے ہیں۔

اصحاب وآل کا نہ کیا جس نے احترام ٹھہرے گا وہ ضرور سزا وار ھاویہ

علامہ سید جمال الدین حسینی لکھتے ہیں لائق بحال مومن آنست کہ در تعظیم واحترام صحابہ دقیقہ نامرعی نہ گزارد و بفضیلت و مرتبہء ہر یک چنانکہ پیغمبر ﷺ مقرر فرمودہ اعتقاد کند در اخبار دار دشدہ کہ اَرافُ اُمَّتِی بِاُمَّتِی اَبُوبَکرٍ وَاَصلَبُهُم فِی دِینِ اللهِ عُمَر وَ اَصدَقُهُم حَیَاءً عُثمَان وَاَقضَاهُم عَلِیٌّ وَاَفرَضُهُم زَیدُ بنُ ثَابِت وَ اَقرَاهُم اُبَیّ بن کَعب وَاَعلَمُهُم بِالحَلَالِ وَالحَرَامِ مَعَاذُ بنُ جَبَل وَلِکُلِّ اُمَّةٍ اَمِین وَاَمِینُ هٰذِهِ الاُمَّة اَبُو عُبَیدَةَ بنُ الجَرَّاح وَفِی رِوَایَةٍ اَبُو هُرَیرَه وِعَاءُ العِلمِ

(روضۃ الاحباب ص۶)

ترجمہ: مؤمن کی شان کے لائق یہی ہے کہ وہ صحابہ کرام کی تعظیم وتکریم میں ایک ذرہ بھی کوتاہی نہ کرے اور ہر ایک کی فضیلت و مرتبہ کا خیال اور اعتقاد رکھے جیسا کہ نبی ﷺ نے مقرر فرمایا، احادیث میں آیا ہے کہ میری امت میں ابوبکر میری امت کے لوگوں کے حق میں زیادہ رحم دل ہیں اور میری امت میں زیادہ سخت اللہ کے دین کے معاملہ میں عمر ہیں اور میری امت کے لوگوں میں عثمان (رضی اللہ عنہ) سب سے زیادہ سچے حیادار ہیں اور میری امت کے لوگوں میں حق کے مطابق سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے علی ہیں اور میری امت کے لوگوں میں سب سے زیادہ فرائض کے جاننے والے زید بن ثابت ہیں اور میری امت کے لوگوں میں سب سے زیادہ قرآن کی تلاوت کرنے

والے ابی ابن کعب ہیں اور میری امت میں حلال اور حرام کے مسائل سب سے زیادہ جاننے والے معاذ بن جبل ہیں اور ہر امت میں ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین ابوعبیدہ بن جراح ہیں۔اس لئے صحابہ کرام کے حقوق کی رعایت کرنا واجب ہے۔علامہ عبدالعزیز پرھاروی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۴۰ھ) فرماتے ہیں

کار ایشاں رابسوئے حق گذار ‎ ‎ وزعتاب شان دھان رابستہ دار

حب اہل بیت واصحاب نبی ‎ ‎ عین ایمان ست بشنوای اخی

مذھب شیعہ شنیع ست وقبیح ‎ ‎ خارجی خارج شدازدین ملیح

مذھب سنی کتاب وسنت ست ‎ ‎ جائے سنی درمیاں جنت است

صحابہ کرام واہل بیت عظام کا ذکر خیر سے کیا جائے

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں وَنَتَوَلَّاهُمْ جَمِيْعًا وَلَا نَذْكُرُ اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ اِلَّا بِخَيْرٍ (الفقہ الاکبر)۔ترجمہ: ہم تمام صحابہ سے محبت کرتے ہیں اور اصحاب رسول کا ذکر بھلائی اور اچھائی سے کرتے ہیں۔امام ابوجعفر احمدؒ بن محمد الطحاوی (متوفی ۳۲۹ھ) فرماتے ہیں وَمَنْ اَحْسَنَ الْقَوْلَ فِي اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَاَزْوَاجِهِ الطَّاهِرَاتِ مِنْ كُلِّ دَنَسٍ وَ ذُرِّيَاتِهِ الْمُقَدَّسِيْنَ مِنْ كُلِّ رِجْسٍ فَقَدْ بَرِئَ مِنَ النِّفَاقِ۔ وَعُلَمَاءِ السَّلَفِ مِنَ السَّابِقِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ التَّابِعِيْنَ اَهْلَ الْخَيْرِ وَالْاَثَرِ وَ اَهْلُ الْفِقْهِ وَالنَّظَرِ لَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّا بِالْجَمِيْلِ مَنْ ذَكَرَهُمْ بِسُوْءٍ فَهُوَ عَلٰى غَيْرِ السَّبِيْلِ۔ ترجمہ: اور جس نے اچھی بات کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ اور ازواج مطہرات (اور اولاد) کی شان

میں جو ہر گندگی سے پاک ہیں اور ان کی اولاد گندگی سے پاک ہے تو وہ نفاق سے بری ہو گیا ہے۔ یعنی تمام صحابہ کرام، ازواج مطہرات اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ اولاد کے ساتھ حسن عقیدت رکھنے کے علاوہ ان کو اچھے کلمات اور باتوں سے یاد کرے کیونکہ قرآن و حدیث میں ان کی مدح وثناء کی گئی ہے۔ نیز اسی طرح تابعین و تبع تابعین اور دیگر علمائے دین کو بھی اچھے طریقے سے یاد کرے اور ان کے احسانات کا خیال رکھے۔

سابقین علماء سلف ان کے بعد تابعین نیکوکار علم وفضل والے اور فقہیہ تھے۔ ان کا ذکر اچھے الفاظ میں کیا جائے جو شخص انہیں برا بھلا کہتا ہے وہ راہ اعتدال سے برگشتہ ہے۔

امام نور الدین احمد صابونی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۵۸۰ھ) فرماتے ہیں وَمِنَ السُّنَّةِ اَنَّ يَكُفَّ الرَّجُلُ لِسَانَهُ عَنْ جَمِيْعِ الصَّحَابَةِ وَلَايُذْكَرُهُمْ اِلاَّ بِالْجَمِيْلِ۔ ترجمہ: اور سنت یہ ہے کہ آدمی اپنی زبان کو تمام صحابہ سے (ان کو لعن طعن کرنے سے) روک رکھے اور اچھائی کے سوا ان کا ذکر نہ کیا جائے (کتاب البدایہ من الکفایہ ص ۱۰۲)

علامہ قاضی ناصر الدین بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۶۸۵ھ) لکھتے ہیں يَجِبُ تَعظِيمُهُمْ وَالْكَفُّ عَنْ مَطَاعَنِهِمْ فَاِن الله تعالىٰ اَثْنىٰ عَلَيْهِمْ فِي مَوَاضِعَ كَثِيْرَةٍ (طوالع الانوار ص ۲۴۶)۔ ترجمہ: صحابہ کی تعظیم واجب ہے اور ان پر لعن طعن سے باز رہنا ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بہت سے مقامات میں ان کی تعریف کی ہے۔ نیز لکھتے ہیں يَجِبُ تَعظِيْمُ الصَّحَابَةِ وَالْكَفُّ عَمَّا شَجَرَ بَيْنَهُمْ عَنِ الطَّعْنِ فِيْهِمْ فَاِنَّ اللهَ تَعالىٰ مَدَحَهُمْ وَاَثْنىٰ عَلَيْهِمْ وَرَضِيَ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ (مصباح الارواح ص ۱۹۹)۔ ترجمہ: صحابہ کی تعظیم کرنا ضروری ہے اور ان باتوں سے جو ان کے

درمیان اختلاف ہوئے ان میں طعن کرنے سے باز رہنا واجب ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح اور تعریف فرمائی ہے۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔

امام قاضی ابوالفضل عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۵۴۴ھ) فرماتے ہیں وَلَا يُذْكَرُ اَحَدٌ مِّنْهُمْ بِسُوْءٍ وَلَا يَغْمِضُ عَلَيْهِ اَمْرٌ بَلْ تُذْكَرُ حَسَنَاتُهُمْ وَ فَضَائِلُهُمْ وَ حَمِيْدُ سِيَرِهِمْ وَ يَسْكُتُ عَمَّا وَرَاءَ ذٰلِكَ كَمَا قَالَ ﷺ اِذَا ذُكِرَ اَصْحَابِىْ فَاَمْسِكُوْا (الشفاء مع شرح ج ۲ ص ۹۰)

ترجمہ: اور کسی کو برائی سے یاد نہ کیا جائے، کسی پر عیب نہ لگایا جائے بلکہ ان کی نیکیوں اور فضیلتوں اور اچھی عادات کو یاد کیا جائے اور ان کے سواء اور امور سے سکوت کیا جائے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب میرے صحابہ کا ذکر آئے تو (عیب جوئی کرنے اور طعن سے) چپ رہو۔ اس حدیث کو طبرانی نے ذکر کیا اور ابن اسامہ نے عبداللہ ابن مسعود سے روایت کیا (شرح شفاء لملاعلی قاری ج ۲ ص ۹۱)

قاضی عضد الدین عبدالرحمن شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۷۵۶ھ) لکھتے ہیں

اَنَّه يَجِبُ تَعظِيْمُ الصَّحَابَةِ كُلِّهِمْ والكَفُّ عَنِ الْقَدَحِ فِيْهِم لِاَنَّ اللهَ عَظَّمَهُمْ وَاَثْنٰى عَلَيْهِم فِىْ غَيرِ مَوَاضعِ مِنْ كِتَابِهِ وَالرَّسُوْلُ قَدْ احبَّهُمْ واثنٰى عَلَيْهِم فِىْ اَحَادِيْثَ كَثِيْرَةٍ (المواقف ص ۴۱۳)

ترجمہ: سب صحابہ کی تعظیم واجب ہے اور ان کے بارہ میں جرح وقدح (طعن کرنے) سے رکنا واجب ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کے کئی مقامات میں ان کی عظمت بیان فرمائی ہے اور ان کی تعریف کی ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے محبت

کی اوران کی باکثرت احادیث میں تعریف فرمائی۔

علامہ عبداللہ بن ابوبکر داؤد سجستانی حنبلی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۳۱۶ھ) لکھتے ہیں

وَقُلْ خَيْرَ قَوْلٍ فِي الصَّحَابَةِ كُلِّهِمْ ۔ وَلَا تكُ طَعَّانًا تعيب وَ تجْرَحُ

فَقَدْ نَطَقَ الوَحْيُ الْمُبِيْنُ بِفَضْلِهِمْ ۔ فِي الفَتْحِ اٰيٌ للصَّحَابَة تُمْدَحُ

اور سب صحابہ کے بارہ میں اچھی بات کرو، مت طعن کر، نہ عیب لگا اور نہ جرح کرو۔ بیشک روشن وحی نے ان کی فضیلتیں سورہ فتح میں بیان کی ہیں اور سب صحابہ کی تعریف کی گئی ہے۔

حجۃ الاسلام ابوحامد محمد امام غزالی (متوفی ۵۰۵ھ) رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

وَ اِعْتِقَادُ اَهْلِ السُّنَّةِ تَزْكِيَةُ جَمِيْعِ الصَّحَابَةِ وَالثَّنَاءُ عَلَيْهِمْ كَمَا اَثْنَى اللهُ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰى وَرَسُوْلُهٗ عَلَيْهِمْ (قواعد العقائد ص ۲۲۶، مسایرہ مع شرح مسامرہ ص ۲۶۵)۔

ترجمہ: اور اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ تمام صحابہ کرام پاک ہیں اور قابل تعریف کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ان کی تعریف فرمائی ہے۔ یعنی آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ میں صحابہ کرام کی عمومی طور پر تعریفیں مذکور ہیں۔

علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ (متوفی ۷۹۶ھ) فرماتے اِتَّفَقَ اَهْلُ الْحَقِّ عَلٰى وُجُوْبِ تَعْظِيْمِ الصَّحَابَةِ وَالْكَفِّ عَنِ الطَّعْنِ فِيْهِمْ سَيِّمَا الْمُهَاجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ لِمَا وَرَدَ فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ مِنَ الثَّنَاءِ عَلَيْهِمْ (مقاصد مع شرح القاصد ص ۵۲۹)۔ ترجمہ: اہل حق کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صحابہ کرام کی تعظیم وتکریم واجب ہے (گستاخی حرام ہے) اور ہر قسم کے طعن وتنقید سے ان کے حق میں باہر رہنا ضروری ہے

بالخصوص مہاجرین وانصار کے بارے میں کیونکہ کتاب وسنت میں ان کی تعریفیں مذکور ہیں۔

علامہ سید جمال الدین عطاء اللہ محدث شیرازی لکھتے ہیں بدا بکہ صحابہ (رضی اللہ عنہ) با جمعہم خصوصیتے است کہ سائر امت رانیست وآں خصوصیت بہ انست کہ بحث از عدالت ایشاں نکند بلکہ جملہ رابلا بحث عدل شمرند مگر کسے کہ فسق وخلاف مروت اوشرعا ثابت شود وزیرا کہ ببرکت صحبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از اسباب فسق (وخوارم) مروت مصون ومحفوظ اندد خداوند سبحانہ وتعالیٰ درچند محل از یہ قرآن مجید اوصاف وفضائل ایشان رابیان فرسودہ وآں فرقہ کا ناجیہ رابصفت خیریت وعدالت استودہ چنانکہ میفرماید کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ دور آیت دیگر میفرمایدٔ اُمَّةً وَّسَطًا ای عدلا جماعتی کثیر از ائمہ تفسیر برآنند کہ مخاطب ورآیتین کریمتین صحابہ کرام اند (روضۃ الاحباب ج ۲ ص ۴)

مشاجرات صحابہ کے ذکر سے سکوت کرنا چاہیے

یعنی جو اختلافات اور جھگڑے صحابہ کرام کے درمیان اجتہادی طور پر ہوئے ہیں ان کا ذکر نہیں کرنا چاہیے۔ اگر ضرورت بھی پڑے تو عمدہ تاویل سے کام لینا چاہیے کیونکہ ان کے ذکر کرنے میں ہمارا کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ نقصان ہے۔ بڑوں کی باتوں میں چھوٹوں کو ہرگز دخل نہیں دینا چاہیے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِیَّاکُمْ وَمَا شَجَرَ بَیْنَ اَصْحَابِیْ۔
ترجمہ: جو اختلافات میرے صحابہ کرام کے درمیان ہوئے تم ان کا تذکرہ کرنے سے بچو

(مکتوبات دفتر ۲ مکتوب ۶۷)۔اس حدیث کو علامہ علی قاری (متوفی ۱۰۱۴) رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح شفاء (ج نمبر ۲،صفحہ ۸۹) پر نقل کیا ہے اِیَّاکُمْ وَمَاشَجَرَبَیْنَ اَصْحَابِیْ ترجمہ: بچو تم ان اختلافات اور جھگڑوں سے جو میرے صحابہ کے درمیان ہوئے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِذَا ذُکِرَ اَصْحَابِیْ فَامْسِکُوْا (شرح شفاء ج نمبر ۲ صفحہ ۹)۔ترجمہ: جب میرے صحابہ کا ذکر کیا جائے تو تم اپنی زبانوں کو روکو۔یعنی ان باتوں کے ذکر کرنے سے بچو جو ان کی شان کے لائق نہیں اور زبانوں کو طعنہ زنی سے روکو۔اَیْ عَنِ الطَّعْنِ فِیْہِمْ (شرح شفاء ج نمبر ۲ صفحہ ۹۰) یعنی لعن وطعن کرنے سے باز رہو۔

قاضی ابوالفضل عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۵۴۴ھ) فرماتے ہیں وَمِنْ تَوْقِیْرِہٖ وَبِرِّہٖ ﷺ وَتَوْقِیْرِ اَصْحَابِہٖ وَبِرُّھُمْ مَعْرِفَۃُ حَقِّھِمْ وَالْاِقْتِدَاءُ بِھِمْ وَحُسْنُ الثَّنَاءِ عَلَیْھِمْ وِالْاِسْتِغْفَارُ لَھُمْ۔ وَالْاِمْسَاكُ عَمَّا شَجَرَ بَیْنَھُمْ وِمُعَادَۃُ مِنْ عَادَھُمْ۔ وَالْاِضْرَابُ عَنْ اَخْبَارِ الْمُؤَرِّخِیْنَ وَجَھَلَۃِ الرُّوَاۃِ وَضَلَالِ الشِّیْعَۃِ۔ وَالْمُبْتَدِعِیْنَ الْقَادِحَۃِ فِیْ اَحَدٍ مِنْھُمْ وَاَنْ یَلْتَمِسَ لَھُمْ فِیْمَا نُقِلَ عَنْھُمْ مِنْ مِثْلِ ذٰلِكَ فِیْمَا کَانَ بَیْنَھُمْ مِنَ الْفِتَنِ اَحسن التَّاوِیْلَاتِ وَیُخْرَجُ لَھُمْ اَصْوَابُ الْمُخَارِجِ اِذْ ھُمْ اَھْلَ ذٰلِكَ وَلَا یُذْکَرُ اَحَدُ مِنْھُمْ بِسُوْءٍ وَلَا یُغْمَضُ عَلَیْہِ اَمْرٌ بَلْ تُذْکَرُ حَسَنَاتُھُمْ وَفَضَائِلُھُمْ وَحَمِیْدُ سِیَرِھِمْ وَیَسْکُتُوْا عَمَّا وَرَاءَ ذٰلِكَ کَمَا قَالَ ﷺ اِذَا ذُکِرَ اَصْحَابِیْ فَامْسِکُوْا (الشفاج ۲ ص ۳۴)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و تعظیم میں سے یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے

صحابہ کرام کی عزت وتوقیران کے حقوق کی نگہداشت، ان کی پیروی، خوبی سے ان کو یاد کرنا، ان کیلئے طلب رحمت کرنا، ان کے باہمی تنازعات واختلافات سے پہلوتہی اور اعراض کرنا اوران کے دشمنوں سے دشمنی کرنا ہے (اس میں سے یہ بھی ہے کہ) مؤرخین (کی بے سروپا) خبریں اور جاھل راویوں، گمراہ رافضیوں، اہل بدعت وہوا کی وہ خبریں جس میں کسی صحابی کی شان رفیع میں جرح وقدح کی گئی ہے اور ہر وہ بات جو ایسے لوگوں کی طرف سے (بلاتحقیق) منقول ہوں ان سب سے بچنا اور اعتماد نہ کرنا لازم ہے اور (اسی طرح) صحابہ کرام میں جو باہمی تنازعات ہوئے تھے اُنہیں تاویل حسن اور عمدہ مخرج پر محمول کرنا چاہیئے اس لئے کہ صحابہ کرام کی علومرتبت اسی کی مقتضی اور مستحق ہے صحابہ کرام میں سے کسی کو بُرائی سے یاد نہ کیا جائے اور نہ کسی پر کوئی عیب والزام منسوب کیا جائے بلکہ ان کے فضائل ومناقب حسنات وبرکات اور حصائل محمودہ کو یاد کیا جائے اور ان کے سوا دیگر امور سے سکوت وخاموشی اختیار کی جائے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا جب میرے صحابہ کو بُرائی سے یاد کیا جائے تو خاموش رہو (طبرانی کبیر ج ۲۴۴)

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی (متوفی ۷۹۶ھ) رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے وَمَاوَقَعَ بَیْنَھُمْ مِنَ الْمُنَازَعَاتِ وَالْمُحَارَبَاتِ فَلَہٗ مَحَامِلُ وَ تَاوِیْلَاتٌ فَسَبُّھُمْ وَالطَّعْنُ فِیْھِمْ اِنْ کَانَ مِمَّا یُخَالِفُ الْاَدِلَّۃَ الْقَطْعِیَّۃَ فَکُفْرٌ کَقَذْفِ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا وَاِلَّا فَبِدْعَۃٌ وَفِسْقٌ (شرح عقائد نسفی ص ۱۶۲)۔ ترجمہ: اور جو محاربات اور جھگڑے ان کے درمیان ہوئے ان کے لئے محامل وتاویلات موجود ہیں۔ ان کی وجہ سے کسی صحابی کو سب (گالی) وشتم، طعن وتشنیع کا مورد بنانا اگر ادلہ قطعیہ کے

مخالف ہے تو کفر ہے جیسے قذف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، ورنہ بدعت وفسق ہے۔

مشاجرات صحابہ کا ذکر کرنا حرام ہے

مفسر قرآن علامہ اسماعیل حنفی حقی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۱۱۳۷ھ) لکھتے ہیں یَحْرُمُ عَلَی الْوَاعِظِ وَغَیْرِہٖ رِوَایَۃُ مَقْتَلِ الْحُسَیْنِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ وَحِکَایَاتُہٗ وَ مَاجَرٰی بَیْنَ الصَّحَابَۃِ مِنَ التَّشَاجُرِ وَ التَّخَاصُمِ فَاِنَّہٗ یُھِیِّجُ بُغْضَ الصَّحَابَۃِ وَالطَّعْنَ فِیْھِمْ وَھُمْ اَعْلَامُ الدِّیْنِ وَمَا وَقَعَ بَیْنَھُمْ مِنَ الْمُنَازَعَاتِ فَیُحْمَلُ عَلٰی مَحَامِلَ صَحِیْحَۃٍ فَلَعَلَّ ذٰلِکَ خَطَاءٌ فِی الْاِجْتِھَادِ لَا لِطَلَبِ الرِّیَاسَۃِ اَوِ الدُّنْیَا کَمَا لَا یَخْفٰی (روح البیان، ص ۱۴۵ ج۹)۔ ترجمہ: واعظ وغیرہ (یعنی نعت خوان اور ذاکر جاہلوں کے گروہ) کو چاہئے کہ وہ عوام کے سامنے مقتل حسین (رضی اللہ عنہ) اور صحابہ کرام و اہل بیت عظام (رضی اللہ عنہ) کے تشاجر وتخاصم (جھگڑے اور جنگیں) یعنی واقعات جمل وصفین وغیرہ وغیرہ) بیان نہ کریں کیونکہ اس سے بعض صحابہ سے دشمنی اور ان پر طعن وتشنیع کا دروازہ کھلتا ہے حالانکہ وہ دین کے ستون اور نشان تھے۔ ہاں ان (صحابہ کرام واہل بیت عظام رضی اللہ عنہم) کے آپس کے جھگڑے (محض دین کی خاطر تھے) اس لئے ان کے محامل تاویلیں صحیحہ بیان کی جائیں۔ اگر کوئی بات کسی کی سمجھ سے بالا ہو تو صحابہ کرام کے اجتھاد وخطاء کی تاویل کرے (خبردار خبردار، ان کے لئے طلب دنیا وطلب ریاست کا الزام ہرگز ہرگز نہ لگانا ورنہ مارے جاؤ گے) چونکہ وہ طلب دنیا اور ریاست و حکومت کے لالچ سے مبرا و پاک تھے جیسا کہ اہل علم سے یہ بات مخفی نہیں۔

ساتویں صدی ہجری کے معروف محدث امام ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمٰن ابن

الصلاح رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی اصول حدیث کی مشہور کتاب ''علوم الحدیث'' میں ۳۹ ویں نوع معرفۃ الصحابہ میں رقم طراز ہیں وَمِنْ اَجَلِّهَا وَاَكْثَرِهَا فَوَائِدَ كِتَابُ الْاِسْتِيْعَابِ لِاِبْنِ عَبْدِ الْبَرِّ لَوْلَا مَا شَانُهٗ بِهٖ مِنْ اِيْرَادِهٖ كَثِيْرًا مِّمَّا شَجَرَ بَيْنَ الصَّحَابَةِ وَ حِكَايَاتِهٖ عَنِ الْاَخْبَارِيِّيْنَ لَا الْمُحَدِّثِيْنَ وَ غَالِبُ عَلَى الْاَخْبَارِيِّيْنَ الْاِكْثَارُ وَالتَّخْلِيْطُ فِيْمَا يَرْوُوْنَهٗ۔

ترجمہ: معرفۃ الصحابہ کے عنوان پر بہت سی کتابیں ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ جلیل القدر اور باکثرت فوائد کے اعتبار سے ابن عبد البر کی کتاب الاستیعاب ہے اگر اس میں صحابہ کے باہمی مشاجرات اور ان کی حکایات کی بھر مار نہ ہوتی جن کو محدثین کی بجائے اخباریین نے بیان کیا ہے۔ کیونکہ مؤرخین کا غالب رجحان بلا امتیاز باکثرت واقعات اور خلط ملط روایات جمع کرنا ہوتا ہے۔ یہی بات علامہ نووی نے التقریب اور اس کی شرح تدریب الراوی میں علامہ سیوطی نے کہی ہے اور یہی حافظ ابن کثیر نے اختصارِ علوم الحدیث میں بھی تحریر کی ہے جس سے معلوم ہوا کہ مشاجرات صحابہ کا تذکرہ نہیں کرنا چاہیے۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں عمر بن عبد العزیز (رضی اللہ عنہ) سے بھی منقول ہے تِلْكَ دِمَاءٌ طَهَّرَ اللّٰهُ اَيْدِيَنَا فَلْنُطَهِّرْ عَنْهَا اَلْسِنَتَنَا۔ یہ وہ خون ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا تو ہمیں چاہئے کہ اپنی زبانوں کو بھی ان سے پاک رکھیں۔ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کے حق ہونے اور دوسرے کے خطاء پر ہونے کے متعلق بھی لب کشائی نہیں کرنی چاہیے اور سب کو صرف نیکی کے ساتھ

یاد کرنا چاہیئے (مکتوبات دفتر دوم مکتوب نمبر ۳۶)

مولانا امجد علی فرماتے ہیں: مسئلہ ۵: صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے باہم جو واقعات ہوئے، ان میں پڑنا حرام، حرام، سخت حرام ہے، مسلمانوں کو تو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ سب حضرات آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جاں نثار اور سچے غلام ہیں (بہار شریعت حصہ اول)

صحابہ (رضی اللہ عنہم) پر طعن، زبان درازی کرنے کی حرمت

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا

لَاتَسُبُّوا اَصْحَابِي فَلَوْاَنَّ اَحَدَ كُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهُ (متفق علیہ)۔ ترجمہ: میرے صحابی کو گالی نہ دو۔ اگر تم میں سے ایک شخص احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کر دے تو ان میں سے ایک کے ایک سیر اور آدھے سیر کو نہیں پہنچے گا (بخاری مسلم)

امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ایک روایت میں اس ارشاد گرامی کا پس منظر یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت خالد بن ولید اور حضرت عبد الرحمن بن عوف کے درمیان کوئی تنازعہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ حضرت خالد بن ولید نے حضرت عبد الرحمن بن عوف کو برا کہا۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت خالد بن وغیرھم حضرات کو خطاب کر کے فرمایا کہ میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو برا نہ کہو۔ پس میرے صحابہ سے وہ مخصوص صحابہ مراد ہیں جو ان مخاطب یعنی حضرت خالد وغیرہ سے پہلے اسلام لائے تھے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس حدیث میں تم کے ذریعہ پوری امت کو مخاطب کیا گیا ہو اور چونکہ نور نبوت نے پہلے ہی یہ دیکھ لیا تھا کہ آگے چل کر میری امت میں ایسے لوگ بھی پیدا ہوں گے جو

میرے صحابہ (رضی اللہ عنہ) کو برا بھلا کہیں گے، ان کی شان میں گستاخی کریں گے، اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کی آئندہ نسلوں میں احترام صحابہ (رضی اللہ عنہم) کے جذبات کو پیدا کرنے کے لئے حکم دیا کہ کوئی شخص میرے کسی صحابی کو برا نہ کہو (مرقاۃ)۔
معلوم ہوا کہ ان کی تھوڑی سی نیکی کا ثواب ہماری زیادہ نیکیوں کے ثواب سے زیادہ ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کی برکت سے زیادہ اخلاص پایا جاتا تھا۔ واز یجاست کہ فضیلت صحابہ را بمعنی کثرت ثواب داشتہ اند (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۶۲۹)۔ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام کی فضیلت کا مطلب ثواب کی زیادتی ہے۔ علامہ فضل اللہ تورپشتی (متوفی ۶۶۱ھ) فرماتے ہیں والمعنی ان احد کم لا یدرك بانفاق مثل احد ذهب من الفضيلة ما ادركه احدهم بانفاق مد من طعام اونصيف منه (کتاب المیسر ۱۲۱۰)۔ اس کتاب کے متمم علامہ عثمان (غلبا) فرماتے ہیں وتحقيق المعنى والله اعلم ان فضيلة الصحابة ورضوان الله عليهما انما كانت لصحبة رسول الله ﷺ والا انهم ادركوا زمان الوحى فلو عمر احد منا الف سنة مثلا وامثل او امره سبحانه وانزجر نواهيه مدة عمره بل كان اعبد الناس فى وقته لما يوازى جميع عبادته ساعة من صحبته ﷺ فاذا كان كذالك فضيلتهم لا يوازى بها البتة (الفاتیح فی شرح المصابیح ج ۶ ص ۲۸۶)۔

علامہ محمد بن عبد اللطیف ابن الملک الرومی (متوفی ۸۵۴ھ) فرماتے ہیں

والمعنى لو انفق احد كم مثل جبل احد ذهبا فى سبيل الله مابلغ ثوابه انفاق احد من اصحابى مدا من الطعام ولا نصفه لمقارنة انفاقهم مزيد

الاخلاص وصدق النبیۃ مع ما کانوا فی وقت الضرورۃ و کثرۃ الحاجۃ الی نصرۃ الدین (شرح مصابیح السنۃ ج۶ ص ۳۹۰)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا من سب اصحابی، فعلیہ لعنۃ اللہ، والملائکۃ، والناس اجمعین (الجامع الصغیر حدیث ۸۷۳۴)۔

ترجمہ: جو میرے صحابہ کو گالیاں دے، (برا بھلا کہے) اس پر اللہ کی لعنت، فرشتوں کی لعنت، اور تمام لوگوں کی لعنت۔

لعنت کا مطلب ہے: اللہ کی رحمت سے دور ہو۔ صحابہ کے درمیان جنگیں جو ہوئیں ہیں جو ان میں بھی شریک ہیں ان کو بھی بُرا بھلا کہنا منع ہے، یہ حدیث سب کو شامل ہے۔ لانھم مجتھدون فی تلک الحروب متاولون فسبھم کبیرۃ و نسبتھم الی الضلال او الکفر کفر۔ (فیض القدیر ج ۶ ص ۱۹۰) اس لئے کہ بیشک وہ ان جنگوں میں مجتھد تاویل کرنے والے تھے ان کو گالیاں دینا کبیرہ گناہ ہے اور ان کی طرف گمراہی اور کفر کی نسبت کرنا کفر ہے۔

صحابہ کو برا بھلا کہنے والا مستوجب لعنت ہے

اور صحابہ کرام کو مطلقا گالیاں دینے سے منع فرمایا۔ حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہم) فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اِذَا رَاَیْتُمُ الَّذِیْنَ یَسُبُّوْنَ اَصْحَابِیْ فَقُوْلُوْا لَعْنَۃُ اللہِ عَلٰی شَرِّکُمْ (ترمذی)۔ ترجمہ: جب تم ان کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا کہتے ہیں تو کہو کہ تمھاری شر پر اللہ کی پھٹکار۔ تم اپنے مردوں کی خوبیوں کا ذکر کرو۔ ان کی برائیوں ذکر کرنے سے رک جاؤ۔

امام احمد بن حنبل کتاب فضائل صحابہ میں حدیث لائیں ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے مَن سَبَّ اَصحَابِی فَعَلَیهِ لَعنَةُ اللهِ. وَالمَلَائِکَةِ وَ النَّاسِ اَجمَعِین. لَا یَقبَلُ اللهُ مِنهُ صَرفًا وَ لَا عَدلًا (روضۃ الاحباب فی سیر النبی والآل و الاصحاب، مقصدؒ (ج) دوم، ص ۴) ۔ترجمہ: جو میرے کسی صحابی کو گالیاں دے اس پر اللہ کی اور اس کے فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ اس سے کوئی فرض نماز اور نہ نفل نماز قبول فرمائے گا۔

مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بدعتی کی صحبت سے دور رہنا چاہئے۔ اس کی صحبت کفر تک پہنچا دیتی ہے۔ تمام بدعتی فرقوں میں سے بدتر وہ فرقہ ہے جو صحابہ کرام سے بغض رکھتا ہے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سب وشتم کرتا ہے۔ (دفتر اول مکتوب ۵۴)۔

صحابہ اکرام سے بغض اللہ کے رسول ﷺ سے بغض ہے

حضرت عبداللہ بن مغفل بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اَللّٰہَ اللّٰہَ فِی اَصحَابِی اَللّٰہَ اللّٰہَ فِی اَصحَابِی لَا تَتَّخِذُوهُم غَرَضاً مِن بَعدِی فَمَن اَحَبَّهُم فَبِحُبِّی اَحَبَّهُم وَ مَن اَبغَضَهُم فَبِبُغضِی اَبغَضَهُم وَمَن اَذَاهُم فَقَد اَذَانِی وَمَن اَذَانِی فَقَد اَذَی اللهَ وَمَن اَذَی اللهَ فَیُوشِكُ اَن یَأخُذَهُ (ترمذی)

ترجمہ: میرے صحابہ کے متعلق اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے بارہ میں اللہ سے ڈرو۔ میرے بعد انہیں نشانہ نہ بناؤ کیونکہ جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو میرے بغض کی وجہ سے اس سے

بغض رکھا اور جس نے انہیں ستایا اس نے مجھے ستایا اور جس نے مجھے ستایا اس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ اسے پکڑے۔

اَللّٰہَ اَللّٰہَ بِالنَّصَبِ فِیْهِمَا اَیِ اتَّقُوا اللّٰہَ ثُمَّ اتَّقُوا اللّٰہَ (مرقاۃ)

دونوں مرتبہ اسم جلالت پر زبر سے پڑھا گیا ہے یعنی تم اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے بارے میں کہ ان کی عداوت میں عذاب سے ڈرو۔ میرے بعد انہیں نشانہ نہ بناؤ کیونکہ جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو میرے بغض کی وجہ سے اس سے بغض رکھا اور جس نے انہیں ستایا اس نے مجھے ستایا اور جس نے مجھے ستایا اس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ اسے پکڑے۔

یُوْشِكُ اَنْ یَّاْخُذَہٗ اَیْ یُعَاقِبَہٗ فِی الدُّنْیَا اَوْ فِی الْاُخْرٰی وَ لَعَلَّہٗ مُقْتَبِسٌ مِّنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَهُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا (سورہ احزاب ۵۷)۔ ترجمہ: یعنی اللہ تعالیٰ اسکو دنیا و آخرت میں عذاب دیگا اور یہ شاید اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے نور حاصل کیا گیا ہے کہ بیشک جو لوگ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ستاتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی دنیا و آخرت میں پھٹکار ہے اور اللہ نے ان کے لئے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔ حدیث قدسی میں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ (بخاری کتاب الرقاق)۔ جو شخص میرے کسی دوست کے ساتھ دشمنی رکھے گا میں اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں۔ اس میں غضب و ناراضگی کا اظہار ہے۔ اور صحابہ کرام امت کے سارے

ولیوں کے سردار ہیں۔

امام ابوجعفر احمد رحمہ اللہ بن محمد الطحاوی (متوفی ۳۲۹ھ) فرماتے ہیں وَنُحِبُّ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلَانُفَرِّطُ فِي حُبِّ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَلَانَتَبَرَّأُ مِنْ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنُبْغِضُ مَنْ يُّبْغِضُهُمْ وَبِغَيْرِ الْخَيْرِ يَذْكُرُهُمْ وَلَانَذْكُرُهُمْ اِلَّا بِخَيْرٍ وَحُبُّهُمْ دِيْنٌ وَّاِيْمَانٌ وَّاِحْسَانٌ وَبُغْضُهُمْ كُفْرٌ وَّنِفَاقٌ وَّطُغْيَانٌ۔

ترجمہ: اور ہم رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سب صحابہ کرام سے محبت کرتے ہیں اور کسی کی محبت میں زیادتی نہیں کرتے اور نہ ان میں کسی سے بیزاری کرتے ہیں اور ہم ان سے بغض رکھتے ہیں جو صحابہ کرام سے بغض رکھتے ہیں اور ان کا برائی سے ذکر کرتے ہیں اور ہم ان (صحابہ) کا ذکر سوائے نیکی کے نہیں کرتے اور ان سے محبت دین، ایمان اور احسان (کی علامت) ہے اور ان سے بغض کفر، نفاق اور سرکشی کی نشانی ہے۔

صحابہ (رضی اللہ عنہ) کی تعظیم وتکریم لازم ہے

حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اَكْرِمُوْا اَصْحَابِيْ فَاِنَّهُمْ خِيَارُكُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ يَظْهَرُ الْكِذْبُ (نسائی، مرقاۃ جلد ۱۱، ص ۱۵۹، لمعات التنقیح جلد ۹، ص ۵۸۸)۔ میرے اصحاب (رضی اللہ عنہ) کی تعظیم وتکریم کرو، کیونکہ وہ تمہارے برگزیدہ اور بزرگ ترین لوگ ہیں پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہیں یعنی تابعین اور پھر وہ لوگ جو ان (تابعین) کے قریب ہیں یعنی تبع تابعین اور اس کے بعد جھوٹ ظاہر ہو جائے گا یہاں تک کہ ایک شخص قسم کھائے گا درانحالیکہ اس سے قسم کھانے کا مطالبہ نہ ہوگا اور گواہی دے گا حالانکہ

اس سے گواہی دینے کو نہ کہا جائے گا۔ یادرکھو! جو شخص جنت کے بالکل درمیان (جنت کی بہترین جگہ) رہنا چاہے تو اس کو چاہئے کہ جماعت کو لازم پکڑے کیونکہ شیطان اس شخص کا ساتھی بن جاتا ہے جو (خودرائے اور جماعت سے) علیحدہ وتنہا ہوتا ہے۔ شیطان تو دو شخصوں سے بھی (جو اجتماعیت واتحاد کو ساتھ ہوں) دور بھاگتا ہے اور وہاں کوئی مرد کسی اجنبی یعنی غیر محرم عورت کے ساتھ تنہائی میں ہرگز نہ رہے کیونکہ ان کا تیسرا ساتھی شیطان ہوتا ہے (جو ان دونوں کو بہکانے سے ہرگز نہیں چوں گے) نیز جس شخص کو اس کی نیکی خوشی واطمینان بخشے اور اس کی بدی اس کو غمگین ومضطرب کردے وہ مؤمن ہے (نسائی) (مظاہر حق جدید ج ۵ ص ۵۹۴)

علامہ سید جمال الدین محدث شیرازی حقوق صحابہ کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں و پوشیدہ نماند کہ مخالفت ومخاصمت کہ میان بعضے از صحابہ واقع شدہ نزد اہل سنت وجماعت محمول برین است کہ عن اجتہاد بودہ لاعن نفسانیۃ وہمہ آنہا قابل تاویلات ومحامل صحیحہ است و برتقدیر تسلیم ہ بعضے محلی قویم وتاویلے مستقیم نباشد گوئیم این متخالفات ومخاصمات منقولست از ایشان بطریق اخبار آحاد واکثر آنہا ضعاف وجائزۃ الکذب است وصلاحیت معارضہ با آیات قرآنی واحادیث مشہورہ کہ سابقا مذکور شدند پس سزاوار آنست کہ بسبب آن اخبار جسارت بہ طعن اصحاب جناب نبوت مآب کہ آن طعن موجب حسارت است یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابِ نمایند تا ابطال کتاب وسنت باخبار جائزۃ الکذب لازم نیاید واز تہدیدات ووعیدات کہ صاحب شرع دران باب بہ ثبوت پیوستہ پرحذر باشد۔

من انچہ شرط بلاغ با تو می گویم — تو خواہ از سخنم پند گیر وخواہ ملال

وبرنظر انور ہوشمندان مخفی نماند کہ صحابہ (رضی اللہ عنہم) حقوق بیار برذمہ مومنان لازم وثابت است زیرا کہ نصرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتقویت دین آنحضرت بتقدیم رسانیدہ درزمان حیات وی جان بازیہا نمودند باوجود ایذا واضرار کفار وفقر وفاقہ وتفرقہ بے شمار از طریق حق وسبیل صواب انحراف نہ نمودہ در استقامت وثبات قدم افزودند وبعد از وفات وی بسط بساط شریعت واشاعت ملت او کردند واسلام در اکثر اقالیم وبلاد درزمان ایشان ظہور وشیوع یافت ودروی زمین از غبار کفر دخاشاک شرک پاک شد وآثار حسنہ وامور مستحسنہ از ایشان باقی ماند واحکام شریعت وآداب طریقت ومعارف حقیقت از ایشان منتشر گشت واقوال واحوال وافعال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از ایشان بمارسید وببرکت ایشاں بدولت متابعت آنسرور کہ سبب نجات وواسطہ رفع درجات فایز گشتہ ایم والحمد للہ علی ذلك (روضۃ الاحباب ج ۲)

امام احمد رضا خان قادری بریلوی (متوفی ۱۳۴۰ھ) رحمہ اللہ تعالی ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں اہل سنت کے عقیدہ میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعظیم فرض ہے اوران میں سے کسی پر طعن حرام اوران کے مشاجرت میں خوض ممنوع۔ حدیث میں ارشاد اذا ذکر اصحابی فامسکوا جب میرے صحابہ کا ذکر کیا جائے (بحث وخوض سے) رک جاؤ۔ رب عزوجل، جو عالم الغیب والشہادہ ہے، اس نے صحابہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دو قسمیں فرمائیں: مومنین قبل الفتح جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے راہ خدا میں مال خرچ اور جہاد کیا اور مومنین بعد الفتح جنہوں نے بعد کو۔ فریق اول کو دوم پر فضیلت عطا فرمائی کہ لَا يَسْتَوِىْ مِنْكُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ

وَ قَاتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدِ الْفَتْحِ وَ قَاتَلُوْا

(سورہ حدید ۱۰)۔ ترجمہ: تم میں برابر نہیں وہ جنھوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا ،وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنھوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا۔

اور ساتھ ہی فرمادیا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى (سورہ حدید) دونوں فریق سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرمالیا۔ اور ان کے افعال پر جاہلانہ نکتہ چینی کا دروازہ بھی بند فرمادیا کہ ساتھ ہی ارشاد ہوا وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ اللہ کو تمھارے اعمال کی خوب خبر ہے۔ یعنی جو کچھ تم کرنے والے ہو وہ سب جانتا ہے۔ تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرماچکا خواہ سابقین ہوں یا لاحقین۔ اور یہ بھی قران عظیم سے ہی پوچھ دیکھئے کہ مولٰی عزوجل جس سے بھلائی کا وعدہ فرماچکا اس کے لئے کیا فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَ تَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (الانبیاء ۱۰۱)

ترجمہ: بیشک جن سے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہوچکا وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں ،اس کی بھنک تک نہ سنیں گے اور وہ اپنی من مانتی مرادوں میں ہمیشہ رہیں گے، انھیں غم میں نہ ڈالے گی بڑی گھبراہٹ ،فرشتے ان کی پیشوائی کو آئیں گے یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمھارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔

سچا اسلامی دل اپنے رب عزوجل کا یہ ارشاد عام سن کر کبھی کسی صحابی پر نہ سوءظن کرسکتا ہے، نہ اس کے اعمال کی تفتیش بفرض غلط کچھ بھی۔ کیا تم حاکم ہو یا اللہ، تم زیادہ جانتے یا

اللہ۔ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰہ کیا تمھیں علم زیادہ ہے یا اللہ تعالیٰ کو۔

دلوں کی جاننے والا سچا حاکم یہ فیصلہ فرما چکا کہ مجھے تمھارے سب اعمال کی خبر ہے۔ میں تم سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا، اس کے بعد مسلمان کو اس کے خلاف کی گنجائش کیا ہے۔ ضرور ہر صحابی کے ساتھ حضرت کہا جائے گا، ضرور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا جائے گا، ضرور اس کا اعزاز واحترام فرض ہے۔ ولو کرہ المجرمون اگرچہ مجرم برا مانیں

(فتوی رضویہ ج ۲۹ ص ۲۲۷)

مولانا امجد علی صاحب لکھتے ہیں عقیدہ کسی صحابی کے ساتھ سوءِ عقیدت، بدمذہبی وگمراہی واستحقاقِ جہنم ہے کہ وہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ بغض ہے۔ ایسا شخص رافضی ہے اگرچہ چاروں خلفا کو مانے اور اپنے آپ کو سنی کہے، مثلاً حضرت امیر معاویہ اور اُن کے والدِ ماجد حضرت ابوسفیان اور والدۂ ماجدہ حضرت ہند، اسی طرح حضرت سیدنا عمرو بن عاص، وحضرت مغیرہ بن شعبہ، وحضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہم، حتیٰ کہ حضرت وحشی (رضی اللہ عنہ) جنہوں نے قبلِ اسلام حضرت سیدنا سید الشہداء حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا اور بعدِ اسلام اَخبث الناس خبیث مسیلمہ کذاب ملعون کو واصلِ جہنم کیا۔ وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں نے خیر الناس وشر الناس کو قتل کیا۔ اِن میں سے کسی کی شان میں گستاخی، تبرا (نفرت کا اظہار کرنا) ہے اور اس کا قائل رافضی، اگرچہ حضراتِ شیخین (رضی اللہ عنہما) کی توہین کے مثل نہیں ہوسکتی کہ ان کی توہین بلکہ ان کی خلافت سے انکار ہی فقہائے کرام کے نزدیک کفر ہے۔ عقیدہ: کوئی ولی کتنے ہی بڑے مرتبہ کا ہو، کسی صحابی کے رتبہ کو نہیں پہنچتا (بہار شریعت حصہ اول ص ۲۵۲)

صحابہ کرام کیلئے دعا کرنے کی ترغیب دینے میں حکمت

اللہ تعالیٰ بعد آنے والوں کے متعلق فرماتا ہے

وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (سورہ جمعہ آیت ۳)

ترجمہ: اوران میں سے اوروں کو (پاک کرتے اور علم عطا فرماتے ہیں) جو اگلوں سے نہ ملے۔ مہاجرین وانصار کے بعد آنیوالوں کو تعلیم دی گئی ہے کہ مہاجر اور انصار کی پیروی کریں اور ان کے حقوق پہچانیں اور ان کو دعاؤں میں یاد رکھیں اور ان کا ذکر بھلائی سے کریں۔ خلاصہ یہ ہوا کہ مہاجرین انصار کے بعد آنے والوں پر دو باتوں پر عمل کرنے کی شرط لگائی۔ ایک کہ ان کی پیروی کریں اور دوسری شرط یہ ہے کہ ان پہلوں کے لئے دعا کریں۔ اور اللہ تعالیٰ نے دونوں باتوں کی ترغیب دلائی ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (حشر)۔ ترجمہ: اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے کہتے ہیں اے پروردگار معاف فرما ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ جاچکے۔ اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے لئے کینہ نہ آئے جو ایمان لائے اور اے ہمارے رب بے شک تو بخشنے والا مہربان ہے۔

اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ امت میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہونگے جو پہلوں کو برا کہیں گے اسلئے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے استغفار کرنے کا حکم دیا۔

چنانچہ امام ابومنصور محمد بن ماتریدی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۳۳۳ھ) اس آیت

کی تفسیر میں فرماتے قَدْ عَلِمَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنَّہٗ قَدْ یَکُوْنُ فِیْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ ﷺ مَنْ یَلْعَنُ سَلَفَہٗ حَتّٰی اَمَرَھُمْ بِالْاِسْتِغْفَارِ لَھُمْ۔ وَفِیْہِ دَلَالَۃٌ عَلٰی فَسَادِ قَوْلِ الرَّوَافِضِ وَالْخَوَارِجِ وَ الْمُعْتَزِلَۃِ لِاَنَّ الرَّوَافِضَ مِنْ قَوْلِھِمْ اِنَّ الْقَوْمَ لَمَّا وَلَّوا الْخِلَافَۃَ اَبَابَکْرِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کَفَرُوْا۔ وَمِنْ قَوْلِ الْخَوَارِجِ اِنَّ عَلِیًّا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کَفَرَ بِقِتَالِہٖ مَعَاوِیَۃَ وَاَصْحَابَہٗ۔ وَقَالَتِ الْمُعْتَزِلَۃُ اِنَّ مَنْ عَدَلَ عَنِ الْحَقِّ فِی الْقِتَالِ خَرَجَ عَنِ الْاِیْمَانِ وَلَوْ کَانَ مَا ارْتَکَبُوْا مِنَ الزَّلَّاتِ یُکَفِّرُھُمْ وَ یُخْرِجُھُمْ عَنِ الْاِیْمَانِ لَمْ یَکُنْ لِلْاِسْتِغْفَارِ لَھُمْ مَعْنًی لِاَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی نَھٰی عَنِ الْاِسْتِغْفَارِ لِلْمُشْرِکِیْنَ فَاِذَنْ اُذِنَ ھَاھُنَا بِالْاِسْتِغْفَارِ لَھُمْ۔ یَتَبَیَّنَ بِھٰذَا اَنَّ مَا ارْتَکَبُوْا مِنَ الذُّنُوْبِ لَمْ یُخْرِجْھُمْ مِنَ الْاِیْمَانِ ،وَ لِاَنَّہٗ اَبْقَی الْاُخُوَّۃَ فِیْمَا بَیْنَھُمْ مَعَ عِلْمِنَا اَنَّہٗ لَمْ یَکُنْ بَیْنَ الْاٰخِرِیْنَ وَ الْاَوَّلِیْنَ اُخُوَّۃٌ اِلَّا فِی الدِّیْنِ، فَلَوْلَا اَنَّھُمْ کَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ لَمْ یَکُنْ لِاِبْقَاءِ الْاُخُوَّۃِ مَعْنًی۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ وَلِاَنَّہٗ قَالَ تَعَالٰی (وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا) وَلَوْ کَانَ ذٰلِکَ یُخْرِجُھُمْ مِنَ الْاِیْمَانِ لَمْ یَکُنْ لِھٰذَا الدُّعَاءِ مَعْنًی لِاَنَّ الْوَاجِبَ اَنْ یَّکُوْنَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَدَاوَۃٌ لِلْکُفَّارِ وَ مَقْتُھُمْ فَلَمَّا نَدَبَ، جَلَّ ثَنَاؤُہٗ فِیْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃِ اِلٰی نَفْیِ الْغِلِّ وَالْحَسَدِ عَنْ قُلُوْبِھِمْ بِتِلْکَ الدَّعْوَۃِ ثَبَتَ اَنَّھُمْ کَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔ (تاویلات اہل السنت ج۹ ص۵۹۱)

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو پہلے لوگوں (صحابہ) کو لعن طعن کریں گے اور برا کہیں گے۔ اس لئے اللہ

تعالیٰ نے پچھلوں کوحکم دیا کہ ان پہلوں کے لئے استغفار کیا کریں۔اس آیت میں روافض ،خوارج اور معتزلہ کے قول (دعویٰ) کے فساد پر دلیل ہے کیونکہ روافض کا کہنا ہے کہ بیشک صحابہ کرام نے جب ابوبکر صدیق کوخلیفہ بنایا تو وہ کافر ہو گئے۔اور خوارج کا کہنا ہے کہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) اوران کے ساتھیوں کے ساتھ جنگ کرنے سے کافر ہو گئے ہیں۔تو معتزلہ نے کہا جو جنگ کرنے میں حق سے پھر گیا وہ ایمان سے خارج ہو گیا۔اور اگر غلطیوں کے ارتکاب سے انہیں کافر کہتے ہیں اور ان کو ایمان سے خارج کرتے ہیں تو ان کے لئے استغفار کرنے کا کوئی معنی نہ ہوتا۔(استغفار کرنے کا حکم دینا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اہل ایمان ہیں) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے لئے استغفار کرنے سے منع کر دیا ہے۔تب یہاں حکم دیا ہے استغفار کا تا کہ ظاہر ہو جائے اس سے یہ بات کہ گناہوں کا ارتکاب انہیں ایمان سے خارج نہیں کرتا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان بھائی چارہ کو باقی رکھا ہے ہمارے جاننے کے باوجود کہ پچھلوں اور اگلوں کے درمیان کوئی بھائی چارہ (رشتہ داری) نہیں ہے مگر صرف دین میں ہے۔تو اگر وہ ایماندار نہ ہوتے تو بھائی چارے کا باقی رکھنے کا کوئی معنی نہ ہوتا۔(اللہ خوب جانتا ہے) اور اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نہ پیدا فرما ہمارے دلوں میں کینہ ان لوگوں کے بارہ میں جو ایمان لا چکے۔اور گناہ ایمان سے نہیں نکالتا ورنہ دعا کرنے کی کوئی حقیقت نہ ہوتی۔اس لئے ضروری ہے کہ مؤمنوں کے دلوں میں کفار کے لئے عداوت اور ان سے بیزاری اور ناراضگی نہ ہو۔جب اللہ جل شانہٗ نے اس آیت میں ضروری قرار دیا ہے اس دعا کے ذریعہ سے کہ مؤمنوں کے دلوں میں کینہ اور حسد نہ ہو۔ثابت ہوا کہ وہ سب ایمان

دار تھے (اللہ خوب جانتا ہے)۔

علامہ شوکانی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں فَمَنْ لَمْ یَسْتَغْفِرْ لِلصَّحَابَةِ وَ یَطْلُبُ رِضْوَانَ اللهِ عَلَیْهِمْ فَقَدْ خَالَفَ مَا اَمَرَ اللهُ بِهٖ فِیْ هٰذِهِ الْاٰیَةِ

(فتح القدیر ج ۵ ص ۲۰۲)

ترجمہ: تو جس نے صحابہ کے لئے استغفار نہ کی اور ان کے لئے اللہ کی خوشنودی نہ طلب کی تو اس نے مخالفت کی ہے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی جو اس آیت میں ہے۔ تو کتنی بدبختی کی بات ہے کہ دعاو استغفار کی بجائے لعن وطعن اور تبرا بازی کرے۔

مردوں کو سب وشتم کرنے کی ممانعت

حضرت عبداللہ ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اُذْکُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاکُمْ وَ کُفُّوْا عَنْ مَسَاوِیْهِمْ (ترمذی)۔ ترجمہ: تم اپنے مردوں کی خوبیوں کا ذکر کرو اور ان کی برائیوں کا ذکر کرنے سے رک جاؤ۔

حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لَا تَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ فَاِنَّهُمْ قَدْ اَفْضَوْا اِلٰی مَا قَدَّمُوْا (البخاری ۴۲۹)۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مردوں کو سب وشتم نہ کرو کیونکہ جو انہوں نے آگے بھیجا تھا اس تک پہنچ گئے ہیں۔

اہل سنت کی اعتدال پسندی

صدر الاسلام امام ابو الیسر محمد البزدوی (متوفی ۴۹۳ھ) فرماتے ہیں ونحن نقول: یجب حب جمیع الصحابة ولا یجوز بغض بعضھم، وما غلونا فی الحب والروافض غلوا فی حب علی رضی اللہ عنہ حتی لحبه ابغضوا ابا بکر وعمر

وعثمان والخوارج غلوا فی حب ابی بکر وعمر حتی ابغضوا علیا حتی ان الخوارج ینسبوننا الی الروافض والروافض ینسبوننا الی الخوارج ونحن براء من الفریقین الضالین۔ فدل ان مذھبنا ھو المذھب الوسط۔

"(اصول الدین ص ۲۴۵)۔اور ہم کہتے ہیں تمام صحابہ کی محبت واجب ہے۔اور ان میں سے کسی سے دشمنی رکھنا جائز نہیں۔اور نہ ہم محبت میں زیادتی کرتے ہیں اور روافض علی رضی اللہ عنہ کی محبت میں غلو کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ حضرت علی کی محبت میں ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم سے بغض رکھتے ہیں۔اور خوارج حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی محبت میں غلو اور زیادتی کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ حضرت علی سے دشمنی رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ خوارج ہم کو روافض کہتے ہیں۔اور روافض ہم کو خوارج کہتے ہیں۔اور ہم ان دونوں گمراہ فرقوں سے برات ظاہر کرتے ہیں۔تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بے شک ہمارا مذھب یہی درمیانی مذھب ہے۔کہ اہل سنت عقائد میں اعتدال پسندی سے کام لیتے ہیں اور متوسط طریقہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔

باب سوم: تذکرہ حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ)

نام ونسب اور خاندان

ابوعبدالرحمٰن معاویہ بن ابوسفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن مناف بن قصی بن کلاب، قریشی اموی مکی (اعلام النبلا)۔ آپ کا خاندان بنو امیہ زمانہ جاہلیت سے قریش میں معزز وممتاز چلا آتا تھا۔ ان کے والد ابوسفیان قریش کے قومی نظام میں عقاب یعنی علمبرداری کے عہدے پر ممتاز تھے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ کے والد ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا شماران سرکش لوگوں میں ہوتا تھا جو قبل از اسلام، اسلام کے خلاف برسر پیکار تھے، سیرت نبوی پر مشتمل کتابیں اسلام اور صاحب اسلام کے خلاف ان کے اعمال وکردار کی بھر پور عکاسی کرتی ہیں مگر جب اللہ نے انہیں رشد وہدایت سے نوازنا چاہا تو وہ فتح مکہ سے تھوڑا عرصہ قبل مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں خصوصی اعزاز سے نوازتے ہوئے فرمایا: جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوگا اسے امن حاصل ہوگا۔ ابوسفیان کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی اپنے اندر ایک اہم تربیتی پہلو بھی رکھتا ہے۔ امان کے لیے ان کے گھر کی تخصیص ہی ایک ایسی قابل قدر چیز تھی جس سے سردار ابوسفیان کو ذہنی تسکین حاصل ہوئی۔ اسی چیز نے انہیں اسلام پر ثابت قدمی عطا کی اور انہیں ایمان کی تقویت بخشی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ہند بنت عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند ابوسفیان کے مسلمان ہونے کے بعد فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا اور وہ

دونوں اپنے نکاح پر قائم رہے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مردوں سے بیعت لینے کے بعد عورتوں سے بیعت لینے لگے تو ان عورتوں میں ہند بنت عتبہ بھی موجود تھی۔ پھر یہ اسلام پر قائم ہی رہے۔ آپ کی کنیت عبدالرحمن ہے، نام (حضرت) معاویہ (لفظ معاویہ بروزن مفاعلہ ہے اس کے معنی ہیں شیر کی آواز وللکارا اور آواز دے کر پکارنا اس کے علاوہ اور بھی ہوتے ہیں لیکن ہمیشہ اچھا معنی لینا چاہیے اور اسماء و اعلام کے لغوی معنی نہیں لئے جاتے۔ اور آپ کے علاوہ متعدد صحابہ کرام کے اسماء معاویہ تھے۔ اگر اسم معاویہ کا معنی غلط ہوتا تو نبی کریم تبدیل فرما دیتے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو نہیں بدلہ تو پھر کون ہوتا ہے جو اسم معاویہ کے مفہوم کو غلط قرار دے)۔

حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کا اسلام لانا

آپ بعثت سے پانچ سال قبل پیدا ہوئے تھے اور سلسلہ نسب پانچویں پشت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے اور والدہ کی طرف سے بھی عبد مناف سے سلسلہ نسب مل جاتا ہے۔ آپ (رضی اللہ عنہ) فتح مکہ مکرمہ سے پہلے اسلام لائے تھے۔ بعض کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ آپ (رضی اللہ عنہ) عمرۃ القضاء کے موقع پر ۷ھ کو ایمان لائے تھے اور فتح مکہ کے موقع پر ظاہر کیا تھا جیسے حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) جنگ بدر کے دن ایمان لائے تھے لیکن ایمان کا اظہار فتح مکہ معظمہ کے موقع پر کیا تھا۔

علامہ عز الدین ابن اثیر (متوفی ۶۳۰ھ) لکھتے ہیں أَسْلَمَ هُوَ وَأَبُوْهُ وَأَخُوْهُ يَزِيْدُ وَأُمُّهُ هِنْدٌ فِي الْفَتْحِ وَكَانَ مُعَاوِيَةُ يَقُوْلُ أَنَّهُ أَسْلَمَ عَامَ الْقَضِيَّةِ وَأَنَّهُ لَقِيَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ مُسْلِمًا وَ كَتَمَ إِسْلَامَهُ مِنْ أَبِيْهِ وَأُمِّهِ (اسد

الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ ج ۵ ص ۲۰۱)۔ترجمہ:حضرت معاویہ،ان کے والد حضرت ابوسفیان، ان کے بھائی یزید اور ان کی والدہ ھندہ فتح مکہ کے سال اسلام لائے اور حضرت معاویہ فرماتے تھے کہ وہ عمرہ قضاء کے سال ایمان لائے تھے۔اور بیشک انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ایمان کی حالت میں ملاقات کی اور اپنے اسلام کو اپنے والدین سے چھپا رکھا۔معلوم ہوا کہ آپ (رضی اللہ عنہ) ۷ھ میں عمرۃ القضاء کے سال اسلام لائے تھے۔مگر خوف کی وجہ سے ظاہر نہیں کیا تھا۔

علامہ عبدالعزیز پرھاروی لکھتے ہیں معاویہ بن ابی سفیان بن صخر بن حرب بن امیہ بن عبدالشمس بن عبدالمناف۔ فتح مکہ کے دن (۱۸ برس کی عمر میں) اسلام لائے اور آپ (رضی اللہ عنہ) کی بہن ام حبیبہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ تھی۔آپ (رضی اللہ عنہ) احادیث کے روایت کرنے والے فقہ میں مجتھد تھے۔بہت بردبار سخی سلطنت کے قوانین کے سب سے زیادہ جاننے والے اور ماہر تھے۔حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے آپ (رضی اللہ عنہ) کو دور خلافت میں شام کا امیر بنایا تھا اور حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کے دور میں بھی اسی منصب وعھدہ پر قائم رکھا۔حضرت حسن (رضی اللہ عنہ) نے جب خلافت آپ (رضی اللہ عنہ) کے سپرد کر دی تو پھر آپ (رضی اللہ عنہ) سارے ملک کے امیر و بادشاہ مستقل طور پر بن گے۔اور یہ واقعہ ۴۱ھ کا ہے۔چالیس سال تک بطور نیابتا و استقلالاً شام کے امیر رہے (بیس برس امیر رہے اور بیس برس خلیفہ و بادشاہ رہے) (نبراس ص ۵۰۲)

حضرت امیر معاویہ کے بھائی اور بہنیں

آپ کے تین بھائی اور چار بہنیں تھیں جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱) یزید بن ابوسفیان
۲) عتبہ بن ابوسفیان
۳) عنبہ بن ابوسفیان
۴) ام حبیبہ بنت ابوسفیان
۵) ام الحکم بنت ابوسفان
۶) عزہ بنتِ ابوسفیان
۷) امیمہ بنت ابوسفیان (رضی اللہ عنہم)

پھر اسلام لانے کے بعد ان سب نے اسلام کی خدمت کی جان و مال کی قربانی پیش کی اس لئے ان سب کا ذکر خیر سے کرنا چاہیئے۔

حضرت امیر معاویہ کے اخلاق وروز وشب کے معمولات

مؤرخ ابوالحسن علی معتزلی شافعی مسعودی (متوفی ۳۴۶ھ) لکھتے ہیں: حضرت معاویہ کے اخلاق میں یہ بات تھی کہ وہ دن ورات میں پانچ مرتبہ (لوگوں کو) اجازت دیتے تھے۔ جب آپ (رضی اللہ عنہ) نماز فجر سے فارغ ہوتے تو واقعات سنانے والی کی خاطر بیٹھ جاتے یہاں تک کہ اس کے واقعات کی سماعت سے فارغ ہو جاتے۔ پھر مسجد کے اندر داخل ہوتے تو ان کیلئے قرآن لایا جاتا۔ وہ اس کا کچھ حصہ تلاوت کرتے پھر اپنے گھر جاتے اور گھریلو امور سرانجام دیتے۔ پھر چار رکعت نماز پڑھتے، پھر اپنی مجلس کی طرف نکلتے۔ پھر خاص الخواص حضرات کو اجازت دی جاتی۔ آپ (رضی اللہ عنہ) ان سے بات چیت کرتے اور وہ آپ (رضی اللہ عنہ) سے بات چیت کرتے۔ اور آپ (رضی اللہ عنہ) کی خدمت میں آپ کے وزراء آتے اور آپ سے ان امور میں

گفتگو کرتے جو وہ صبح سے شام تک کے معاملہ میں چاہتے۔ پھر چھوٹا ناشتہ یعنی رات کے کھانے سے بچا ہوا حصہ لایا جاتا یعنی عمدہ بکری کے بچہ کا یا پرندے کے بچہ کا گوشت وغیرہ۔ پھر آپ کافی دیر تک گفتگو کرتے۔

پھر آپ اپنے گھر میں چلے جاتے جب چاہتے۔ پھر باہر آتے اور فرماتے: اے خادم کرسی نکالو۔ پس مسجد کی طرف وہ لیجائی جاتی اور وہاں رکھ دی جاتی۔ پھر (وہاں) مقصورہ (کوٹھڑی) کے ساتھ اپنی کمر کو ٹیکتے اور کرسی پر بیٹھ جاتے اور نوجوان کھڑے ہوتے۔ پس آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کمزور، دیہاتی، بچہ، عورت اور وہ شخص آگے بڑھتا جس کا کوئی نہ ہوتا۔ پس آپ کہتے اس کی مدد کرو۔ اور (کوئی) کہتا مجھ پر ظلم ہوا ہے، آپ کہتے اس کے ساتھ (کسی کو) روانہ کرو۔ اور (کوئی) کہتا میرے ساتھ بدسلوکی ہوئی ہے، آپ کہتے اس کے مسئلہ میں غور کرو، یہاں تک کہ جب کوئی نہ باقی رہتا تو آپ اندر چلے جاتے اور تخت پر بیٹھ جاتے۔

پھر فرماتے لوگوں کو ان کے درجات کے مطابق (اندر آنے کی) اجازت دو اور کوئی شخص مجھے سلام کا جواب دینے میں مشغول نہ کرے۔ پس کہا جاتا اے امیر المؤمنین، (آپ نے) صبح کیسی کی، اللہ پاک آپ کی زندگی طویل کرے؟ آپ فرماتے اللہ کی نعمت کے ساتھ۔ پس جب وہ (لوگ) ٹھیک ہو کر بیٹھ جاتے تو آپ فرماتے اے لوگو! تم اشراف نامزد کئے گئے اس لئے کہ تم نے اپنے سے کم درجہ لوگوں کو اس مجلس میں شرف (عزت) دیا۔ تم ہمارے سامنے ان لوگوں کی ضروریات پیش کرو جو ہم تک نہیں پہنچ سکتے ہیں۔ پس ایک آدمی اٹھتا اور کہتا فلاں شخص شہید ہو گیا ہے، آپ

فرماتے اس کی اولاد کے لئے (شاہی رجسٹر) میں (روزینہ) مقرر کر دو۔ اور دوسرا کہتا فلاں شخص اپنے گھر والوں سے غائب ہے، آپ فرماتے تم ان کی دیکھ بھال کرو، ان کو عطا کرو، ان کی ضروریات کو پورا کرو، ان کی خدمت کرو۔

پھر کھانا لایا جاتا اور کاتب حاضر ہوتا اور ان کے سر کے پاس کھڑا ہو جاتا۔ اور ایک آدمی کے پاس آتے اور اس کو کہتے دستر خواں پر بیٹھو۔ پس وہ بیٹھ جاتا اور دو یا تین لقمے کھاتا جبکہ کاتب آپ کا حکم نامہ پڑھتا۔ پس آپ اس میں کسی امر کا حکم دیتے۔ پس کہا جاتا اے اللہ کے بندے! تم اس کے بعد آؤ۔ پس وہ اٹھتے اور دوسرا آگے بڑھتا یہاں تک تمام حاجت مندوں کی حاجت روائی کرتے۔ بسا اوقات آپ کے پاس چالیس (کی تعداد میں) حاجت مند آتے یا اس کے قریب کھانے کی مقدار میں۔ پھر کھانا اٹھالیا جاتا اور لوگوں سے کہا جاتا چلے جاؤ، پس وہ لوٹ جاتے۔

پھر آپ اپنے گھر میں جاتے، پس کوئی طمع کرنے والا اس میں طمع نہ کرتا حتیٰ کہ ظہر کی اذان دی جاتی۔ پھر آپ نکلتے اور چار رکعت نماز پڑھتے پھر بیٹھ جاتے۔

پس خاص الخواص حضرات کو اجازت دی جاتی۔ پس اگر سردیوں کا وقت ہوتا تو آپ ان کی خدمت میں حاجیوں کا زادراہ یعنی خشک حلوہ، خشک نان اور سفید آٹے میں دودھ اور شکر کے ساتھ گوندی ہوئی ٹکیاں، تہ بہ تہ کیک اور خشک میوے پیش کرتے۔ اور اگر گرمیوں کا زمانہ ہوتا تو ان کی خدمت میں تر و تازہ پھل پیش کرتے۔ اور آپ کے پاس آپ کے وزراء آتے اور باقی دن کے (امور) کے لئے آپ سے مشورہ کرتے جن کی ان کو ضرورت ہوتی۔ اور آپ عصر تک بیٹھے رہتے، پھر نکلتے اور عصر کی نماز

پڑھتے۔ پھر اپنے گھر میں جاتے۔ پس کوئی طمع باز اس میں طمع نہ کرتا یہاں تک کہ جب عصر کے آخری وقت میں باہر آتے تو اپنے تخت پر بیٹھ جاتے اور لوگوں کو ان کے درجات کے اعتبار سے اجازت دی جاتی۔

پھر رات کا کھانا لایا جاتا۔ پس آپ اس سے اتنی دیر میں فارغ ہوتے جتنی دیر میں مغرب کی اذان دی جائے او آپ کے لئے حاجت مندوں کو نہ بلایا جاتا۔ پھر رات کا کھانا اٹھالیا جاتا، پھر مغرب کی اذان دی جاتی، آپ نکلتے اور مغرب کی نماز پڑھتے، پھر اس کے بعد چار رکعتیں پڑھتے اور ہر رکعت میں پچاس آیتیں پڑھتے۔ کبھی بلند آواز سے پڑھتے اور کبھی آہستہ آواز میں۔ پھر اپنے گھر چلے جاتے۔ پس کوئی طمع باز اس میں طمع نہ کرتا، یہاں تک کہ عشاء کی اذان دی جاتی۔ پھر آپ باہر آتے اور نماز پڑھتے۔ پھر انتہائی خاص الخواص حضرات، وزراء اور حاشیہ نشینوں کو اجازت دی جاتی۔ پس وہ وزراء آپ سے مشورہ کرتے ان امور میں جس کا اس رات آپ ارادہ کرتے اور حکم صادر کرنا ہوتا۔ اور یہ (مجلس) رات کے تہائی حصہ تک جاری رہتی جو عرب کے حالات و واقعات اور عجم اور ان کے بادشاہوں اور ان کی لڑائیوں اور فریب کاریوں اور اپنی رعایا کے متعلق سیاست اور سابقہ امتوں کی خبروں کے لئے منعقد ہوتی۔ پھر آپ کے پاس آپ کی بیویوں کی طرف سے عجیب وغریب تحائف آتے جیسے حلوہ اور دوسری کھانے کی عمدہ چیزیں۔ پھر آپ اندر تشریف لے جاتے اور رات کا تہائی حصہ سوتے۔ پھر اٹھتے اور بیٹھ جاتے، پھر رجسٹر حاضر کئے جاتے جن میں بادشاہوں کی عادات اور ان کے واقعات اور لڑائیوں اور منصوبوں کا ذکر ہوتا۔ پس وہ آپ کے سامنے آپ کے باسلیقہ خدام

پڑھتے، اور وہ (خدام) ان کی حفاظت اور ان کے پڑھنے پر مقرر ہیں۔ چنانچہ ہر رات واقعات وحالات وآثار اور نوع بہ نوع سیاست کے متعلق جملے آپ کے گوش گزار کئے جاتے۔ پھر باہر نکلتے اور صبح کی نماز پڑھتے۔ پھر لوٹ آتے اور وہی کام کرتے جس کا (پہلے) ہم نے ہر روز کے متعلق بیان کیا ہے۔ (تاریخ المسعودی ج ۳)

خلیفہ عبدالملک بن مروان حضرت معاویہ نہ بن سکا

آپ کے بعد ایک جماعت نے جس میں عبدالملک بن مروان جیسے آدمی بھی تھے آپ کے اخلاق کو اپنانے کا ارادہ کیا مگر وہ آپ کے حلم کو نہ پا سکے اور نہ ہی آپ کے تقوے کو پا سکے جو آپ سیاست میں اختیار کرتے تھے اور نہ ہی وہ امور کو اس طرح سر انجام دے سکے اور نہ ہی لوگوں کے ساتھ ان کی قدر ومنزلت کے مطابق سلوک کر سکے۔
(تاریخ المسعودی)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تبرکات سے عقیدت ومحبت

علامہ ابوالعباس احمد بن حجر مکی لکھتے انه لما حضرته الوفاة اوصى ان يكفن في قميص كان رسول الله ﷺ كساه اياه وان يجعل مما يلي جسده و كانت عنده قلامة اظفار رسول الله ﷺ فاوصى ان تسحق وتجعل في عينيه وفمه۔ وقال افعلوا ذلك بي وخلوا بيني وبين ارحم الراحمين۔ ولما نزل به الموت قال ياليتني كنت رجلا من رضي الله عنهم۔ فهنيئا له ان يسر له مماسة جسه لما مسه جذ رسول الله۔ واختلاط باطن فمه وعينيه بما انفصل من بدن النبي ﷺ (تطہیر الجنان ص ۸۸)

ترجمہ: جب ان کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے وصیت کی کہ مجھے کفن میں وہ کرتہ پہنایا جائے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دیا تھا اور یہ کرتا سب کپڑوں سے نیچے بدن سے ملا ہوا رہے۔ اور ان کے پاس رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناخنوں کا تراشہ تھا۔ اس کے متعلق انہوں نے وصیت کی کہ گھس کر میری آنکھوں میں اور منہ میں بھر دیا جائے۔ اور کہا کہ جب یہ سب باتیں کر چکو تو مجھ کو ارحم الراحمین کے حوالے کر دینا۔ جب ان کی وفات کا وقت آ گیا تو کہنے لگے کاش میں قریش کا ایک ایسا شخص ہوتا کہ ذی طوی میں رہتا اور خلافت میں بالکل دخل نہ دیتا۔ یہی شان کاملین (رضی اللہ عنہم) کی ہے۔

علامہ عبدالعزیز پرھاروی لکھتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: كَفِّنُونِي فِي رِدَائِهِ وَاجعَلُوا شَعرَهُ وظُفرَهُ فِي مَقلَتِي وَ مَنَاخرى وَ فِيّ وَخَلُّوا بَينِي وَبَينَ اَرحَمُ الرَّحِمِين (نبراس ص ۵۰۲ معاویہ بن ابی سفیان ص ۴۴۰)

ترجمہ: مجھے آپ کی چادر میں کفن دینا اور آپ کے بالوں اور ناخنوں کو میری آنکھ کی پتلیوں میں اور میرے ناک کے نتھنوں میں اور میرے منہ میں رکھ دو اور مجھے اپنے اور سب سے زیادہ رحم فرمانے والے کے درمیان چھوڑ دو۔

عبدالاعلیٰ بن میمون (رضی اللہ عنہ) اپنے والد میمون سے روایت کرتے ہیں

اَنَّ مُعَاوِيَةَ قَالَ فِي مَرضِهِ الَّذِى مَاتَ فِيهِ اِنَّ رَسُولَ الله ﷺ كَسَانِي قَمِيصاً فَرَفَعتهُ وَقَلَّمَ اَظفَارَهُ يوماً فَاَخَذتُ قلَامَتَهُ فَجَعَلتُهَا فِي قَارُورَة فَإِذَا مُتُّ فَالبِسُونِي ذَالِكَ القَمِيصَ، وَ قَطِّعُوا تِلكَ القَلَامَةَ، واسحَقُوها وذُرُّوها فِي عَينِي وَ فِى فِيّ فَعَسى الله اَن يَّحمَنى بِبَرَكَتِها۔

ترجمہ: رسول اللہ نے مجھے قمیص پہننے کو دی تھی، میں نے اسے رکھ چھوڑا۔ اور ایک دن حضرت ﷺ نے ناخن تراشے تھے، میں نے کترن اٹھالی اور ایک شیشی میں اسے رکھ دیا ہے۔ جب میں مرجاؤں تو وہ قمیص مجھے پہنا دینا اور اس کترن کو ریزہ ریزہ کرکے رگڑ رگڑ کر میری آنکھوں میں میرے منہ میں چھڑک دینا۔ امید ہے کہ ان کی برکت سے خدا مجھ پر رحم کرے گا (تاریخ طبری ج۶ ص ۱۶۷)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دھلوی (متوفی ۱۰۵۲ھ) لکھتے ہیں اہل سیر کہتے ہیں کہ ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کی چادر مبارک اور قمیص مبارک اور چند موہائے شریف اور ناخن ہائے شریف تھے۔ انہوں نے وصیت کی کہ مجھے حضور اکرام ﷺ کی قمیص مبارک پہنا کر چادر شریف میں لپیٹ کر اور آپ ﷺ کی ازار مبارک دے کر کفنانا اور میری ناک، منہ اور مواضع سجود میں موہائے مبارک اور تراشہائے ناخن شریف رکھ کر ارحم الراحمین کے سپرد کردینا (مدارج نبوت ج ۲ ص ۴۳۲)۔ معلوم ہوا کے حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو نبی کریم ﷺ سے بڑی عقیدت اور محبت تھی کہ آپ نے وصیت کی کہ نبی کریم ﷺ کے آثار سے تبرک حاصل کیا جائے کہ اس کی برکت سے اللہ مجھ پر رحم فرئے۔

پس مبارک ہو حضرت معاویہ کو کہ ان کے جسم سے وہ چیز مس کررہی تھی جس نے رسول خدا ﷺ کے جسم اقدس کو مس کیا تھا اور منہ اور آنکھوں میں وہ چیز مخلوط ہوگئی تھی جو نبی ﷺ کے بدن مبارک سے جدا ہوئی تھی۔ اس لئے کہ وہ متبرک چیزیں ہیں۔

حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) بہت بڑے عقلمند، دانا تھے۔ آپ (رضی اللہ عنہ) سے

ایک سو تریسٹھ (۱۶۳) احادیث مروی ہیں (تاریخ الخلفاء)۔ آپ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، کاتب وحی اور کاتب خطوط تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتے دار اور ام المومنین حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابوسفیان بن امیہ کے بھائی تھے۔ آپ کے بہت سے فضائل ہیں جن کا تذکرہ آئندہ ہوگا۔

حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کا آخری خطبہ

حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے آخری خطبہ میں فرمایا: اے لوگو! جس نے کاشت کی ہے اس کی کٹائی کا وقت قریب آ گیا ہے اور میں تمہارا والی رہا ہوں اور میرے بعد مجھ سے بہتر ہرگز تمہارا کوئی والی نہ ہوگا بلکہ جو تمہارا والی بنے گا وہ مجھ سے برا ہوگا جیسا کہ مجھ سے پہلے تمہارا والی تھا وہ مجھ سے بہتر تھا اور اے یزید جب میری موت قریب آجائے تو میرے غسل کا کام ایک دانشمند شخص کے سپرد کرنا۔ بلاشبہ دانشمند کا اللہ کے ہاں ایک مقام ہوتا ہے۔ پس وہ اچھی طرح غسل دے اور بلند آواز سے تکبیر کہے۔ پھر خزانہ میں ایک رومال سے اس کا قصد کرنا۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑوں میں سے ایک کپڑا اور آپ کے کٹے ہوئے بال اور ناخن ہیں۔ پس کٹے ہوئے بالوں اور ناخنوں کو میری ناک منہ اور دونوں آنکھوں پر رکھ دینا اور اس کپڑے کو لپیٹنے والے کپڑے کے اندر میری جلد کے ساتھ رکھنا اور اے یزید والدین کے بارے میں اللہ کی وصیت کو یاد کرنا اور جب تم مجھے میرے کپڑوں میں لپیٹ دو اور مجھے میری قبر میں رکھ دو تو معاویہ (رضی اللہ عنہ) اور ارحم الراحمین کو چھوڑ دو۔ (تاریخ ابن کثیر اردو ج ۸ ص ۱۸۵۔ البدایہ والنہایہ عربی ج ۸ ص ۱۴۸) اس سے ثابت ہوا کہ حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ

عنہ) کا یہ عقیدہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تبرکات سے مرنے والے کو فائدہ ہوتا ہے۔

سورۃ یوسف میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کی برکت سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کی بینائی لوٹ آئی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا (سورہ یوسف ۹۷) پھر جب خوشی سنانے والا آیا اس نے وہ کُرتا یعقوب کے منہ پر ڈالا اسی وقت اسکی آنکھیں پھر آئیں (کنز الایمان) یہ حضرت یوسف علیہ السلام کا معجزہ تھا۔

حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی دعا اور وفات

امام محمد بن سیرین نے بیان کیا ہے جعل معاوية لما احتضر يضع خدا على الارض ثم يقلب وجهه ويضع الخد الآخر ويبكى يقول: اللهم انك قلت فى كتابك اللهم فاجعلنى فيمن تشاء ان تغفر له (البدایۃ والنہایۃ)۔

ترجمہ: جب حضرت معاویہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ اپنا خسار زمین پر رکھتے پھر اپنے چہرے کو پلٹتے اور دوسرے رخسار کو زمین پر رکھتے اور روتے اور کہتے اے اللہ تو نے اپنی کتاب میں فرمایا کہ (بلا شبہ اللہ اس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کا شریک کیا جائے اور اس سے کم تر گناہوں کو جس کے لیے چاہتا ہے بخشش دیتا ہے) اے اللہ مجھے ان لوگوں میں شامل کر جنہیں تو بخشنا چاہتا ہے۔

شیخ العتبی نے اپنے باپ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے اپنی موت کے نزدیک کسی کا یہ شعر بطور مثال پڑھا۔

هُوَ الْمَوْتُ لَا مُنْجِىَ مِنَ الْمَوْتِ وَالَّذِى نُحَاذِرُ بَعْدَ الْمَوْتِ اَدْهٰى وَاَفْظَعُ

ترجمہ: یہ موت ہے اور اس سے نجات پانے کی کوئی جگہ نہیں اور موت کے بعد جس امر سے ہم ڈرتے ہیں وہ بڑا قبیح اور سخت ہے۔ پھر فرمایا: اَللّٰھُمَّ اَقِلِ العَثْرَۃَ وَاعْفُ عَنِ الزَّلَّۃِ، وَتَجَاوَزْ بِحِلْمِكَ عَنْ جَھْلِ مَا لَمْ یُرْجَ غَیْرُكَ، فَاِنَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَۃِ، لَیْسَ لِذِی خِطِیئَۃٍ مَھْرَبٌ اِلَّا اِلَیْكَ (البدایۃ والنھایۃ ج ۸ ص ۱۵۰)۔ ترجمہ: اے اللہ لغزش و گناہ کو معاف کر اور اپنے حلم سے اس کے جہل سے درگزر فرما جو تیرے غیر سے امید نہیں رکھتا۔ بلاشبہ تو وسیع مغفرت والا ہے اور خطا کار کے لیے اپنی خطا سے تیرے پاس بھاگنے کے سوا اور کوئی جگہ نہیں۔

آپ کی وفات ۶۰ھ میں کس تاریخ ہوئی اس میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا ۴ رجب، بعض نے ۱۵ رجب اور بعض نے کہا ۲۲ رجب ۶۰ ھجری جمعرات کو وفات ہوئی (البدایۃ والنھایۃ ج ۸)۔ آپ (رضی اللہ عنہ) ۷۸ یا ۹۸ سال کی عمر میں (جمعرات کے دن) بائیس رجب، سنہ ۶۰ ھجری کو فوت ہوئے تھے۔

اور ضحاک بن قیس بن فہری رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی (یہ کوفہ کے حاکم تھے) اور ان کی وفات کے وقت یزید ان کے پاس موجود نہیں تھا

(تاریخ طبری)

اور آپ کو اس کو دمشق کے اس قبرستان میں دفن کیا گیا باب الجابیہ اور باب الصغیر کے درمیان واقع ہے۔ چنانچہ شیخ عبداللہ ابن بطوطہ لکھتے ہیں کہ شہر دمشق کے آٹھ دروازے ہیں۔ باب الفرادیس، باب الجابیہ، باب الصغیر۔ ان دونوں دروازوں کے مابین ایک بہت بڑا قبرستان ہے جس میں بے شمار صحابہ اور شہداء رضوان اللہ تعالیٰ علیہم

اجمعین کے مزارات ہیں۔ علاوہ ازیں اور بھی بہت سے مزارات ہیں۔ اس میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اپ کے بھائی امیر المومنین امیر معاویہ حضرت بلال موذن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اویس القرنی رضی اللہ عنہ کعب الاحبار رضی اللہ عنہ کے مزارات ہیں (سفرنامہ ابن بطوطہ)۔ امام ابوالحسین محمد بن احمد بن جبیر الکنانی الاندلسی ۶۱۴ھ لکھتے ہیں کہ دمشق کی مغرب جانب ایک صحرا ہے۔ جس کو صحراء قبور شہداء کہتے ہیں اس میں بھی شہداء کی قبریں ہیں اور لکھا ہے وحال الامیر المؤمنین معاویۃ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ وقبرہ مسنم فی الموضع المذکور (رحلۃ ابن جبیر ص ۲۵۱)۔ کہ ماموں امیر المؤمنین معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ ان کی قبر اسی مذکور جگہ کہان نما ہے۔

سفرنامہ جہان دیدہ میں ہے کہ اَپ کی قبر ایک پرانے مکان کے بڑے کمرے میں ہے جہاں اور بھی چند قبریں ہیں۔ اور وہاں روافض کی دشمنی کی وجہ سے بغیر محکمہ اوقاف کی اجازت کے زیارت نہیں کی جاسکتی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیویاں اور اولاد

آپ نے متعدد شادیاں کی تھیں ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں:

(۱) میسون بنت بحدل بن انیف بن ولجۃ (دلجہ) بن قنافۃ بن عدی بن زھیر بن حارثہ بن جناب کلبی ہے۔ ان کے پیٹ سے یزید پیدا ہوا۔ یہ بھی منقول ہے کہ ایک لڑکی بھی اس سے پیدا ہوئی تھی۔ امۃ رب المشارق اس کا نام تھا۔ بچپن ہی میں فوت ہوگئی تھی۔ اس زوجہ مطہرہ کو محلات کی بجائے اپنے گاؤں سے زیادہ لگاؤ تھا۔ تو اس لئے ان کو حضرت معاویہ نے طلاق دے دی تھی۔ یہ اپنے بیٹے یزید کو

لے کر وہاں گاؤں میں قیام پزیر تھی۔ بغدادی رحمہ اللہ نے خزانۃ الادب میں ذکر کیا ہے کہ جب حضرت معاویہ نے اسے طلاق دی کہنے لگے: تو ہمارا ساتھ چھوڑ کر جا رہی ہے۔ اس نے جواب دیا: جب ہم ایک ساتھ تھے تو خوش نہیں تھے۔ اور اب جب ہم جدا ہو رہے ہیں تو اس جدائی کا کوئی غم نہیں ہے۔ (خزانۃ الادب ج ۳ ص ۵۹۳)

(۲) فاختہ بنت قرظہ بن عبد عمرو بن نوفل بن عبد مناف ہے۔ اس سے عبد اللہ و عبد الرحمٰن دو لڑکے پیدا ہوئے۔ عبد اللہ احمق اور کم عقل تھا۔ ابو الخیر اس کی کنیت تھی۔ ایک دفعہ اس کا گزر ایک چکی سے ہوا۔ چکی میں خچر کو باندھا تھا اور خچر کے گلے میں گھنٹی باندھ دی تھی۔ عبد اللہ نے پوچھا گھنٹی اس کے گلے میں تم نے کیوں کر باندھی ہے۔ اس نے کہا اس لیے گھنٹی باندھ دی ہے کہ یہ کھڑا ہو جائے اور چکی رک جائے تو مجھے معلوم ہو جائے۔ عبد اللہ بن معاویہ نے کہا اگر خچر کھڑے کھڑے سر ہلاتا رہے اور چکی نہ چلائے تو پھر تمہیں کیونکر خبر ہوگئی۔ چکی والے نے کہا خدا آپ کا بھلا کرے۔ میرے خچر میں آپ کی سی عقل نہیں ہے۔ اور دوسرے عبد الرحمٰن جو بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے۔

(۳) نائلہ بنت عمارۃ الکلبیہ سے بھی حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے عقد کیا۔ اور میسوں سے کہا ذرا تم بھی جا کر اپنی بنت عم کو دیکھو۔ میسون جا کر اسے دیکھ آئی۔ حضرت معاویہ نے پوچھا عورت کیسی ہے؟ اس نے کہا بہت ہی خوبصورت ہے لیکن میں نے دیکھا کہ اس کی ناف کے نیچے ایک تل ہے۔ اس کے شوہر کا سر ضرور اسکی گود میں رکھا جائے گا۔ یہ سن کر حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے اسے طلاق دے دی اور حبیب بن مسلمہ فہری نے اس سے عقد کر لیا۔ حبیب کے بعد پھر نعمان بن بشیر انصاری نے اس

سے عقد کیا۔ اس کے بعد نعمان جب قتل کیے گئے تو ان کا سر نائلہ کی گود میں ڈال دیا گیا۔

(۴) کنود بنت قرظہ (یہ فاختہ کی بہن تھی) حضرت معاویہ نے ان سے نکاح کیا۔ اور یہ قبروس میں جب حضرت امیر معاویہ نے جہاد کیا تو یہ زوجہ ان کے ساتھ تھی۔ اور وہاں ہی فوت ہو گئی تھی (تاریخ طبری، الکامل فی التاریخ)

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے متعدد شادیاں کیں۔ دو بیویوں سے اولادیں ہوئیں، ایک بیوی میسون بنت بحدل کے بطن سے یزید اور ایک بچی تھی اور فاختہ بنت قرضہ کے بطن سے عبداللہ اور عبدالرحمن۔ عبدالرحمن کا انتقال بچپن ہی میں ہو گیا تھا۔ عبداللہ امیر کی وفات کے وقت زندہ تھا۔ (تاریخ اسلام)

حضرت امیر معاویہ کے بیٹے اور بیٹیاں:

۳ بیٹے اور ۵ بیٹیوں کے نام ملتے ہیں بیٹوں کے نام یہ ہیں:

۱) عبداللہ ۲) عبدالرحمن ۳) یزید

اور بیٹیوں کے نام یہ ہے:

۱) رملہ اس سے عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ نے شادی کی

۲) ھند اس سے عبداللہ بن عامر نے شادی کی

۳) عائشہ ۴) عاتکہ ۵) صفیہ (دراسۃ فی تاریخ الخلفاء الاموبین ص ۱۲۹)

اہل ایمان مؤرخین میں سے کسی نے بھی حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے ازواج میں سے کسی کے بارے میں کوئی بدعقیدگی کی بات نہیں لکھی۔ دشمنان اسلام ضرور اہل اسلام کے خلاف باتیں لکھتے رہے ہیں۔ مسلمانوں کو ان کی باتوں کا ہرگز اعتبار

نہیں کرنا چاہیے اور بے سروپا روایتیں بیان کر کے اہل اسلام میں سلف وصالحین کے بارے میں بدگمانی پیدا نہیں کرنی چاہیے۔ صحابہ کرام کے ازواج کا ذکر تعظیم سے کرنا چاہیے۔

باب چہارم: فضائل ومناقب حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ)

اس سے قبل بالعموم جمیع صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے فضائل ومناقب کا اور حقوق کی رعایت کا ذکر کیا گیا ہے اور اب بالخصوص حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔ حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے دشمن ومخالف دنیا میں بہت ہی زیادہ ہیں اور ہر زمانے میں ہوئے ہیں۔ ان کی وجہ سے بھولے بھالے سنی مسلمان بھی غلطی میں پڑ جاتے ہیں اور حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کا ذکر کرنا اور سننا پسند نہیں کرتے۔ اس لئے ان سنی بھائیوں کی بھلائی اور اصلاح کی خاطر فضائل امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان کرنا ضروری ہوا۔ گویا کہ یہ تحریر سنی مسلمانوں کو بدعقیدگی سے بچانے کے لئے ہے نہ کہ منکرین حضرت معاویہ اور بغض معاویہ رکھنے والوں کو راہ راست پر لانے کیلئے اس لئے کہ وہ اپنی بدعقیدگی اور ہٹ درمی سے کبھی باز نہیں آئیں گے۔

حافظ ابن حجر مکی فرماتے ہیں فانك لو اقمت عليه الحجج القطعية والادلة البرهانية والآيات القرآنية لم يصغ اليك واستمر على بهتانه وعناده لان قلبه اشرب حب الزيغ (تطہیر الجنان)۔

حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) خاندان قریش سے تھے

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بے شمار فضائل واوصاف کے مالک تھے،

سخاوت کرنے والے، حساب حشر کا خوف رکھنے والے، تواضع کرنے والے، بردبار لوگوں کی باتیں سننے والے ان کی تکلیف دور کرنے والے تھے۔ اور علماء کرام نے حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے بہت سے فضائل بیان کئے ہیں۔ ان میں سے بعض کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) خاندان قریش سے تھے اور قریش تمام عرب قبائل کا سردار ہے اور قریش کے فضائل ومناقب بھی بیان کئے گے ہیں۔ اس اعتبار سے حضرت معاویہ اسی خاندان کے فرد تھے جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خاندان ہے اور یہ بھی امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی فضیلت کی دلیل ہے۔ اور جب اعلان نبوت کیا تو بنی امیہ (حضرت امیر معاویہ کے خاندان) سے بہت افراد نے اسلام قبول کیا۔ اور حبشہ کی طرف جن صحابہ نے ہجرت کی ان میں زیادہ وہ حضرات تھے جو حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے خاندان بنی امیہ سے تھے، فتح مکہ کے موقع پر جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بہت مخالفت کرتے تھے پھر وہ ایمان لائے اور ایمان میں انہوں نے پختگی اختیار کی اور اسلام کی سر بلندی کے لئے جان ومال کی قربانی دی۔

آپ کو شرف صحابیت حاصل ہے جو نبیوں اور رسولوں کے بعد سب سے اعلیٰ ہے

(۲) حضرت سیدنا معاویہ (رضی اللہ عنہ) نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جلیل القدر صحابی ہیں اور صحابی رسول ہونا سب سے بڑی فضیلت ہے۔ اور جو جو فضائل قران اور حدیث میں صحابہ کے بیان ہوئے ہیں آپ بھی ان میں شامل ہیں۔ علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قد صرح علماء الحدیث بأن معاویة (رضی اللہ

عنہ) من کبار الصحابۃ ونجبائہم ومجتھدیہم ولو سلم انہ من صغارھم ذلک مثل فی انہ دخل فی عموم الاحادیث الصحیحۃ الواردۃ فی تشریف الصحابۃ (رضی اللہ عنہ) (نبراس ص ۵۵)۔ فتح مکہ کے بعد ۸ھ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جعرانہ سے احرام باندھ کر عمرہ ادا کیا تو حضرت سیدنا معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے مروہ کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر کے بال کاٹے (البدایہ والنھایہ)۔ یہ شرف بھی حضرت معاویہ کو حاصل ہے۔

ابو العباس احمد ابن حجر مکی (متوفی ۹۷۴ھ) لکھتے ہیں منجملہ ان اوصاف کے شرف اسلام اور شرف صحابیت اور شرف نسب اور شرف مصاہرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شرف مصاہرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت جنت کو مستلزم ہے۔۔۔اور شرف علم اور شرف خلافت ہے۔ ان اوصاف میں سے اگر ایک وصف کسی میں پایا جائے تو اس کے محبوب ہونے کے لیے کافی ہے چہ جائیکہ یہ تمام اوصاف کسی شخص میں جمع ہوں جس کے دل میں کچھ بھی قبول حق کا مادہ ہے۔ اس کے لئے اسی قدر بیان ہمارا کافی ہے۔ اس کے بعد اس کو زیادہ دلیل کی ضرورت نہیں (تطہیر الجنان)

۔حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کان حلیما، وقورا، رئیسا، سیدا فی الناس، کریما، عادلا، شھما (البدایۃ والنھایۃ ج ۸ ص ۱۱۸)۔ آپ لوگوں میں حلیم، باوقار، رئیس، سردار، کریم، عادل، اور تیز فہم تھے۔

معافی بن عمران ابو الازدی (متوفی ۱۸۵ھ) نے کہا کہ جناب عمر بن عبدالعزیز اور امیر معاویہ کا کیا موازنہ (جناب عمر بن عبدالعزیز کو ان کے عدل وانصاف کی وجہ سے

فضیلت حاصل ہے)۔ یہ سن کر جناب معافی کو غصہ آگیا اور آپ نے فرمایا لَا یُقَاسُ بِاَصْحَابِ النَّبِیِ ﷺ۔ مَعَاوِیَۃُ صَاحِبُہٗ وَصِھْرُہٗ وَکَاتِبُہٗ وَاَمِیْنُہٗ عَلٰی وَحْیِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ (الشفاء مع شرح ملا علی قاری ج ۲ ص ۹۶، نسیم الریاض ج ۴ ص ۵۲۵)۔ صحابہ کرام کا موازنہ بعد میں آنے والوں سے نہ کرو۔ امیر معاویہ کو جو خصوصیت حاصل ہے وہ دوسروں کو نہیں ہے۔ جناب امیر حضور علیہ السلام کے صحابی، امیر المؤمنین کے بھائی، حضور علیہ السلام کے کاتب وحی اور وحی الٰہیہ کے امین تھے۔ یعنی

صحابہ کو دوسرے لوگوں پر قیاس نہیں کیا جاتا کیونکہ یہ شرف صحابیت سے مشرف ہوئے ہیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمر بن عبدالعزیز کے برابر نہیں ہو سکتے لہٰذا ان سے موازنہ نہیں کرنا چاہیے۔ علامہ ابوالحسنات محمد عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: وکان صحابیا جلیلا شجاعا شھد ابن عباس بانہ فقیہ کما فی صحیح البخاری جرت بینہ وبین علی (رضی اللہ عنہ) فی ایام خلافتہ محاربات والحق کان بید علی (رضی اللہ عنہ) ومخالفتہ لہ یرجی عفوھا (مقدمہ عمدۃ الرعایہ فی شرح الوقایہ ص ۴۶)۔ ترجمہ: حضرت امیر معاویہ جلیل القدر صحابی بہادر تھے ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے گواہی دی کہ بے شک وہ بہت بڑے فقیہ ہیں جیسا کہ صحیح البخاری میں آیا ہے۔ حضرت معاویہ اور حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے درمیان حضرت علی کی خلافت میں جنگ اور لڑائیاں ہوئیں۔ اور حق حضرت علی کے ہاتھ میں تھا۔ اور جو ان کا مخالف اس کے لئے معافی کی امید کی جاتی ہے۔

حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے جنت کا وعدہ کیا گیا ہے

(۳) اسی طرح آپ ان میں سے ہیں جن سے اللہ نے حسنٰی کا وعدہ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا يَسْتَوِىْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ۔ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى

(سورۃ الحدید ۱۰)

ترجمہ: تم میں سے کوئی برابری نہیں کرسکتا ان کی جنھوں نے فتح مکہ سے پہلے (راہ خدا) میں مال خرچ کیا اور جنگ کی۔ ان کا درجہ بہت بڑا ہے ان سے جنھوں نے فتح مکہ کے بعد مال خرچ کیا اور جنگ کی۔ ویسے تو سب کے ساتھ اللہ نے وعدہ کیا ہے بھلائی کا۔ حضرت معاویہ ان میں سے ہیں جن کے ساتھ اللہ نے بھلائی کا وعدہ کیا تو بیشک آپ نے غزوہ حنین اور طائف میں مال خرچ کیا اور ان دونوں غزووں میں جنگ کی۔ اللہ تعالیٰ صحابہ اکرام کی شان میں فرماتا ہے رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (توبہ ۱۰۰) اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے۔ حضرت امیر معاویہ بھی اس رضامندی میں داخل ہیں۔

مجاہدین صحابہ کیلئے اجر عظیم

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا يَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ۔ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ دَرَجَةً وَّكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا (النساء ۹۵)

ترجمہ: نہیں برابر ہوسکتے (گھروں میں) بیٹھنے والے مسلمان سوائے معذوروں کے اور

جہاد کرنے والے اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے۔ بزرگی دی ہے اللہ تعالیٰ نے جہاد کرنے والوں کو اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے (گھروں میں) بیٹھ رہنے والوں پر درجہ میں۔ اور سب سے وعدہ فرمایا ہے اللہ نے بھلائی کا لیکن فضیلت دی ہے اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھنے والوں پر اجر عظیم سے۔ حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) بھی راہ خدا میں جہاد کرنے والوں میں سے تھے۔ آپ اور آپ کے والد حضرت ابو سفیان غزوہ حنین میں شریک تھے۔

حضرت معاویہ پر سکینہ کا نزول

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ (توبہ ۲۶)

ترجمہ: پھر نازل فرمائی اللہ نے اپنی خاص تسکین اپنے رسول پر اور اہل ایمان پر اور اتارے وہ لشکر جنہیں تم نہ دیکھ سکے اور عذاب دیا کافروں کو اور یہی سزا ہے کافروں کی۔ اور حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) ان لوگوں میں سے ہیں جو غزوۂ حنین میں حاضر ہوئے تھے اور ان ایمانداروں میں سے ہیں جن پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ تسکین نازل ہوئی۔

حضرت معاویہ کے لئے دعائیں

(۴) حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ۔

ترجمہ: اے اللہ معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو کتاب وحساب کا علم عطاء فرما اور اسے

عذاب سے محفوظ فرما۔ اس میں تین دعائیں کی گی ہیں۔ عرباض بن ساریہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے اَللّٰھُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِیَةَ الْکِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ۔

ترجمہ: اے اللہ معاویہ کو کتاب وحساب کا علم دے اور عذاب سے محفوظ رکھ

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۴۱)

حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ هَادِیًا مَّهْدِیًا وَّاهْدِبِهٖ (سنن ترمذی ۴۸۳) ترجمہ: اے اللہ معاویہ کو لوگوں کے لئے ہادی بنا، ہدایت یافتہ فرما اور ان کے ذریعہ دوسروں کو ہدایت فرما، لوگوں کے لئے ہادی یا بھلائی کی رہنمائی کرنیوالا ہو۔ ان احادیث میں چند دعائیں کی گئی ہیں: (۱) کتاب وحساب سکھا (۲) عذاب سے بچا (۳) ہدایت دینے والا بنا (۴) ہدایت یافتہ بنا (۵) اور ان کے ذریعہ سے ہدایت عطا فرما۔

حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) ھادی ومھدی ہیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ هَادِیًا مَّهْدِیًا (تطہیر الجنان) اے اللہ ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ بنا دے۔ ابوالعباس احمد بن حجر مکی لکھتے ہیں پس صادق ومصدوق کی اس دعا پر غور کرو، اور اس بات کو بھی سمجھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ دعائیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت خصوصاً اپنے صحابہ کے لئے مانگی ہیں، مقبول ہیں، تو تمہیں یقین ہو جائے گا کہ یہ دعا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاویہ کے لیے مانگی مقبول ہوئی اور اللہ نے ان کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ بنا دیا، اور جو شخص ان دونوں صفتوں کا جامع ہو اس کی نسبت کیونکر وہ باتیں خیال کی جاسکتی ہیں جو باطل پرست

معاند بکتے ہیں (معاذ اللہ)۔ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ایسی جامع دعا جو تمام مراتب دنیا و آخرت کو شامل ہو، اور تمام نقائص سے پاک کرنے والی ہو ایسے ہی شخص کے لیے کریں گے جس کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سمجھ لیا ہوگا کہ وہ اس کا اہل ہے اور مستحق ہے۔ اگر تم کہو کہ یہ دونوں الفاظ یعنی ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ مترادف یا متلازم ہیں پس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دونوں الفاظ کیوں کہے، تو میں جواب دوں گا کہ ان دونوں لفظوں میں نہ ترادف ہے نہ تلازم کیونکہ انسان کبھی خود ہدایت یافتہ ہوتا ہے مگر دوسروں کو اس سے ہدایت نہیں ملتی۔ یہ حال ان عارفین کا ہے جنہوں نے سیاحت یا گوشہ نشینی اختیار کر لی ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دوسرے تو اس سے ہدایت پاتے ہیں مگر خود ہدایت یافتہ نہیں ہوتے۔ یہ حال اکثر واعظین کا ہے کہ جنہوں نے بندوں کے معاملات کو درست رکھا ہے اور خدا کے معاملات کو درست نہیں کیا۔ میں نے بہت سے واعظ ایسے دیکھے ہیں۔ خدا کو کچھ پروا نہیں یہ لوگ چاہے جس جنگل میں ہلاک ہو جائیں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بھی ہے کہ اللہ کبھی اس دین کی مدد بدکار آدمی سے بھی کرا دیتا ہے۔ اس لیے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے لئے ان دونوں عظیم الشان مرتبوں کے حصول کی دعا مانگی تا کہ وہ خود بھی ہدایت یافتہ ہو جائیں اور دوسروں کو بھی ہدایت کریں (تطہیر الجنان)۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت معاویہ کو سحری کے کھانے پر بلانا

سیدنا عرباض بن ساریہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں رمضان میں سحری کھانے کے لیے بلایا اور فرمایا آؤ برکت والی صبح کا کھانا

کھاؤ۔ پھر میں نے سنا کہ آپ ﷺ فرما رہے تھے اَللّٰھُمَّ عَلِّمْ مَعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ (فضائل صحابہ امام احمد بن حنبل)۔ ترجمہ: اے اللہ معاویہ کو کتاب اور حساب کا علم سکھا اور عذاب سے بچا لے (تحقیق اسنادہ حسن لغیرہ تخریج: سنن ابی داؤد)۔

حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے لئے مختاری (سلطنت) کی دعا

حضرت عمر بن العاص کہتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا اَللّٰھُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ وَمَكِّنْ لَهُ فِي الْبِلَادِ وَقِهِ الْعَذَابَ (فضائل صحابہ لامام احمد بن حنبل، البدایۃ والنھایۃ ج ۸ ص ۱۲۸، تطہیر الجنان)۔ اے اللہ معاویہ کو حساب و کتاب سکھا اور اُسے شہروں میں مختار بنا اور اسے عذاب سے بچا۔

شیخ عبدالحق محدث دھلوی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں آوردہ کہ چون عمر بن الخطاب عمیر بن سعد را از حمص عزل کردو معاویہ را بجای دی نصب فرمود مردم تعجب کروند و گفتند یا عجبا عمیر را عزل کنند و معاویہ را نصب نمایند پس عمیر ابن سعد گفت کہ معاویہ را بد نگوئید زیرا کہ من شیند ام از حضرت رسول اللہ ﷺ کہ میفرمود اَللّٰھُمَّ اھْدِبِهٖ (شرح سفر سعادت ۵۲۲)

امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا کہ جب حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے حضرت عمیر بن سعد (رضی اللہ عنہ) کو شام سے معزول کر کے حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو امیر شام مقرر کیا تو لوگوں نے کہا کہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے اچھا نہیں کیا۔ تو اس وقت عمیر ابن سعد نے کہا کہ امیر معاویہ کو بُرا مت کہو اس لئے کہ میں نے رسول ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ ان کے ذریعہ

سے ہدایت عطاء فرما۔

حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) عمر بن عبد العزیز سے افضل ہیں

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی متوفی ۱۰۳۴ھ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ حضرت معاویہ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبد العزیز (بن مروان بن حکم بن ابی العاص اموی)؟ تو آپ نے جواب دیا وہ غبار جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ (سفر جہاد وغیرہ میں) حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے گھوڑے کی ناک میں داخل ہوا وہ کئی درجے عمر بن عبد العزیز متوفی سنہ ۱۰۱ھ رحمہ اللہ تعالیٰ سے افضل ہے۔ تو سوچنا چاہیے کہ جس گروہ کی ابتداء میں دوسروں کی نہایت درج ہے ان کی نہایت کیسی ہوگی اور دوسروں کے علم میں ان کی نہایت کیسے آسکتی ہے وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ (سورہ المدثر ۳۱)۔ اللہ کے لشکروں کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعن قصور   حاش للہ کہ برآرم بزباں ایں گلہ را

ہمہ شیران جہاں بستہء ایں سلسلہ اند   روبہ از حلیہ چسا بگسلد ایں سلسلہ را

اگر کوئی کوتاہ نظر اس گروہ کو قصوروار ٹھہرائے، تو حَاشَ لِلّٰہِ (اللہ کی پناہ) کہ میں زبان پر اس گلہ کو لاؤں۔ جہان کے سارے شیر اس سلسلہ سے منسلک ہیں۔ لومڑی حیلے بہانے سے اس سلسلے کو کس طرح توڑ سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں اس نادر الوجود گروہ کی محبت نصیب فرمائے   (مکتوب نمبر ۵۸، مکتوبات دفتر اول)۔

علامہ عبد العزیز پرھاروی متوفی ۱۲۳۹ھ لکھتے ہیں حضرت عبد اللہ بن مبارک

سے کسی نے عرض کیا کہ حضرت معاویہ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبدالعزیز تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھورے کا غبار جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہے۔ (النبر اس ص ۵۵۱)

اس عبارت میں گھوڑے کی ناک کا ذکر نہیں مگر مختصر تطہیر الجنان واللسان میں اس طرح ہے واللہ ان الغبار الذی دخل فی انف فرس معاویۃ مع رسول اللہ ﷺ افضل من عمر بالف مرۃ الخ۔ (مختصر تطہیر الجنان ص ۴۸) کہ حضرت عبداللہ بن مبارک (متوفی ۱۸۱ھ) نے کہا خدا کی قسم وہ غبار جو حضرت معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جاتا تھا، عمر بن عبدالعزیز سے ہزار درجہ افضل ہے۔ ایک روایت میں حضرت امیر معاویہ کے ناک کے غبار کا ذکر ہے تو یہ کوئی اختلاف نہیں ہے۔ روایت کرنے والے جو سنتے ہیں وہ روایت کر دیتے ہیں مگر مفہوم تو ایک ہی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) فقیہ و مجتہد صحابی تھے

حضرت عبداللہ ابن ملیکہ رضی اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے نماز عشاء کے بعد وتر کی ایک رکعت پڑھی۔ ان کے پاس حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) کا آزاد کردہ غلام کریب بھی تھا۔ اُس نے واپس آ کر حضرت ابن عباس کو (رضی اللہ عنہ) بتایا تو آپ نے فرمایا دَعْهُ فَإِنَّهُ صَحِبَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ. (صحیح البخاری، باب مناقب، حدیث ۳۷۶۴، باب ذکر معاویہ) کہ اس بات کو چھوڑ دے کہ بیشک انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کی ہے یعنی ان سے کچھ نہ کہنا کیونکہ وہ بھی رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت سے مشرف ہوتے رہے ہیں۔

شیخ نورالحق دھلوی (متوفی ۱۰۷۳ھ) لکھتے ہیں گفت ابن عباس مولارا بگذار اور اواعتراض مکن بروی پس تحقیق اوصحبت داشتہ است پیغمبر خدارا یعنی از آنحضرت دریافتہ باشد کہ یک رکعت در وتر جائزست یا آنکہ اعتراض مکن برکسی کہ صحبت داشتہ با پیغمبر خدارا ازیں جا معلوم می شود کہ متعارف در صحابہ وتر سہ رکعت بودہ است چنانکہ مذھب حنفیہ است (تیسیر القاری ج ۳ ص ۴۶۹)۔ حضرت عبداللہ ابن ملیکہ کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباس سے پوچھا گیا قِيْلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ هَلْ لَكَ فِي اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ مَعَاوِيَةَ فَاِنَّهٗ مَا اَوْتَرَ اِلَّا بِوَاحِدَةٍ قَالَ اَصَابَ اِنَّهٗ فَقِيْهٌ (صحیح البخاری ج ۱ کتاب المناقب)۔ ترجمہ: کہا گیا ابن عباس کے لئے کہ امیر المؤمنین معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں کیا رائے ہے جبکہ وہ وتر کی ایک رکعت پڑھتے ہیں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا انہوں نے درست کیا ہے۔ بیشک وہ فقیہ ہیں (حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کا فقیہ ہونا بھی فضیلت کی دلیل ہے)۔ شیخ نورالحق دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں گفت ابن عباس صواب کردہ بتحقیق وی مجتھد است ازیں حدیث نیز معلوم میشود کہ یک رکعت گذاردن او باجتہاد معاویہ بودہ است وظاہر آنست کہ فقیہ بمعنی عالم احکام نماز باشد (تیسیر القاری ج ۳ ص ۴۶۹)۔ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ صحابی رسول ہونا، صحبت یافتہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہونا بڑی فضیلت ہے فصحبته لِلنَّبِيِّ ﷺ متفق علیہا (حاشیہ نبراس ۵۵۰)۔ تو حضرت معاویہ کی صحبت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اتفاقی ہے کہ وہ صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اور آپ کا فقیہ ہونا بھی فضیلت کی دلیل

ہیں۔ و لفظ الفقیہ فی عرف السلف کان لایطلق الا علی المجتھد (مکانۃ الامام ابی حنیفۃ فی الحدیث ص ۱۲۱) ۔ اور لفظ فقیہ سلف کی بول چال میں مجتھد ہی پر بولا جاتا ہے۔

عدم فضیلت کا شبہ اور اس کا ازالہ

بعض لوگ کہتے ہیں کہ امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے فضائل میں کوئی حدیث نہیں لائے۔ مناقب کی بجائے ذکر معاویہ بن ابی سفیان کا باب باندھا ہے۔ اس لیئے حضرت معاویہ کے فضائل ثابت نہیں ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں عَبَّرَ البُخَارِیُ فِیْ ھٰذِہِ التَّرْجَمَۃِ بِقَوْلِہٖ ذِکْرُ مَعَاوِیَۃَ وَ لَمْ یَقُلْ فَضِیْلَۃً مَنْقَبۃً لِکَوْنِ الفَضِیْلَۃِ لَا تُؤخَذُ مِنْ حَدِیْثِ البَابِ لِاَنَّ ظَاھِرَ شَھَادَۃُ بْنِ عَبَّاسٍ لَہٗ بِالْفِقْہِوَ الصُّحْبَۃِ دَالَّۃً عَلَی الْفَضْلِ الْکَثِیْرِ (فتح الباری ج۹ ص ۱۳۱ حدیث نمبر ۳۷۶۴)

ترجمہ: امام بخاری نے اس ترجمہ میں اپنے قول میں ذکر کے ساتھ تعبیر کیا ہے اور حضرت معاویہ کی فضیلت اور مناقب نہیں کہا اس لئے کہ فضیلت باب کی حدیث سے اخذ نہیں کی جاتی کیونکہ ابن عباس کی جو ظاھری شہادت ہے حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے لئے کہ وہ فقیہ اور صحبت یافتہ صحابی ہیں، یہ بات بڑی فضیلت پر دلالت کرتی ہے۔

شیخ نور الحق دھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۱۰۷۳ھ) لکھتے ہیں پوشیدہ نماند کہ

شرف صحبت کہ نزد مولف رحمہ اللہ تعالیٰ بثبوت پیوستہ کرامتی است شگرف و منقبتی است عالی درکتب صحیحہ دیگر از فضائل دیگر ہم ایراد یافتہ اگر چہ ان احادیث بشرط مؤلف نباشد گفتہ اندکہ ایں کتاب منحصر در احادیث صحیحہ است اما احادیث صحیحہ منحصر دریں کتاب نیست (تیسیر القاری جلد ۳ ص ۴۶۸)۔ مخفی نہ رہے کہ مؤلفہ صحیح بخاری کے نزدیک حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو شرف صحبت ثابت ہے کہ یہ عمدہ بزرگی اور بلند مرتبہ منقبت ہے۔ حدیث کی دوسری صحیح کتابوں میں دوسرے فضائل پائے جاتے ہیں اگر چہ وہ حدیثیں مؤلف (بخاری کی شرط پر نہ ہوں) بیان کیا گیا ہے کہ یہ احادیث صحیحہ میں منحصر ہے لیکن احادیث صحیحہ بھی اسی کتاب (بخاری) میں ہی منحصر نہیں ہیں بلکہ دیگر کتابوں میں بھی احادیث صحیحہ ہیں۔ یعنی احادیث صحیحہ کا صرف بخاری میں ہونا ہی منحصر نہیں دیگر کتب احادیث میں بھی احادیث صحیحہ پائی جاتی ہیں۔

ڈاکٹر عبدالکبیر لکھتے ہیں اسکا مطلب یہ نہیں کہ وہ صاحب منقبت وفضیلت نہیں، آں جناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے کسی صحابی کی بات وتعریفی کلمات بہت بڑی فضیلت ہے مگر دیکھنے کی بات ہے کہ کبھی صحابہ کے بارہ میں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لسان نبوت سے کلمات ادا نہیں فرمائے۔ صحابی ہونا ہی ایک بہت بڑی بلکہ سب سے بڑی فضیلت ومنقبت ہے۔ شائد امام بخاری بھی ابن عباس کا قول فانہ قد صحب رسول اللہ ﷺ ذکر کر کے یہی کہنا چاہ رہے تھے۔ نہایت کم فہمی کی بات یہ کہنا ہے کہ امیر معاویہ کی منقبت میں کچھ مروی نہیں۔ میں پوچھتا ہوں، سعد بن عبادہ، قیس بن سعد، ابوطلحہ، عمر بن عاص، حذیفہ وغیرھم بے شمار صحابہ کی فضیلت کے بارہ میں آں جناب سے کچھ منقول

ہے؟ تو آیا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ سب منقبت وفضیلت والے نہیں ہیں؟ صحابی ہونے سے بڑھ کر کیا فضیلت ہوسکتی ہے (توفیق الباری ج ۵ ص ۴۹۲)

امام بخاری نے باب ذکر مصعب بن عمیر اور باب ذکر ابن عباس (رضی اللہ عنہ) باندھا ہے مگر یہاں بھی ان کے فضائل اور مناقب ذکر نہیں کئے ہیں (تیسیر القاری ج ۳ ص ۴۶۲ اور ص ۴۶۶)۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے فضائل اور مناقب نہیں ہیں۔ اسی طرح باب ذکر معاویہ بیان کرنے سے فضائل حضرت امیر معاویہ کا انکار نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ آپ کے بہت ہی فضائل ومناقب ہیں۔ چنانچہ صاحب نبراس لکھتے ہیں قال القسطلانی معاویہ بن ابی سفیان ولد حرب کاتب الوحی رسول اللہ ﷺ والمناقب الجمۃ المتوفی فی رجب سنۃ ستین انتھی (نبراس ص ۴۶۹) ترجمہ: امام قسطلانی نے فرمایا کہ معاویہ بن ابی سفیان ولد حرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کاتب وحی اور بہت ہی مناقب والے ہیں (۲۲) رجب سن ساٹھ ہجری میں فوت ہوئے۔

مختصر تطہیر الجنان واللسان عن الخوض والتفوہ بثلب معاویۃ بن ابی سفیان (رضی اللہ عنہم) کے محقق لکھتے ہیں فقد زعم البعض انہ لم یصح فی فضائل معاویۃ حدیث قط واعتمدوا علی مقولۃ لاسحاق بن راھویہ قال فیھا: لا یصح عن النبی ﷺ فی فضل معاویۃ بن ابی سفیان شیء۔ وکذا بقول الحافظ ابن حجر فی الفتح وقد ورد فی فضائل معاویۃ احادیث کثیرۃ لکن لیس فیھا ما یصح من طریق الاسناد۔ وکذا احتجوا بصنیع البخاری رحمہ اللہ فی

صحیحه حیث قال (باب ذکر معاویة) ولم یقل: (فضائل او مناقب معاویة)۔ وقد طار اهل البدع بهذا فرحا لانه یعینهم فی طمس فضائل هذا الصحابی الجلیل۔ والجواب ان مقولة اسحاق بن راهویه۔ ان صحت عنه۔ و کذا الحافظ اجتهاد منهما۔ رحمهما الله والا فانه قد صح فی فضائل معاویة (رضی الله عنه) عدة احادیث (مختصر تطہیر الجنان ص ۱۸)

اور امام بخاری کا قول باب ذکر معاویہ اس کا جواب علامہ پرھاروی نے یوں دیا ہے بخاری کا اس فعل کا جواب ہے کہ ان کا یہ تفنن کلام ہے۔ اسی طرح بخاری نے اسامہ بن زید، عبداللہ بن سلام، جبیر بن مطعم بن عبداللہ کے بارے میں کہا ہے کہ ان کے فضائل جلیلہ کو ذکر معنون سے ہی ذکر کیا ہے (الناھیۃ)۔ یا کہا جاتا ہے کہ امام بخاری کی شرط پر کوئی حدیث فضائل حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) میں صحیح نہیں ہے۔ اس سے صحیح حدیث کی مطلقاً نفی نہیں ہوتی۔ حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کا صحابی ہونا ہی سب سے بڑی فضیلت ہے۔

آنکھ والا تیرے جوبن کا نظارہ دیکھے دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

احادیث نبویہ میں تمام صحابہ کے فضائل و مناقب بیان نہیں ہوئے

شیخ الاسلام شہاب الدین ابو العباس احمد الھیتمی مکی لکھتے ہیں: قیل عبر البخاری بقوله۔ باب ذکر معاویة۔ ولم یقبل فضائله ولا مناقبه لانه لم یصح فی فضائله شیء کما قاله ابن راهویه۔ ولك ان تقول ان کان المراد من هذه العبارة انه لم یصح منها شیء علی وفق شرط البخاری۔ فاکثر

فضائل اور مناقب میں حدیث ضعیف بھی معتبر ہوتی ہے

شیخ الاسلام شہاب الدین ابوالعباس احمد الہیتمی مکی (متوفی ۹۷۳ھ) لکھتے ہیں

فَاِنْ قُلْتَ هٰذَا الْحَدِيْثُ الْمَذْكُوْرَ سَنَدُهٗ ضَعِيْفٌ فَكَيْفَ يُحْتَجُّ بِهٖ قُلْتُ الَّذِيْ اَطْبَقَ عَلَيْهِ لِاَئِمَّتُنَا الْفُقَهَاءُ وَالْاُصُوْلِيُّوْنَ وَالْحُفَّاظُ اَنَّ الْحَدِيْثَ الضَّعِيْفَ حُجَّةٌ فِي الْمَنَاقِبِ كَمَا اَنَّهٗ ثُمَّ بِاِجْمَاعِ مَنْ يُعْتَدُّ بِهٖ حُجَّةٌ فِيْ فَضَائِلِ الْاَعْمَالِ وَاِذَا ثَبَتَ اَنَّهٗ حُجَّةٌ فِيْ ذَالِكَ لَمْ تَبْقَ شُبْهَةٌ لِمُعَانِدٍ وَلَا مَطْعَنٌ لِحَاسِدٍ بَلْ وَجَبَ عَلٰى كُلِّ مَنْ فِيْهِ اَهْلِيَّةٌ اَنْ يُقِرَّ هٰذَا الْحَقَّ فِيْ نِصَابِهٖ اَنْ يُرُدَّهٗ اِلٰى اِهَابِهٖ وَاَنْ لَا يَصْغٰى اِلٰى تُرَّهَاتِ الْمُضِلِّيْنَ وَنَزَغَاتِ الْمُبْطِلِيْنَ وَبَعْدَ اَنَّ تَقَرَّرَ لَكَ مَا ذُكِرَ فِي الْحَدِيْثِ الضَّعِيْفِ فَلْيَكُنْ ذَالِكَ عَلٰى ذِكْرِكَ مِنْ كُلِّ مَحَلٍّ مِنْ هٰذَا الْكِتَابِ وَغَيْرِهٖ رُوِّيْتَ فِيْهِ حَدِيْثًا ضَعِيْفًا فِيْهِ مَنْقَبَةٌ لِصَحَابِيٍّ اَوْ غَيْرِهٖ فَاسْتَمْسِكْ بِهٖ لِمَا عَلِمْتَ اَنَّهٗ هُنَا حُجَّةٌ كَافِيَةٌ (مختصر تطہیر الجنان ص ۵۱)

ترجمہ: اگر تو کہے کہ یہ حدیثیں سند کے اعتبار سے ضعیف ہیں۔ تو پھر اس سے احتجاج کیونکر ہوسکتا ہے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ تمام فقہاء اہل الاصول اور حفاظ کا اس پر اتفاق ہے کہ ضعیف حدیث مناقب میں حجت ہوتی ہے جیسا کہ یہ بات ان لوگوں کے اجماع سے ثابت ہے کہ جن پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ حدیث ضعیف فضائل اعمال میں حجت ہوتی ہے۔ جب یہ ثابت ہوگیا کہ یہ حدیث حجت ہوتی ہے تو پھر کسی مخالف کے لیے شبہ کی گنجائش باقی نہ رہی اور نہ ہی کسی طعن کرنے والے کے لیے کوئی بہانہ رہا۔ بلکہ ہر اہلیت والے پر لازم ہے کہ اس بات کو اپنے نزدیک حق سمجھ کر پکی کرے۔ اور اس کے

خلاف گمراہ کرنے والوں کی باتوں کی طرف قطعاً دھیان نہ دے اور مبطلین کی شرارتوں کی پرواہ نہ کرے۔ لہٰذا جب یہ بات تیرے ذہن میں پختہ ہوگئی تو پھر اس کتاب (تطہیر الجنان) میں جہاں کہیں ایسی جگہ آئے کہ جس میں حدیث ضعیف مروی ہو اور اس کے ذریعہ کسی صحابی وغیرہ کی منقبت بیان ہوتی ہو تو اس سے دلیل پکڑے کیونکہ تجھے حدیث ضعیف کے حجت کاملہ ہونے کا علم ہو چکا ہے۔

حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) اہل ایمان کے ماموں ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ (سورہ احزاب ۶)۔ ترجمہ: نبی کریم مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے قریب ہیں اور آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔

یعنی ادب واحترام تعظیم وتکریم کے اعتبار سے تمام مسلمانوں کی مائیں ہیں۔ اور ازواج مطہرات کے جو نسبی برادران ہیں وہ اہل ایمان کے تعظیم وتکریم اور فضیلت کے لحاظ سے ماموں ہیں۔ امام ابی بکر عبداللہ بن ابی داود السجستانی حنبلی (متوفی ۳۱۶ھ) لکھتے ہیں:

وَعَائِشَةُ اُمُّ الْمُؤْمِنِیْنَ، وَخَالُنَا مَعَاوِیَةُ اَکْرِمْ بِهٖ ثُمَّ امْنَحْ

(شرح المنظومۃ الحائیہ ص ۱۲۷)

امام موفق الدین ابن قدامہ مقدسی حنبلی رحمہ اللہ (متوفی ۶۲۰ھ) فرماتے ہیں

وَمَعَاوِیَةُ خَالُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَکَاتِبُ وَحْیِ اللّٰهِ وَاَحَدُ خُلَفَاءِ الْمُسْلِمِیْنَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ (لمعۃ الاعتقاد)۔ ترجمہ: اور حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) تمام مومنوں کے ماموں ، کاتب وحی اور مسلم خلفاء میں سے ہیں اللہ ان سے راضی ہو۔ حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) تمام مومنوں کے ماموں اس معنی میں ہیں کہ ام المومنین ام حبیبہ رملہ بنت ابوسفیان

الصحابة كذلك اذا لم يصح شیء منها وان لم يعتبر ذلك القيد فلا يضره ذلك لما ياتی ان من فضائله ما حديثه حسن حتی عند الترمذی كما صرح به فی جامعه (تطہیر الجنان)۔ بعض لوگوں نے بیان کیا ہے کہ بخاری نے جس باب میں حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے حالات بیان کئے ہیں، اس باب کا عنوان یہ رکھا ہے باب ذکر معاویہ رضی اللہ عنہ۔ یہ نہیں کہا کہ فضائل معاویہ رضی اللہ عنہ، نہ یہ کہا کہ مناقب معاویہ رضی اللہ عنہ۔ اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے فضائل میں کوئی صحیح حدیث وارد ہی نہیں ہوئی جیسا کہ ابن راہویہ نے بیان کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ مراد ہے کہ بخاری کی شرط کے موافق کوئی روایت صحیح نہیں ہوئی تو اکثر صحابہ کی یہی حالت ہے (ان کی شان میں صحیح نہیں) اور اگر شرط بخاری کی قید نہ لگائی جائے تو یہ بات غلط ہوگی کیونکہ ان کے فضائل میں بعض حدیثیں حسن ہیں حتی کہ ترمذی کے نزدیک جیسا کہ انہوں نے جامع ترمذی میں بیان کیا ہے۔

علامہ عبدالعزیز پرھاروی لکھتے ہیں آگاہ ہو کہ حضور اکرم کے صحابہ کرام کی تعداد سابقہ انبیاء کرام کی تعداد کے موافق ایک لاکھ چوبیس ہزار (کم وبیش) ہے مگر جن کے فضائل میں احادیث رطب اللسان ہیں وہ گنتی کے چند حضرات ہیں اور باقیوں کی فضیلت میں صرف صحبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں قرآن وحدیث ناطق ہے۔ پس اگر کسی صحابی کے فضائل میں احادیث نہ ہوں یا کم ہوں تو یہ ان کی فضیلت وعظمت میں کمی کی دلیل نہیں ہے۔ (الناھیۃ عن طعن امیر المؤمنین معاویۃ ص ۳۸)

کے بھائی تھے۔ اس اعتبار سے حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) مومنوں کے ماموں ہیں فَيَكُوْنُ خَالاً لِلْمُؤْمِنِيْنَ فِي الْفَضْلِ لَا فِي النَّسَب۔ تو وہ مسلمانوں کے ماموں ہیں فضل و بزرگی میں نہ کہ نسب شریف میں (شرح لمعۃ الاعتقاد، ص ۳۵۲)

ابوعبداللہ حمزہ نایلی لکھتے ہیں آپ کے مناقب میں سے ہے کہ آپ ایمان داروں کے ماموں ہیں اور آپ کو ماموں اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ کی ہمشیرہ حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ تھیں۔ ابویعلی کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کے بھائی ایمان داروں کے ماموں ہیں۔ اور اس سے ہم مراد حقیقی و نسبی ماموں نہیں لیتے، ہم صرف مراد لیتے ہیں کے بعض احکام (تعظیم و تکریم) میں ازواج مطہرات کے بھائی ایمان داروں کے ماموں کے حکم میں ہیں۔ وهو التعظيم لهم اور وہ معزز اہل ایمان کے لئے (خال المومنین معاویہ (رضی اللہ عنہ) ص ۳۳)

حافظ عماد الدین ابن کثیر (متوفی ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں خَالُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَكَاتِبُ وَحْيِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۲۲، ۱۲۴)۔ حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) مؤمنین کے ماموں اور رب العالمین کی وحی کے کاتب ہیں۔ نیز لکھتے ہیں والمقصود ان معاوية كان يكتب الوحى لرسول الله ﷺ مع غيره من كُتّابِ الوحى (رضى الله عنهم) (البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۲۳) حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) دیگر کاتبان وحی کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وحی کو لکھا کرتے تھے، واللہ اعلم۔

مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ (متوفی ۶۷۲ھ) نے حضرت امیر معاویہ

(رضی اللہ عنہ) کو امیر المومنین اور تمام مومنوں کا ماموں فرمایا ہے چنانچہ فرماتے ہیں

در خبر آمد کہ خال موماناں ☆ بود اندر قصر خود خفتہ شبان

ترجمہ: قصہ میں مذکور ہے کہ مسلمانوں کے ماموں رات کے وقت اپنے محل میں سو رہے تھے (مثنوی مترجم دفتر دوم ص ۲۵۳)۔

حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو شیطان کا بیدار کرنا

اس کے بعد مولانا جلال الدین رومی متوفی ۶۷۳ھ رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ایک واقعہ بیان کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ایک دفعہ اپنے محل میں سو رہے تھے کہ اچانک ایک آدمی نے آپ کو جگایا۔ تو آپ نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے اور اس محل میں کیسے پہنچ گیا۔ وہ بولا کہ میں ابلیس ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تیرا کام نماز کے لئے جگانا نہیں ہے بلکہ نماز سے سلانا ہے۔ اولاً اس نے بہانے بنائے مگر جب امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے اسے ڈرایا دھمکایا تو آخر بولا کہ اس سے پہلے ایک دفعہ میں نے آپ کو فجر کے وقت سلا دیا تھا جس سے آپ کی نماز قضا ہو گئی تھی۔ آپ اُس کے غم میں اتنا روئے کہ میں نے فرشتوں کو آپس میں کلام کرتے سنا کہ امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو اُس رنج و غم کی وجہ سے پانچ سو نمازوں کا ثواب دیا گیا۔ میں نے خیال کیا کہ اگر آج پھر آپ فجر نہ پڑھ سکے تو آج پھر روئیں گے اور ایسا نہ ہو کہ ایک ہزار نمازوں کا ثواب حاصل کر لیں اس لئے جگا دیا کہ ایک ہی نماز کا ثواب حاصل کریں۔

مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ شیطان نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کو جگانے کی وجہ یوں بتائی اور کہا:

پس عزازیلش بگفت اے میرِ رَاد | مکر خود اندر میاں باید نہاد
اس کے بعد شیطان نے کہا، اے (دانا) سردار امیر! | (مجھے) اپنا مکر بیان کر دینا چاہیے

گر نمازت فوت می شد آں زماں | می زدی از درد دِل آہ وفغاں
اگر اس وقت آپ کی نماز فوت ہو جاتی | تو آپ دل کے درد کیساتھ آہ وفغاں کرتے

آں تاسف وآں فغان وآں نیاز | در گذشتے از دو صد رکعت نماز
وہ افسوس کرنا، اور وہ فریاد اور وہ عاجزی | نماز کی دوسو رکعتوں سے بڑھ جاتی

من تُرا بیدار کردم از نہیب | تا نسوز اند چناں آہے حجیب
میں نے اس خوف سے آپ کو جگا دیا | تا کہ ایسی آہ پردے کو نہ جلا دے

تا چناں آہے نباشد مر ترا | تا بداں راہے نباشد مر ترا
تا کہ ایسی آہ تمہیں حاصل نہ ہو جائے | تا کہ اس آہ تک تمہاری رسائی نہ ہو

من حسودم از حسد کردم چنیں | من عدوم کار من مکر ست وکیں
میں تو حاسد ہوں میں نے حسد کی وجہ سے ایسا کیا | میں تو دشمن ہوں میرا کام مکاری اور کینہ وری ہے

مکر من دیدی مباش ایمن زمن | تو شوی صدر جہاں اندر زمن
آپ نے میرا مکر دیکھ لیا سے مطمئن نہ ہو جئے | تا کہ آپ زمانے میں رعالم کے صدر بن جائیں

(مثنوی دفتر مترجم ص ۲۶۸)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان رحمہ اللہ (متوفی ۳ رمضان ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۲، اکتوبر ۱۹۷۱ء) لکھتے ہیں اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) بہت عابد وزاہد مقبول بارگاہ الٰہی تھے، اور ابلیس جیسا خبیث جو کسی کے قبضہ میں نہ آوے وہ آپ کے قبضہ اور گرفت سے نہ چھوٹ سکتا تھا کیوں نہ ہو جس کا ہاتھ جناب مصطفیٰ

ﷺ پکڑ لیں اُس کے ہاتھ کی گرفت سے کون چھوٹ سکتا ہے اور جو نگاہ جمال مصطفوی ﷺ دیکھ لے اُس سے کون سی چیز چھپ سکتی ہے۔ یہی واقعہ ایک دفعہ حضرت ابو ہریرہ کو بھی پیش آیا تھا کہ آپ نے ابلیس کو پکڑ لیا تو چھوٹ نہ سکا (امیر معاویہ ایک نظر میں)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا شیطان کے ساتھ معاملہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے رمضان کی زکوۃ کے مال کی حفاظت پر مامور فرمایا۔ رات کو کوئی آکر لپ بھر بھر کر غلہ اٹھا کر لینے لگا۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور اس سے کہا میں تجھے رسول ﷺ کی خدمت میں لے کر جاؤں گا۔ وہ بولا میں محتاج ہوں، بڑا ضرورت مند ہوں، میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رسول ﷺ نے فرمایا رات والے تمھارے قیدی کا کیا ہوا (کیونکہ حضرت جبریل نے شیطان کی آنے اور غلہ لینے کی خبر سرکار کو پہلے ہی سے دے دی تھی)۔ میں نے عرض کیا یا رسول ﷺ اس نے اَپنی محتاجی اور عیال داری کا دکھ ظاہر کیا تھا۔ مجھے اس پر رحم آگیا تھا۔ میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ فرمایا آگاہ ہو جاؤ اس نے تم سے جھوٹ بولا ہے۔ آئندہ پھر لوٹ کر آئے گا۔ یہ سن کر مجھے اس کے دوبارہ آنے کا یقین ہو گیا۔ چنانچہ میں اسکی تاک میں رہا۔ وہ آیا اور پھر لپ میں غلہ بھرنے لگا۔ فوراً ہی میں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا اب میں تمھیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ضرور لے کر جاؤں گا۔ اس نے کہا مجھے چھوڑ دو میں محتاج ہوں اور مجھ پر عیال کا خرچہ ہے، میں پھر نہیں آؤں گا۔ اس وقت پھر مجھے اس پر رحم آیا

اور میں نے اسکا راستہ چھوڑ دیا۔ صبح کو پھر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو رسول ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اے ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) تمھارا رات کا چور کہاں گیا؟ میں نے عرض کیا یا رسول ﷺ اللہ اس نے اپنی حاجت اور عیالداری کی شکایت کی تو مجھ کو اس پر رحم آ گیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس نے جھوٹ بولا اور پھر وہ آئے گا۔ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ میں پھر تیسری بار اس کی تاک میں بیٹھ گیا۔ چنانچہ وہ آیا اور اس نے پھر غلہ لینا شروع کر دیا۔ میں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا میں تجھ کو ضرور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ اور تین بار میں یہ آخری مرتبہ ہے۔ تو نے وعدہ کیا تھا پھر نہیں آؤں گا لیکن تو پھر آ گیا۔ اس نے کہا مجھے چھوڑ دو میں تم کو چند کلمات ایسے بتاؤں گا جن سے اللہ تعالیٰ تم کو نفع پہنچائے گا۔ میں نے کہا وہ کیا ہیں۔ اس نے کہا جب تم اپنے بستر پر آؤ تو آیت الکرسی پڑھ لو تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے تم پر ایک محافظ رہے گا اور شیطان تمھارے قریب نہیں آئے گا یہاں تک کہ صبح ہو جائے۔ یہ سن کر میں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح کو جب حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو رسول ﷺ اللہ نے مجھ سے فرمایا کہ تو نے اپنے رات کے قیدی کے ساتھ کیا کیا؟ میں نے عرض کیا کہ اس نے مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ مجھے نفع دے گا۔ میں نے اس شرط پر اس کو چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اس نے مجھ سے کہا کہ جب تم اپنے بستر پر سونے کا ارادہ کرو تو آیت الکرسی پڑھ لو شروع سے لے کر آخر تک۔ اور اس نے مجھ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے تم پر ایک محافظ رہے گا اور صبح تک شیطان تمھارے قریب نہیں آئے گا۔ رسول

ﷺ نے ارشاد فرمایا بہرحال اس نے یہ بات سچ کہی ہے مگر وہ جھوٹا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابو ہریرہ کیا تم کو معلوم ہے کہ ان تین راتوں میں (تمہارا) کون مخاطب تھا؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ شیطان تھا (صحیح بخاری تفسیر ابن کثیر)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو مسلمانوں کا ماموں کہنا صحیح نہیں۔ یہ اصطلاح دیوبندیوں نے گھڑلی ہے۔ کیا امام ابی بکر عبداللہ بن ابی داود السجستانی حنبلی (متوفی ۳۱۶ھ)، امام موفق الدین ابن قدامہ مقدسی حنبلی، حافظ عماد الدین ابن کثیر شافعی، مولانا جلال الدین رومی اور مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہم اللہ تعالیٰ دیوبندی تھے۔ نہیں، ہرگز نہیں۔ یہ صرف بغض معاویہ (رضی اللہ عنہ) ہے کہ ان کی فضیلت کو سننا نہیں چاہتے۔ اور یہ طریقہ خوارج وروافض ہی کا ہے۔ اہل سنت و جماعت جمیع صحابہ اور اہل بیت اور ان کے مدارج ومقامات کے لحاظ سے مانتے ہیں اور تعظیم کرتے ہیں۔

حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کاتب وحی تھے

آپ کی علمی پختگی اور شگفتگی حق کے ہی باعث دربارِ رسالت ﷺ میں آپ کو خاص مقام حاصل تھا۔ اسلام لانے کے بعد آپ مستقل حضور ﷺ کی خدمت میں رہنے لگے۔ جلد ہی آپ کو صحابہ کرام کی ایسی مقدس اور خوش نصیب جماعت میں شامل کرلیا گیا جسے نبی ﷺ نے کتابت وحی کیلئے مامور فرمایا تھا۔ چنانچہ جو وحی آپ ﷺ پر نازل ہوتی تھی اسے قلمبند کرلیتے تھے اور خطوط ومراسلہ جات کی نگرانی اور ترسیل کا کام بھی

آپ کے ذمہ تھا۔ اس طرح گویا تاریخ اسلام میں صرف ایک حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی ذات ایسی ہے جسے کاتب وحی ہونے میں اور دنیا کے سب سے بڑے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں سیکرٹری کے طور پر رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ یہی دو باتیں حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی امانت ودیانت اور عدالت کیلئے ان کے خلاف تمام الزامات پر بھاری ہیں۔ علامہ ابن حزم کے مطابق: کاتبین وحی میں سب سے زیادہ حضرت زید بن ثابت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں رہے اور اس کے بعد دوسرا درجہ حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کا تھا۔ یہ دونوں حضرات دن رات آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ لگے رہتے اور اس کے سوا کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ (ابن حزم جومع السیرہ ص ۲۷)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ كِرَامٍ بَرَرَةٍ (سورۃ عبس ۱۳) یعنی ”قرآنی صفحات بہت معزز اور بلند درجے والے پاکیزہ ہیں چمکتے ہوئے ہاتھوں والے ہیں اور بہت زیادہ عزت والے لوگ ہیں۔“ علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں وفی حدیث سندہ حسن کان معاویۃ یکتب بین یدی رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام۔ قال المدنی: کان زید بن ثابت یکتب الوحی، وکان معاویۃ یکتب للنبی ﷺ فیما بینه وبین العرب من وحی وغیرہ، فھو امین رسول اللہ ﷺ علی وحی ربه، وھی مرتبۃ رفیعۃ۔

(الاجوبۃ العراقیۃ ص ۱۵۷)

مذکورہ بالا آیت کی روشنی میں واضح ہوا کہ کاتب وحی کے طور پر آپ کا درجہ کس قدر بلند تھا۔ قرآن کی زبان میں آپ کو بہت ہی عزت والا کہا گیا ہے۔ ایک مسلمان کیلئے

اس سے بڑی فضیلت کی کوئی سند نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو اپنے پیچھے سوار کیا تھا

حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے فضائل میں سے ایک فضیلت یہ بھی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حجۃ الوداع کے موقع پر اپنا ردیف بنایا اور اپنے پیچھے سوار کیا۔ چنانچہ علامہ محمد بن یوسف صالحی لکھتے ہیں ثم افاض ﷺ الی مکۃ قبل الظهر راکبا واردف معاویۃ ابن سفیان من منی الی مکۃ فطاف طواف الزیارت وھو طواف الصدر ولم یطف غیرہ (سبل الھدی وارلشادرج ۸ ص ۴۷۹)۔ ترجمہ: کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منی سے مکہ کی جانب روانگی کے وقت حضرت معاویہ بن ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) کو ردیف بنایا (اپنے پیچھے سوار کیا تھا) تو آپ نے طواف زیارت کیا اور وہی طواف صدر ہے اور اس کے سوا کوئی طواف نہیں کیا۔

(سبل الھدی ۸ ص ۴۷۹)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حدیثوں کے راوی

حضرت امیر معاویہ راویان حدیث میں سے ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے مندرجہ ذیل صحابہ (رضی اللہ عنہ) سے حدیثیں روایت کی ہیں: (۱) ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) (۲) حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) (۳) حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) (۴) اپنی بہن ام المؤمنین ام حبیبہ بنت ابی سفیان (رضی اللہ عنہم)۔ اور خود حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت لینے والے مندرجہ ذیل صحابہ وتابعین ہیں: (۱) ابن عباس (۲) جریر بجلی (۳) معاویہ بن حدیج (۴) سائب بن یزید (۵) عبداللہ بن زبیر (۶) نعمان بن بشیر وغیرہم (رضی اللہ عنہ) اجمعین کبار تابعین میں سے (۱) مروان بن حکیم (۲) عبداللہ

بن حارث بن نوفل (۳) قیس بن ابیحازم (۴) سعید بن مسیب (۵) ابوادریس خولانی او
ان کے بعد کے (۶) عیسیٰ بن طلحہ (۷) محمد بن جبیر بن مطعم (۸) حمید بن عبدالرحمٰن بن
عوف (۹) ابومجلز (۱۰) جبیر بن نفیر (۱۱) حمران مولیٰ عثمان (۱۲) عبداللہ بن محیریز یر
(۱۳) علقمہ بن وقاص (۱۴) عمیر بن ھانی (۱۵) ہمام بن منبہ (۱۶) ابوعریان نخعی (۱۷)
مطرف بن عبداللہ بن شخیر اور ان کے علاوہ بھی کچھ دیگر حضرات ہیں جو ان سے روایت
کرتے ہیں (الاصابہ ج ۶) تاریخ الخلفاء میں ہے کہ آپ سے جو احادیثیں مروی ہیں ان
کی تعداد ۱۶۳ ہے۔ ان میں سے بعض احادیث مبارکہ کو حصول برکت کے لئے ھدیہ
قارئین کیا جاتا ہے۔

(۱) حمید بن عبدالرحمن نے کہا: میں نے حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو خطبہ
دیتے ہوئے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا مَنْ يُرِدِ اللهُ
بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ، وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللهُ يُعْطِيْ، وَلَنْ تَزَالَ هٰذِهِ الْاُمَّةُ قَائِمَةً
عَلٰى اَمْرِ اللهِ، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَأْتِيَ اَمْرُ اللهِ۔ جس شخص کے ساتھ اللہ خیر
کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین میں فقہ عطا فرماتا ہے اور میں صرف تقسیم کرنے والا ہوں اور
اللہ عطا فرماتا ہے اور یہ امت ہمیشہ اللہ کے دین پر قائم رہے گی اور کسی کی مخالفت سے اس
کو ضرر نہیں ہوگا حتیٰ کہ اللہ کا حکم آجائے (یعنی قیامت) (صحیح البخاری کتاب العلم باب ۱۳)

(۲) حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا اِذَا اَرَادَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ بِعَبْدٍ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ (مسند امام احمد) جب اللہ
تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔

(۳) اور بخاری و مسلم میں یہ حدیث یوں ہے کہ حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مَنْ يُّرِدِ اللهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِى الدِّيْنِ وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللهُ يُعْطِىْ (متفق علیہ، مشکوٰۃ المصابیح کتاب العلم) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔ اور میں (علم کو) تقسیم کرنے والا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے (عطا کرنے والا ہے)۔

اللہ تعالیٰ کی عطاء عام ہے، صرف علم ہی نہیں عطا فرمائی ہر نعمت عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عطاء سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت بھی عام ہے۔

(۴) حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ میں نے اس منبر پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِىَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ مَنْ يُّرِدُ اللهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِى الدِّيْنِ اے اللہ! جسے آپ دیں، اس سے کوئی روک نہیں سکے اور جس سے آپ رروک لیں، اسے کوئی دے نہیں سکتا اور ذی عزت کو آپ کے سامنے اس کی عزت نفع نہیں پہنچا سکتی، اللہ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرما لیتا ہے، اسے دین کی سمجھ عطاء فرما دیتا ہے۔

(۵) حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِىْ عَلَى الْحَقِّ لَا يُبَالُوْنَ مَنْ خَالَفَهُمْ اَوْ خَذَلَهُمْ حَتّٰى يَاْتِىَ اَمْرُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ مسند امام احمد (حدیث ۱۷۰۰۵) میری امت میں ایک گروہ ہمیشہ حق پر رہے گا۔ وہ اپنی مخالفت کرنے والوں یا بے یار و مددگار چھوڑ دینے والوں

کی پرواہ نہیں کرے گا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے۔

(۶) حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے مدینۃ المنورہ میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اے اھل مدینہ تمہارے علماء کدھر گئے ہیں؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیشانی کے بالوں کو گچھا بنانے سے منع فرمارہے تھے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا اِنَّمَا هَلَكَتْ بَنُو اِسْرَائِيْلَ حِيْنَ اِتَّخَذَهَا نِسَاؤُهُمْ (اُسدُ الغابۃ ج ۵ ص ۲۰۲) کہ بنی اسرائیل اس لئے ہلاک ہوئے کہ ان کی عورتوں نے اپنا مشغلہ بنالیا تھا۔

(۷) حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا مَا مِنْ شَيْءٍ يُصِيْبُ الْمُؤْمِنَ فِيْ جَسَدِهٖ يُؤْذِيْهِ اِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ عَنْهُ بِهٖ مِنْ سَيِّاٰتِهٖ (مسند امام احمد حدیث ۱۷۰۲۲) حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مسلمان کو اس کے جسم میں جو بھی تکلیف پہنچتی ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اس کے گناہ کو کفارہ بنادیتا ہے۔

(۸) حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے اِنَّ الْمُؤَذِّنِيْنَ اَطْوَلُ النَّاسِ اَعْنَاقًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ (مسلم ۳۸۷) کہ قیامت کے دن موذنین سب سے لمبی گردن والے ہوں گے۔

(۹) حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ قَالَ مِثْلَ مَا يَقُوْلُ (مسند احمد) کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موذن کی اذان جب سنتے تو وہی جملے دہراتے جو وہ کہہ رہا ہوتا تھا۔

(۱۰) ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کہیں تشریف لے گئے،

لوگ ان کے احترام میں کھڑے ہو گئے لیکن حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَّمْثُلَ لَهُ الرِّجَالُ قِيَامًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (مسند امام احمد)۔ کہ جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ اللہ کے بندے اس کے سامنے کھڑے رہیں، اسے جہنم میں اپنا ٹھکانہ بنالینا چاہئے (مسند احمد)

(۱۱) علقمہ بن وقاص کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے پاس تھا کہ مؤذن اذان دینے لگا، حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) بھی وہی کلمات دہرانے لگے، جب اس نے حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ کہا تو انہوں نے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ کہا، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کے جواب میں بھی یہی کہا، اس کے بعد مؤذن کے کلمات دہراتے رہے، پھر فرمایا کہ میں نے نبی کو یہی فرماتے ہوئے سنا ہے (مسلم)

(۱۲) حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ میں نے نبی علیہ السلام کو حسن کی زبان یا ہونٹ چوستے ہوئے دیکھا ہے، اور اس زبان یا ہونٹ کو عذاب نہیں دیا جائے گا جسے نبی علیہ السلام نے چوسا ہو۔ لَنْ يُعَذَّبَ لِسَانٌ اَوْ شَفَتَانِ مَصَّهُمَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ (مسند امام احمد ج ۲۸ حدیث معاویہ بن ابی سفیان)

(۱۳) حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جو عورت اپنے بالوں میں کسی غیر کے بال داخل کرتی ہے (تا کہ انہیں لمبا ظاہر کر سکے) وہ اسے غلط طور پر داخل کرتی ہے۔ اَيُّمَا اِمْرَاَةٍ اَدْخَلَتْ فِي شَعَرِ غَيْرِهَا فَاِنَّمَا تُدْخِلُهُ زُوْرًا۔ جو عورت اپنے بالوں میں دوسری عورت کے بال داخل کرے وہ بال میں جھوٹ داخل کر رہی ہے۔

(۱۴) حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے ایک دن منبر پر ارشاد فرمایا کہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا اِنَّ مَا بَقِیَ مِنَ الدُّنْیَا بَلَاءٌ وَفِتْنَةٌ مَثَلُ عَمَلِ اَحَدِکُمْ کَمَثَلِ الْوِعَاءِ اِذَا طَابَ اَعْلَاهُ طَابَ اَسْفَلُهُ وَاِذَا خَبُثَ اَعْلَاهُ خَبُثَ اَسْفَلُهُ (مسند امام احمد بن حنبل ج ۲۸، ابن ماجہ) دنیا میں صرف امتحانات اور آزمائش ہی رہ گئی ہیں اور تمہارے اعمال کی مثال برتن کی سی ہے کہ اگر اس کا اوپر والا حصہ عمدہ ہو تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کا نچلا حصہ بھی عمدہ ہے اور اگر اوپر والا حصہ خراب ہو تو اس کا نچلا حصہ بھی خراب ہوگا۔

(۱۵) حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہم) سے نقل کیا ہے کہ میں لڑکوں کے ساتھ کھیل کود میں مشغول تھا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ پس میں دروازے کے عقب میں چھپ گیا تو حضور علیہ السلام نے پیار و محبت سے کندھے پر مکا رسید فرمایا پھر فرمایا جاؤ معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔ میں گیا اور واپس آ کر جواب دیا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا لَا اَشْبَعَ اللّٰهُ بَطْنَهٗ (صحیح مسلم) اللہ تعالیٰ اس کا پیٹ نہ بھرے۔

یہ کلمہ عرب کی عادت کے طور پر ہے جیسے قَاتَلَهُ اللّٰهُ مَا اَکْرَمَهٗ وَیْلُ اَهْلِهٖ وَاَبِیْهٖ مَا اَجْوَدَهٗ اس کے حقیقی معنی مراد نہیں ہیں، بر سر تسلیم تو پھر اللہ تعالیٰ اس کو موجب رحمۃ و قدرت بنا دے گا۔ جیسا کہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں ایک باب باندھا ہے۔ باب وہ شخص کہ جس پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت کی ہو یا ملامت کی ہو یا بددعاء دی ہو جب کہ وہ اس کا مستحق نہ ہو تو یہ اس کے لئے پاکیزگی، رحمت اور اجر ہوں گی۔ (الناھیۃ عن طعن امیر المؤمنین معاویہ)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاءِ ضرر بھی امت کے لئے موجب رحمت ہے

اس حدیث میں حضرت معاویہ کی منقبت اور فضیلت بیان ہوئی ہے اس لئے کہ حقیقت میں یہ حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے لئے دعائے رحمت ہے۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اَللّٰھُمَّ مَن لَعَنتُهُ اَو سَبَبْتُهُ فَجَعَل ذٰلِكَ لَهُ زَكوٰةً وَرَحمَةً (سیر اعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۱۳۰)۔ اے اللہ جس پر میں لعنت کردوں یا اس کو برا کہہ دوں اس کو اس کے لئے پاکیزگی اور رحمت بنا دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں اِنِّي اَشْتَرَطتُّ عَلٰی رَبِّي فَقُلْتُ: اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ، اَرْضَى كَمَا يَرْضَى الْبَشَرُ، وَاَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُ الْبَشَرُ، فَاَيُّمَا اَحَدٍ دَعَوتُ عَلَيْهِ مِنْ اُمَّتِي بِدَعْوَةٍ اَنْ يَجْعَلَهَا لَهُ طَهُورًا وَزَكَاةً وَقُرْبَةً يُقَرِّبُهُ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (مسلم باب فی البر والصلۃ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ کے سامنے اس امر کا التزام کیا ہے کہ میں بھی انسان ہوں میں خوش ہوتا ہوں جس طرح عام انسان خوش ہوتے ہیں، اور ناراض بھی ہوتا ہوں جیسے اور انسان ناراض ہوتے ہیں۔ میں اپنی امت میں سے جس کسی کے خلاف نامناسب الفاظ دعائے ضرر کروں تو اس کو اپنے فضل وکرم سے پاک صاف کردے اور قیامت کے دن اپنے قرب میں نواز۔ معلوم ہوا کہ لَا اَشْبَعَ اللّٰهُ بَطْنَهٗ میں حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی فضیلت دعا ہے۔ ناصر الدین البانی کہتے ہیں: قَد يَشْتَغِلُ بعض الفرق هٰذا الحديث ليَتخِذُوا مِنهُ مطعناً فِي معاوية ﷺ وَلَيسَ فِيهِ مَا يَساعِدهم على ذٰلِك كَيفَ وَفِيهِ اَنَّهُ كَانَ كَاتِبُ النبي ﷺ (السلسلة الصحيحة)۔

قصرِ شعر (بال) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت

حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے فضائل میں سے یہ بھی ایک فضیلت کی دلیل ہے کہ آپ نے نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر کے بال مبارک کاٹے تھے۔

عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ حضرت معاویہ بن ابوسفیان نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر کے بال اپنے پاس موجود قینچی سے مروہ پر کاٹے تھے۔ (مسند امام احمد بن حنبل، صحیح البخاری حدیث ۱۷۳۰، مسلم ۱۲۴۶)۔ یہ کس موقع پر کاٹے تھے؟ اس میں اختلاف ہے۔ راجح یہ ہے کہ عمرہ جعرانہ کے موقع پر ۸ھ میں کاٹے تھے ممکن ہے دیگر مواقعوں پر بھی یہ شرف حاصل ہوا ہو۔

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے جواب میں توثیق کرتے ہوئے فرمایا کہ

ما کان معاویة (رضی الله عنه) علی رسول الله ﷺ وسلمُ متهمًا۔

مطلب یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاملہ میں متہم نہیں ہیں۔ یعنی آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق غلط بات منسوب نہیں کرتے بلکہ ٹھیک بات ہی ذکر کرتے ہیں اور قصرِ شعر (یعنی بال کاٹنے) کا واقعہ درست ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے جعرانہ کے عمرہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر کے بالوں کو کاٹا تھا کیونکہ حجۃ الوداع میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج قِران کیا تھا اور یہ ثابت ہے کہ اس موقع پر آپ نے منیٰ میں سر کے بالوں کو منڈوایا تھا اس لئے حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے بالوں کے کاٹنے کو حجۃ الوداع پر محمول کرنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی اس کو عمرۃ القضاء پر محمول کرنا درست ہے جو نبی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات ہجری میں ادا کیا تھا اور اس وقت تک حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) اسلام نہیں لائے تھے۔ حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) آٹھ ہجری میں فتح مکہ کے دن اسلام لائے تھے یہی صحیح اور مشہور ہے۔

حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کا حصول برکت کی خاطر چادر خرید لینا

حضرت کعب بن زہیر (رضی اللہ عنہ) نے اسلام لانے کے موقع پر قصیدہ بانت سعاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پڑھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت کعب بن زہیر کو اپنی چادر عطاء فرمائی تو بعد میں حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے اس چادر کیلئے دس ہزار درہم کی پیش کش کی۔ حضرت کعب (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ چادر مجھے عنایت فرمائی ہے لہٰذا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک کپڑے کے ساتھ کسی اور کو ترجیح نہیں دوں گا۔ اور چادر کے دینے سے انکار کر دیا۔ جب حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے ان کے ورثاء سے بیس ہزار درہم کے عوض وہ چادر خرید لی تھی۔ اور علامہ ابن رشیق قیروانی نے عمدہ کے صفحہ ۲۴۰ پر لکھا ہے واعطاہ من الابل مائۃ (توفیق قصیدہ ص ۶۷) اور ان کے ورثاء کو سو اونٹ دیئے تھے۔ یہ حُبّ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علامت ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف (رضی اللہ عنہ) نے کفن کے لئے چادر مانگ کر لی

حضرت سہل بن سعد ساعدی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ایک عورت بنی ہوئی حاشیے والی چادر لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی۔ تم جانتے ہو کہ بردہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ چادر۔ فرمایا: ہاں۔ عورت عرض گزار ہوئی کہ میں نے

اسے اپنے ہاتھ سے بنا ہے تا کہ آپ کو پہناؤں۔ نبی کریم ﷺ نے وہ لے لی اور آپ ﷺ کو ضرورت بھی تھی۔ آپ ﷺ اُسے ازار بنا کر ہمارے پاس تشریف لائے۔ فلاں (عبدالرحمٰن بن عوف) نے اُس کی تعریف کی اور کہا کہ کتنی اچھی ہے، یہ مجھے پہنا دیجئے۔ لوگوں نے کہا تم نے اچھا نہیں کیا کیونکہ نبی کریم ﷺ کو اس کی ضرورت تھی اور پھر تم نے یہ جانتے ہوئے سوال کر دیا کہ آپ ﷺ کسی کا سوال رد نہیں فرماتے۔ اس نے کہا اِنِّیْ وَاللّٰہِ مَا سَاَلْتُہٗ لِاَلْبَسَہٗ اِنَّمَا سَاَلْتُہٗ لِتَکُوْنَ کَفَنِیْ کہ اللہ کی قسم میں نے یہ پہننے کے لیے نہیں مانگی بلکہ اس لیے مانگی ہے کہ اسے اپنا کفن بناؤں۔ حضرت سہل نے فرمایا کہ وہی اُس کا کفن ہے۔ صحیح البخاری کتاب الجنائز باب استعد الکفن فی زمن النبی ﷺ فلم ینکر علیہ (جس نے نبی ﷺ کے زمانہ میں کفن تیار کیا اس کو نہیں برا کہا گیا نہ اس پر اعتراض کیا گیا)۔ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے تبرکات سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم برکت حاصل کیا کرتے تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ قبل از مرگ کفن تیار رکھنے میں کوئی قباحت نہیں ہے)۔

حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی فضیلت اور ام حرام کی شہادت

حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت حرام بنت ملحان کے پاس جایا کرتے تھے۔ وہ آپ ﷺ کو طعام پیش کرتی تھیں اور حضرت ام حرام حضرت عبادہ بن صامت (رضی اللہ عنہ) کے نکاح میں تھیں۔ پس ایک دن رسول اللہ ﷺ ان کے پاس گئے تو انہوں نے آپ ﷺ کو کھانا کھلایا اور وہ آپ ﷺ کے سر سے جوئیں نکالنے لگیں۔ پس رسول اللہ ﷺ سو گئے پھر آپ ہنستے ہوئے بیدار

ہوئے۔ حضرت ام حرام بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کو کیا بات ہنسا رہی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ مجھ پر پیش کیے گئے جو اللہ کی راہ میں اس طرح بیٹھے ہوئے تھے جس طرح بادشاہ تختوں پر بیٹھے ہوتے ہیں یا ان کی مثال ان بادشاہوں کی طرح تھی جو تختوں پر بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں، اس میں (راوی) اسحاق کو شک ہے۔ حضرت ام حرام نے بیان کیا ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ دعا فرمائیے کہ اللہ مجھے ان مجاھدین میں سے کر دے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے دعا کی پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر رکھ دیا (سو گئے) پھر آپ ﷺ (دوبارہ) ہنستے ہوئے بیدار ہوئے میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ کس بات پر ہنس رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت سے کچھ لوگ میرے سامنے اس طرح پیش کئے گئے کہ وہ اللہ کی راہ میں جھاد کر رہے ہیں جس طرح آپ نے پہلی بار فرمایا تھا حضرت ام حرام بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے ان مجاہدین میں سے کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم پہلے مجاہدین میں سے ہو۔ پس وہ حضرت معاویہ بن ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) کے زمانہ میں سمندری سفر پر روانہ ہوئیں پھر جب (واپسی میں) وہ سمندر سے باہر آئیں تو ان کی سواری نے ان کو نیچے گرا دیا۔ پس وہاں ہی جاں بحق ہو گئیں (صحیح البخاری کتاب الجھاد والسیر حدیث ۲۷۸۸) اس حدیث میں حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے، اور حضرت ام حرام کی شہادت، حضرت ام حرام رشتہ میں آپ ﷺ کی خالہ لگتی تھیں اس کے متعلق شیخ نور الحق دہلوی

علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں بعضے گویند کہ خالہ رضاعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بود یا خالہ پدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا خالہ جد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چنانچہ معلوم شد کہ مادر عبدالمطلب از بنی النجار بود (تیسیر القاری، ج ۳، ص ۳۷)

یہ سمندری راستہ سے جہاد کب ہوا تھا۔ اہل سیر نے لکھا ہے کہ یہ مجاہدین حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کے زمانہ میں تھے۔ زبیر بن ابی بکر نے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کی خلافت میں حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے مسلمانوں کی قیادت کرتے ہوئے قبرص کی طرف جہاد کیا تھا اور ان کے ساتھ حضرت ام حرام تھیں جو حضرت عبادہ بن صامت کی زوجہ تھیں۔ جب وہ سمندری سفر سے واپسی میں بحری جہاز سے اتریں تو خچر پر سوار ہوئیں اور اس سے گر کر شہید ہو گئیں (اور وہاں ہی ان کی قبر ہے)۔ ابن الکلبی نے بیان کیا ہے کہ یہ غزوہ اٹھائیس (۲۸) ھجری میں ہوا تھا۔

(نعمت الباری ج ۵ ص ۶۵۳)

حضرت ام حرام (رضی اللہ عنہا) کی قبر

علامہ بدر الدین محمود عینی متوفی ۸۵۵ھ فرماتے ہیں فَقَبْرُهَا هُنَالِكَ يُعَظِّمُوْنَ وَيَسْتَقُوْنَ بِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ قَبْرُ الْمَرْاَةِ الصَّالِحَةِ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۲۳) تو ان کی وہاں قبر ہے لوگ اس کی عزت کرتے ہیں اس قبر کے پاس بارش طلب کرتے ہیں اور لوگ کہتے ہیں یہ نیک عورت کی قبر ہے۔

حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نے راہ خدا میں شہادت پائی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ

اَجْرُہٗ عَلَی اللہِ (النساء ۱۰۰) اور جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اپنے گھر سے ہجرت کرتے ہوئے نکلے پھر اس کو موت آلے تو اس کو اس کے لئے اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔

غزوہ قسطنطنیہ میں شرکت کرنے والوں کے لئے مغفرت کی بشارت

حضرت عمیر حضرت عبادہ بن صامت (رضی اللہ عنہما) کے پاس آئے اور وہ حمص کے ساحل پر اتر رہے تھے اور حضرت عبادہ اپنے مکان میں تھے اور ان کے ساتھ حضرت ام حرام (رضی اللہ عنہ) تھیں۔ عمیر نے کہا: پس ہم کو حضرت ام حرام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے اَوَّلُ جَیْشٍ مِن اُمَّتِی یَغْزُونَ مَدِینَۃَ قَیصَرَ مَغفُورٌ لَّھُم کہ میری امت میں سے جو پہلا لشکر سمندر کے راستہ جہاد کرے گا تحقیق یہ ہے کہ اس نے جنت کو واجب کرلیا ہے۔ حضرت ام حرام نے بتایا کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ میں بھی ان میں ہوں گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم ان میں ہوگی۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے جو پہلا لشکر قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) میں جہاد کرے گا وہ بخشا ہوا ہوگا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ میں بھی ان میں ہوں گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں (صحیح البخاری کتاب الجہاد و السیر، باب ما قِیل فی کتاب الروم، حدیث ۲۹۲۴)۔ یہ غزوہ (۵۲) ہجری میں ہوا تھا۔ اس میں ام حرام نہیں تھیں کیونکہ وہ پہلے غزوہ میں تھیں۔ اس غزوہ میں حضرت ابو ایوب انصاری (رضی اللہ عنہ) فوت ہوئے تھے اور اسی میں یزید بن معاویہ بھی شریک تھا اور حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی خلافت میں یزید کا امیر لشکر ہونا (صحیح البخاری کی

حدیث نمبر ۱۱۸۶ کتاب التہجد سے) ثابت ہے اور مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ کا مطلب یہ ہے کہ ان جہاد کرنے والوں کے جو جہاد سے قبل گناہ ہوئے تھے وہ بخش دیئے جائیں گے۔

حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں یہ روایت صحاح ستہ میں صرف امام بخاری نے بیان کی ہے البتہ بیہقی نے یحیٰ بن حمزہ قاضی سے ایک ایسی ہی روایت ذکر کی ہے۔ اس حدیث میں دو مرتبہ جہاد کرنے والوں کا ذکر ہوا ہے۔ اور پہلا جہاد ۲۷ھ یا ۲۸ھ میں ہوا، حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کی عہد خلافت میں جب امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) شام میں حاکم تھے ام حرام (رضی اللہ عنہا) اپنے خاوند کے ہمراہ گئیں اور واپسی میں فوت ہوگئیں۔ دوسرا جہاد ۵۲ھ میں قسطنطنیہ میں ہوا، اس کے امیر کارواں یزید بن معاویہ تھا، ان کے ہمراہ حضرت ابو ایوب انصاری (رضی اللہ عنہ) بھی جہاد میں شریک ہوئے اور وہیں فوت ہوگئے۔ (البدایہ والنھایہ، ج ۸، کتاب المعجزات)

بخاری کتاب التہجد میں ہے اَبُوْ اَیُّوْبُ صَاحِبُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِیْ غَزْوَتِهٖ الَّتِیْ تُوُفِّیَ فِیْهَا وَیَزِیْدُ بْنُ مَعَاوِیَةَ عَلَیْهِمْ بِاَرْضِ الرُّوْمِ (بخاری حدیث نمبر ۱۱۸۶)

حضرت ابو ایوب صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے جو اس غزوہ میں فوت ہوگئے تھے جو ارض روم میں ہوا تھا اور یزید بن معاویہ اُن پر امیر تھا۔ اس کی شرح میں علامہ بدر الدین عینی فرماتے ہیں اور حال یہ ہے کہ یزید بن معاویہ بن ابی سفیان اپنے والد حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی طرف سے ان کا امیر تھا یہ غزوہ قسطنطنیہ کے شہر میں ہوا تھا۔ یہ لوگ ۵۰ھ کے بعد اس میں پہنچے تھے (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۶۲) اور یزید مغفرت عموم کی بشارت سے خارج ہے (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۸۷) یہ غزوہ کس سن ہجری میں ہوا، بعض

کہتے ہیں ۴۹ھ یا ۵۰ھ یا ۵۲ھ میں ہوا تھا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

غزوہ قسطنطنیہ میں حضرت ابوایوب (رضی اللہ عنہ) کی وفات

وَ قَدْ اِشْتَرَكَ فِي غَزْوَةِ الْقُسْطُنْطُنِيَةِ عَدَدٌ مِّنْ كُبَرَاءِ الصَّحَابَةِ رِضْوَانُ اللهِ عَلَيْهِمْ طَلَبًا لِلْمَغْفِرَةِ الَّتِيْ بَشَّرَ بِهَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ وَ فِي هٰذِهِ الْغَزْوَةِ كَانَتْ وَفَاةُ اَبِي اَيُّوْبِ الْاَنْصَارِيْ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، وَ فِي ذٰلِكَ يَقُوْلُ اِبْنُ كَثِيْرٍ وَ كَانَتْ وَفَاتُهٗ بِبَلَادِ الرُّوْمِ قَرِيْبًا مِنْ سُوْرِ قُسْطُنْطُنِيَةِ وَ كَانَ فِيْ جَيْشِ يَزِيْدُ بْنُ مَعَاوِيَةَ، وَ اِلَيْهِ اَوْصٰى وَ هُوَ الَّذِيْ صَلّٰى عَلَيْهِ (مرویات خلافت معاویہ، ص ۳۲۰) ترجمہ: اور غزوہ قسطنطنیہ (استانبول) میں بڑے بڑے صحابہ کی ایک تعداد شریک ہوئی تھی، اللہ ان سب پر راضی ہو، بخشش کی طلب کے لئے جس کی بشارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی اور اسی غزوہ میں ابوایوب انصاری کی وفات ہوئی تھی۔ اور ابن کثیر لکھتے ہیں کہ بلاد روم میں آپ کی وفات ہوئی تھی قسطنطنیہ کی دیوار کے قریب اور اس لشکر میں یزید بن معاویہ بھی تھا اور حضرت ابوایوب انصاری نے ان کو وصیت کی تھی اور اسی نے ابوایوب انصاری (رضی اللہ عنہ) کی نماز جنازہ پڑھی تھی۔

امام شمس الدین ذھبی لکھتے ہیں: کہ واقدی نے کہا ہے کہ حضرت ابوایوب ۵۲ھ میں وفات پائی وَصَلّٰى عَلَيْهِ يَزِيْدُ وَدُفِنَ بِأَصْلِ حِصْنِ الْقُسْطُنْطُنِيَةِ (سیر الاعلام، اعلام النبلاء ج ۳ ص ۴۳۲) کہ ان پر یزید نے نماز جنازہ پڑھی اور انہوں نے قسطنطنیہ کے قلعے کے نیچے دفن کیا گیا۔

بیان کیا گیا ہے کہ یزید بن معاویہ نے روم کے شہروں میں جہاد کیا یہاں تک

قسطنطنیہ پہنچ گیا اور اس کے ساتھ سادات صحابہ کی جماعت بھی تھی۔ ان میں ابن عمر ابن عباس ابن زبیر اور ابو ایوب الانصاری اور حضرت ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم وہاں قسطنطنیہ کے دیوار کے قریب ہی وفات پائی وَقَبْرُہٗ هُنَاكَ تَسْتَقِي بِهِ الرُّوْمُ اِذَا قَحَطُوْا (عمدہ القاری ج ۱۵ ص ۲۷۷) اور آپ کی قبر وہاں ہے، اہل روم اس کے وسیلہ سے (اللہ تعالیٰ) بارش طلب کرتے ہیں جب وہ قحط میں مبتلا ہوتے ہیں۔

حافظ عماد الدین لکھتے ہیں کہ واقدی نے بیان کیا ہے مات ابو ایوب بارض الروم سنة ثنتين وخمسين ودفن عند القسطنطنية وقبره هنالك يستقي به الروم اذا قحطوا وقيل انه مدفون فى حائط القسطنطنية وعلى قبره مزار ومسجد وهم يعظمونه (البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۹۲)۔ حضرت ابو ایوب (رضی اللہ عنہ) نے ۵۲ھ میں رومیوں کی زمین میں وفات پائی اور قسطنطنیہ کے قریب دفن ہوئے اور جب رومیوں میں قحط پڑتا ہے تو وہ قبر کے وسیلہ سے بارش طلب کرتے ہیں اور بعض کا قول ہے کہ آپ کو قسطنطنیہ کی باغ میں دفن کیا اور آپ کی قبر پر مزار ہے اور مسجد اور اس کی لوگ تعظیم کرتے ہیں۔

حضرت ابو ایوب انصاری (رضی اللہ عنہ)

چونکہ یہاں حضرت ایوب انصاری کا ذکر ہو رہا ہے اس لئے ان کا تعارف پیش کرنا ضروری ہے۔ خالد نام، ابو ایوب کنیت۔ قبیلہ خزرج کے خاندان نجار سے تھے۔ سلسلہ نسب یہ ہے خالد بن زید، بن کلیف، بن ثعلبہ، بن عوف خزرجی۔ خاندان نجار کو قبائل مدینہ میں خود بھی ممتاز تھا۔ تاہم اس شرف نے حامل نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہاں ننھیالی

قرابت تھی، اس کو مدینہ کے اور قبائل سے ممتاز کر دیا تھا۔ ابوایوب (رضی اللہ عنہ) اس خاندان کے رئیس تھے۔ حضرت ابوایوب انصاری (رضی اللہ عنہ) بھی ان منتخب بزرگانِ مدینہ میں ہیں جنہوں نے عقبہ کی گھاٹی میں جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دستِ مبارک پر اسلام کی بیعت کی تھی۔ حضرت ابوایوب مکہ سے دولت مند، ایمان لے کر پلٹے تو ان کی فیاض طبع نے گوارہ نہ کیا کہ اس نعمت کو صرف اپنی ذات تک محدود رکھیں۔ چنانچہ اپنے اہل وعیال، اعزہ واقرباء اور دوست واحباب کو ایمان کی تلقین کی اور اپنی بیوی کو حلقہ توحید میں داخل کیا۔ اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہجرت فرمائی تو سات ماہ تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ایوب انصاری کے مکان میں قیام فرمایا اس لئے آپ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے میزبان ہیں۔ اور آپ تمام غزوات میں شریک رہے ہیں۔

صاحب الاکمال لکھتے ہیں کہ آپ فوج کی حفاظت کرتے ہوئے قسطنطنیہ میں ۵۱ھ میں وفات ہوئی۔ اور یہ اس وقت یزید بن معاویہ کے ساتھ تھے جب کہ انکے والد (حضرت معاویہ) قسطنطنیہ میں جہاد کررہے تھے تو ان کے ساتھ (شریک جہاد ہونے کے لئے) نکلے اور بیمار ہو گئے، پھر جب بیماری کا ثقل بڑھ گیا تو اپنے اصحاب کو وصیت فرمائی کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو میرے جنازے کو اٹھا لینا۔ پھر جب تم دشمن کے سامنے صف بستہ ہو جاؤ تو مجھے اپنے قدموں کے نیچے دفن کر دینا۔ تو لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ آپ کی قبر قسطنطنیہ کی چار دیواری کے قریب ہے جو آج تک مشہور ہے جس کی تعظیم کی جاتی ہے۔ اور اس کے وسیلے سے بیمار لوگ خدا سے شفا چاہتے ہیں تو شفا پاتے ہیں (الاکمال)

سلطان محمد فاتح نے غالباً ۸۵۷ھ میں آپ کی قبر تلاش کی اور اس کے پاس مسجد

تعمیر کی جس کو جامع ابوایوب انصاری کہا جاتا ہے۔ محلہ کا نام ابوایوب انصاری کے نام سے مشہور ہے۔ اور حضرت ابوایوب انصاری کا مزار پر انوار مرجع خلائق ہے: کہ اہل ایمان آپ کے مزار کی زیارت کرتے ہیں، تلاوت کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے ہیں۔

خیال رہے کہ جنوری ۲۰۱۴ء میں قاری غلام مصطفیٰ (سلمہ اللہ) نے ترکی کا مختصر سا دورہ کیا تھا۔ حضرت ابوایوب خالد زید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور فاتحہ خوانی کی اور حضرت مولانا روم کے مزار پر بھی حاضری دی۔ واپسی پر مشہور و معروف تفسیر تاویلات القرآن لامام ابی منصور محمد ماتریدی ۱۸ جلدوں میں خرید کر لائی۔ اس تفسیر کا ذکر کتابوں میں تاویلات اہل السنت یا تاویلات القرآن کے نام سے ہوتا رہا ہے اور علماء کو اس کے حصول کی بڑی خواہش تھی لیکن مصنف علیہ الرحمۃ کی وفات کے گیارہ سو سال بعد شائع ہوئی ہے۔ امید ہے کہ دیرپا یادگار رہے گی۔ انشاء اللہ۔

گستاخ امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو سزا دی گئی

ابراہیم بن میسرہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو خلافت کے زمانہ میں کسی کو مارتے نہیں دیکھا سوائے ایک شخص کے جس نے حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو برا کہا تھا۔ انہوں نے اسے کوڑے مارے (طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۲۸۹ اردو)۔ معلوم ہوا کہ حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی شان میں گستاخی کرنے والا سزا کا مستحق ہے۔

گستاخ حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی

فقیہ اعظم مفتی ابوالخیر محمد نوراللہ نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ سائل کے جواب میں لکھتے ہیں کہ اہل السنۃ والجماعت کا یہ عقیدہ اظہر من الشمس ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما بعد الانبیاء والرسل افضل البشر ہیں اور یونہی حضرت معاویہ بن ابی سفیان (رضی اللہ عنہما) صحابی اور واجب الاحترام ہیں لہٰذا ایسے شخص کے پیچھے سنی کی نماز مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ ہے (فتاویٰ نوریہ ج ا ص ۴۲۰)

حضرت معاویہ حضرت علی (رضی اللہ عنہما) کے فضل وکمال کو مانتے تھے

حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) کے فضائل وکمالات کو جانتے اور مانتے تھے اور اپنے آپ سے ان کو افضل سمجھتے تھے اور خلافت کے لائق انہی کو سمجھتے تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں یہ کبھی نہیں کہا تھا کہ میں حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) سے افضل ہوں یا میں زیادہ خلافت کا مستحق ہوں۔ ان کے دل میں حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) کا ادب واحترام پایا جاتا تھا۔ علامہ خیالی فرماتے ہیں فَاِنَّ مُعَاوِيَةَ وَاَحزَابَهُ بَغَوْا عَنْ طَاعَتِهِ مَعَ اِعْتَرَافِهِمْ بِاَنَّهُ اَفْضَلُ وَاَعْلٰى اَهْلِ زَمَانِهِ وَ اَنَّهُ الْاَحَقُّ بِالْاَمَانَةِ مِنْهُ بِشُبَّةٍ هِيَ تَرْكُ الْقِصَاصِ عَنْ قَتْلَةِ عُثْمَانَ (حاشیہ خیالی ص ۱۴۵)۔ ترجمہ: حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) اور ان کے گروہ نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کی اطاعت سے انحراف کیا باوجودیکہ وہ سب اس کے مقرر اور معترف تھے کہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) اپنے تمام اہل زمانہ سے افضل ہیں اور سب سے زیادہ خلافت اور امامت کے مستحق ہیں باوجود اس اقرار کے ان کی طاعت سے

انحراف ایک شبہ کی بنا پر تھا وہ یہ کہ حضرت عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) کے قاتلوں سے فی الفور قصاص کیوں نہیں لیتے۔

معلوم ہوا ان کا اختلاف اجتہادی تھا کہ وہ قصاص عثمان (رضی اللہ عنہ) کا لینا زیادہ مقدم سمجھتے تھے اور جب حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) شہید ہوئے تو آپ کو غم ہوا۔

حضرت علیؓ کی شہادت پر حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہما) کا تأسف

چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب کی شہادت کی اطلاع حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو ہوئی تو وہ اس وقت اپنی بیوی فاختہ بنت قرظہ کے ساتھ گرمیوں کے ایک دن سوئے ہوئے تھے۔ شہادت کی اطلاع سن کر اٹھ بیٹھے اور اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور رونے لگے۔ یہ منظر دیکھ کر فاختہ نے ان سے کہا کل تو آپ ان پر تنقید کرتے تھے اور آج ان پر رو رہے ہیں۔ اس پر حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا تیرا ناس ہو۔ میں تو اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ لوگ اس کے حلم و علم و فضل اقدمیت اور بھلائی سے محروم ہو گئے (البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۱۶ اردو عربی ص ۲۶۹)۔ اگر حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے دشمنی ہوتی تو آنکھیں اشکبار نہ ہوتیں۔ غور کریں۔ اور آپ کی زوجہ محترمہ نے یہ نہیں فرمایا کہ آپ تو حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) کو سب وشتم کیا کرتے تھے بلکہ فرمایا کہ آپ ان سے لڑتے تھے۔

حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے اصحاب میں سے ضرار الصدائی آنجناب رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی خدمت میں پہنچا تو امیر

معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کے میرے سامنے حضرت علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) کے اوصاف بیان کریں۔ تو پہلے تو ضرار نے کہا کہ مجھے اس بات سے معاف رکھئے لیکن حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ اللہ کی قسم تجھے ضرور بیان کرنا چاہیئے۔ پس اس نے توصیف علی کا مضمون بیان کیا۔ حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) سن کر رونے لگے حتیٰ کہ آپ کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی (الاستیعاب، شرح نہج البلاغہ)

حضرت مولانا رومی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں گفتہ آید در حدیث دیگراں

یہ روایت سنی، شیعہ علماء نے بیان کی ہے۔ اس سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے کوئی ذاتی عناد نہیں تھا۔ دونوں ہی قریشی تھے، دونوں کا ایک ہی خاندان تھا تو درمیان میں سیاسی اختلاف ہوئے مگر ایک دوسرے کا احترام کرتے تھے۔ اس لئے ہمیں بھی ان کا احترام کرنا چاہیئے۔

حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کا اہل بیت عظام سے حسن سلوک

حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) اہل بیت کا احترام کرتے اور حسنین کریمین (رضی اللہ عنہما) سے بہت حسن سلوک فرماتے اور حضرت حسنین کریمین (رضی اللہ عنہما) بھی ان کو اپنا امیر تسلیم کرتے تھے۔ حضرت حسنین کریمین (رضی اللہ عنہما) کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی تواریخ میں بہت سے واقعات ہیں ان میں سے ایک واقعہ یہ ہے جس کو حضرت سید ابوالحسن علی ہجویری بیان کرتے ہیں۔ روزے مردے نبردیک دے آمد وگفت یا پسر رسول اللہ من مرد درویشم اطفال دارم مرا از تو قوت امشب باید حسین (رضی

اللہ عنہ) دے راگفت بنشیں کہ امرارز قے درراہ است تابیارندیسے برنیامد کہ پنج صرہ از دینار بیاوردند از نزد امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) اندر ہر صرہ ہزار دینار بود وگفت کہ معاویہ ازتو عذرمی خواہد ومی گوید کہ ایں وجہ مقدار اندروجہ کہتراں خرچ کن تابراثر ایں تیاری نیکوتریں داشتہ آید حسین (رضی اللہ عنہ) اشارت بداں درد یش کرد تا آن پنج صرہ بدو دادند (کشف المحجوب ص ۹۵)۔ ایک دن ایک آدمی امام حسین (رضی اللہ عنہ) کے پاس آیا اور بولا کہ اے رسول کے فرزند میں فقیر بال بچہ دار ہوں۔ آج رات کی روٹی چاہتا ہوں آپ نے فرمایا کہ ٹھہرو ہمارا رزق راستہ میں ہے وہ پہنچ جانے دو زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے پاس سے آپ کی خدمت میں پانچ تھیلیاں پہنچیں ہر ایک میں ہزار ہزار اشرفیاں تھیں اور لانے والوں نے پیغام دیا کہ معاویہ (رضی اللہ عنہ) معذرت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ معمولی نذرانہ اپنی معمولی ضرورتوں میں خرچ فرماویں، اس کے بعد اس سے بہت زیادہ حاضر کیا جائے گا۔ حسین (رضی اللہ عنہ) نے اُس فقیر کی طرف اشارہ فرمایا اور پانچوں تھیلیاں اُسے بخش دیں۔

اس واقعہ سے چند باتیں معلوم ہیں: ۱) حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت ہے کہ فرمایا ہمارا رزق آنے والا ہے، انتظار کرو۔ ۲) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عقیدت اور محبت ظاہر ہوتی جو اہل بیت سے تھی اور جو حضرت داتا کو ماننے والے ہیں ان کو جان لینا چاہیے کہ حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) وہ قابل احترام شخصیت ہے جن کی عقیدت ومحبت کا ذکر حضرت علی ہجویری نے کیا ہے۔ ۴) حضرت امام حسین (رضی اللہ عنہ) بہت سخی تھے کہ وہ پانچ تھیلیاں جو آپ کو دی گئیں تھیں وہ پانچ

کی پانچ ہی سائل درویش کو دے دیں۔

حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں کہ حضرت حسن بن علی، حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہم) کے پاس آئے اور آپ نے حضرت حسن (رضی اللہ عنہ) سے کہا میں آپ کو ایسا عطیہ دوں گا جو مجھ سے پہلے کسی نے نہیں دیا، پس آپ نے انہیں چار کروڑ عطیہ دیا، اور ایک دفعہ حضرت حسن اور حضرت حسین (رضی اللہ عنہم) آپ کے پاس آئے تو آپ نے فوراً انہیں دو لاکھ عطیہ دیا اور دونوں سے کہا مجھ سے پہلے کسی نے اتنا عطیہ نہیں دیا حضرت حسین (رضی اللہ عنہ) نے آپ سے کہا، آپ نے ہم سے افضل کسی شخص کو عطیہ نہیں دیا اور ابن ابی الدنیا نے بیان کیا ہے کہ یوسف بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ جریر نے بحوالہ مغیرہ ہم سے بیان کیا کہ حضرت حسن بن علی اور حضرت عبداللہ بن جعفر نے حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہم) کی طرف پیغام بھیجا اور ان سے مال کا مطالبہ کیا تو آپ نے ان دونوں کی طرف یا ان دونوں میں سے ہر ایک کی طرف ایک لاکھ درہم بھیجے، حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے ان دونوں سے فرمایا، کیا تمہیں شرم نہیں آتی؟ وہ ایک ایسا شخص ہے کہ ہم صبح و شام اس کو بے آبرو کرتے ہیں اور تم اس سے مال مانگتے ہو۔ ان دونوں نے کہا آپ نے ہمیں محروم کیا ہے اور وہ ہمیں بکثرت دیتے ہیں اور اصمعی نے روایت کی ہے کہ حضرت حسن اور حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے پاس گئے تو آپ نے حضرت حسن (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا اے پسر رسول خوش آمدید، اور آپ کو تین لاکھ درہم دینے کا حکم دیا اور حضرت ابن زبیر سے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد خوش

آمدید، اور آپ کو ایک ایک لاکھ درہم دینے کا حکم دیا۔ (البدایۃ والنھایۃ اردو ص ۱۷۹)۔ معلوم ہوا کہ حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ بڑی عقیدت اور محبت تھی اور ہر قسم کی خدمت کیا کرتے تھے۔ جو اختلاف ہوئے ان سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ ان کو اہل بیت سے محبت نہیں تھی۔

حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کا جذبہ صادق

امام ابوالفضل قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ جب حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو یہ خبر ملی کہ کابس (عابس) بن ربیعہ بصری حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے مشابہ تھے تو ایک مرتبہ جناب کابس امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے پاس تشریف لائے تو امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) ان کے استقبال کے لئے کھڑے ہوگئے۔ آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا اور ان کو اپنی مسند پر لاکر بٹھایا۔ ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مشابہت کی وجہ سے مرغاب کا علاقہ انہیں عنایت کیا (الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ مع شرح نسیم الریاض ج ۴ ص ۵۰۹)

حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے دشمن کی بارگاہ حیدری سے سزا

شیخ عبدالخالق صاحب تذکرہ آدمی فرماتے ہیں کہ ایک سید کو امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے دلی عداوت تھی۔ ایک دن وہ حضرت کے مکتوبات کا مطالعہ کررہا تھا کہ حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی تعریف کا مقام آیا تو اس نے بیزار ہوکر مکتوبات زمین پر پھینک دیا۔ رات ہوئی تو خواب میں دیکھا کہ حضرت شیخ تشریف لائے ہیں اور اس کے دونوں کان پکڑ کر غصہ سے فرمایا کہ اے نادان، ہمارے کلام پر اعتراض کرتا ہے۔ اگر میری بات پر یقین نہیں ہے تو آمیں تجھے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

خدمت میں لے جاتا ہوں۔ چنانچہ اسے کشاں کشاں آپ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت لے گئے اور آپ کے روبرو کھڑا کر کے عرض کیا یا حضرت یہ آدمی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف و مدح کے بارے میں مجھ پر اعتراض کرتا ہے اور میری کتاب زمین پر پھینکتا ہے۔ اس بارے میں ارشاد فرمایئے۔ جناب مرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) نے اسے مخاطب کیا۔ فرمایا ہرگز پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ سے دشمنی نہ رکھنا۔ ہمیں معلوم ہے کہ ہم نے کس نیت سے مجادلہ و مقاتلہ کیا۔ تمہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ پر اعتراض کرنے یا شیخ احمد کی بات سے روگردانی کی جرات نہیں ہونی چاہیے جو عین حق ہے۔ اس سید نے جب یہ بات سنی تو اسے وہم ہوا اور وہ دلائل تلاش کرنے لگا۔ دوبارہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شیخ احمد کو مخاطب کر کے فرمایا ابھی اس جاہل کا دل نور نصیحت سے منور نہیں ہوا۔ ایک زبردست مکا اس کے منہ پر مارو۔ مکا لگتے ہی سید اپنے عقیدے سے تائب ہو گیا۔ اس کا دل صاف ہو گیا۔ جب وہ بیدار ہوا تو اپنے منہ پر مکا لگنے کی سوجن موجود پائی۔ فوراً حضرت مجدد رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوا اور سعادت دارین پائی (خزینۃ الاصفیاء ج ۳ مخزن ۴، ص ۱۶۲) یہ خوش نصیبی بھی سید صاحب کی ہے کہ انہیں توفیق ہدایت مل گئی تو کامیابی حاصل ہو گئی۔

ابن عساکر نے ابو زرعہ رازی سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے انہیں کہا میں حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے بغض رکھتا ہوں۔ انہوں نے پوچھا کیوں؟ اس نے جواب دیا اسلئے کہ انہوں نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے جنگ کی ہے۔ ابو زرعہ نے اس شخص سے کہا تیرا ناس ہو! حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کا رب رحیم ہے اور مد مقابل

کریم ہے تو ان دونوں کے درمیان کیونکہ دخل انداز ہوتا ہے؟ رضی اللہ عنہم۔

حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کا ذکر خیر سے کرنا چاہئے

حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا لَا تَذْكُرُوا مُعَاوِيَةَ إِلَّا بِخَيْرٍ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ اَللّٰهُمَّ اهْدِبِهِ (البداية والنهاية ج ۸ ص ۱۲۹) حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کا ذکر بھلائی سے کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے اللہ اسے ہدایت دے۔ ابوادریس خولانی کہتے ہیں: جب حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے عمیر بن سعد (رضی اللہ عنہ) کو حمص کی گورنری سے معزول کیا تو معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو حاکم بنایا۔ پس لوگوں نے کہا عمیر کو ہٹایا اور معاویہ کو حاکم بنایا! یعنی حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے ٹھیک نہیں کیا۔ پس حضرت عمیر (رضی اللہ عنہ) نے کہا لَا تَذْكُرُوا مُعَاوِيَةَ إِلَّا بِخَيْرٍ معاویہ کا تذکرہ خیر ہی کے ساتھ کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے اَللّٰهُمَّ اهْدِبِهِ۔ اے اللہ! اس کے ذریعے (لوگوں کو) راہ دکھا (سنن جامعۃ ترمذی ج ۲ ص ۲۲۴)۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا گستاخ جہنمی کتا ہے

حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی محبت میں حضرت علی کی شان میں گستاخی کرنا جائز نہیں، اسی طرح حضرت علی مرتضیٰ کی محبت میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو نشان ملامت بنایا جائے اور ان سے بغض رکھا جائے بے سروپا روایت کی روشنی میں ان پر اعتراض اور ان کی تنقید کی جائے۔ یہ طریقہ کار بھی نہ جائز ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی قادری لکھتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) جلیل

القدر صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ اس میں کسی کو شک نہیں کرنا چاہیے لیکن حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام ومرتبہ خلفاء ثلاثہ کے بعد سب سے افضل واعلیٰ ہے چنانچہ امام احمد رضا خان قادری بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ بالجملہ ہم اہل حق کے نزدیک حضرت امام بخاری کو حضور پُرنور امام اعظم سے وہی نسبت ہے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور پُرنور امیر المومنین مولی المسلمین سیدنا ومولنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنی سے کہ فرق مراتب بے شمار اور حق بدست حیدر کرار، مگر معاویہ (رضی اللہ عنہ) بھی ہمارے سردار، طعن ان پر بھی کار فجار (بدکاروں کا کام)، جو معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی حمایت میں عیاذاً باللہ اسد اللہ کے سبقت واولیت وعظمت واکملیت سے آنکھ پھیر لے وہ ناصبی یزیدی، اور جو علی کی محبت میں معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی صحابیت ونسبت بارگاہِ حضرت رسالت بھلا دے وہ شیعی زیدی، یہی روشِ آداب بحمد اللہ تعالیٰ ہم اہل توسط واعتدال کو ہر جگہ ملحوظ رہتی ہے، یہی نسبت ہمارے نزدیک امام ابن الجوزی کو حضور سیدنا غوث اعظم اور مولانا علی قاری کو حضرت خاتم ولایت محمدیہ شیخ اکبر سے ہے، نہ ہم بخاری وابن جوزی وعلی قاری کے اعتراضوں سے شان رفیع امام اعظم وغوث اعظم وشیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر کچھ اثر سمجھیں نہ ان حضرات سے کہ بوجہ خطائی الفہم معترض ہوئے الجھیں، ہم جانتے ہیں کہ ان کا منشاء اعتراض بھی نفسانیت نہ تھا بلکہ اُن اکابر محبوبان خدا کے مدارک عالیہ تک درس ادراک نہ پہنچنا لاجرم اعتراض باطل اور معترض معذور، اور معترض علیہم کی شان ارفع واقدس (فتاوی رضویہ ج۱۰ ص ۲۰۱) جس طرح حضرت علی مرتضی (رضی اللہ عنہ) کی عقیدت ومحبت میں آکر حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ)

کی شان میں گستاخی کرنا ناجائز ہے اسی طرح تاریخی بے سروپا روایات کو پڑھ کر حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے دشمنی اور بغض رکھنا بھی جائز نہیں۔

علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم ور یاض شرح شفاء امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

وَمَن يَكُونُ يَطْعَنُ فِي مُعَاوِيَة ۔ فَذَاكَ مِن كِلَابِ الهَاوِيَة

ترجمہ: جو حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) پر طعن کرے وہ جہنمی کتوں میں سے ایک کتا ہے۔ (نسیم الریاض ج ۴ ص ۵۲۵، احکام شریعت ص ۱۲۲) کیونکہ وہ جلیل القدر صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھونکتا ہے۔

حضرت امیر معاویہ کی شان میں طعن وتشنیع کا سلسلہ کب سے شروع ہوا؟

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن وتشنیع، زبان درازی اور سوئے ادبی کرنا دوسری صدی تک بالکل نہیں تھا، (مقدمہ ابن خلدون) بعد میں یہ بدترین سلسلہ جاری ہوا کہ مخالفین نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نشان ملامت بنایا۔ ان کے فضائل وکمالات کو فراموش کر دیا۔ اور اس وقت سے لے کر آج تک مسلمانوں میں بہت سے ایسے فرقے ہیں جو حضرت امیر معاویہ کی ہر وقت کی کردار کشی کرتے ہیں اور ان کے دل خوف خدا سے خالی ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف لکھنے والے بے شمار ہیں اور انہی میں ایک سید حسن علی سقاف اردنی ہے۔ جس نے بہت اپنی کتابوں میں حضرت امیر معاویہ کے فضائل وکمالات اور دینی تمام خدمات کا انکار کیا ہے۔ اور اس نے اپنی کتاب زہر الریحان میں اہل سنت کے جو بھی دلائل ہیں ان کا رد کیا ہے۔ اور اسی طرح اس نے تطہیر الجنان کتاب پر بھی شدید تنقید کی ہے۔ مگر اس کے اور دیگر منکرین کی وجہ سے

حضرت امیر معاویہ کی عظمت میں کوئی کمی نہیں آسکتی۔ اس لئے کہ ان کے پاس بدزبانی بدکلامی کرنے اور بے سروپا تاریخی روایات کے سوا کچھ بھی دلائل نہیں ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت فضائل ومناقب روز روشن کی طرح ثابت ہیں۔

حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو بُرا کہنا ناپسندیدہ عمل ہے

علامہ سعد الدین تفتازانی لکھتے ہیں وَ بِالْجُمْلَةِ لَمْ يُنْقَلْ عَنِ السَّلْفِ الْمُجْتَهِدِيْنَ وَ الْعُلَمَاءِ الصَّالِحِيْنَ جَوَازُ اللَّعْنِ عَلٰى مَعَاوِيَةَ وَ اَحْزَابِهٖ لِاَنَّ غَايَتَهٗ اَمْرِهِمُ الْبَغْيُ وَ الْخُرُوْجَ عَلَى الْاِمَامِ وَ هُوَ لَا يُوْجِب اللَّعْنَ (شرح العقائد مع النبراس ص ۵۵) اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ سلف مجتہدین اور علماء سے حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) اور ان کی جماعت پر لعنت کا جواز جائز ہونا منقول نہیں ہے۔ اس لئے کہ زیادہ سے زیادہ ان پر امام کے خلاف خروج وبغاوت کا الزام ہے اور یہ چیز لعنت کو واجب نہیں کرتی۔ علامہ عبد العزیز پڑھاروی فرماتے ہیں کہ شارح علامہ تفتازانی نے یہ کہہ کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعنت جائز نہیں ہے اس عظیم صحابی کے حق میں کوتاہی کی ہے، حالانکہ محدثین نے تصریح کی ہے کہ حضرت معاویہ بڑے اور مجتہدین صحابہ میں سے ہیں۔ علامہ عبدالعزیز پڑھاروی لکھتے ہیں وَكَانَ السَّلَفُ يَغْضِبُوْنَ مَنْ سَبَّهٗ وَطَعَنَهٗ (نبراس ۵۵۰)۔ اور سلف (پہلے لوگ) جو حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو برا کہنے سے غصے ہوتے۔ اس لئے کہ حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

علامہ سعد الدین تفتازانی کا جارحانہ کلام

علامہ سعد الدین مسعود التفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح مختصر معانی ،

ص ۱۷ پر مسند الیہ کی بحث میں (اَو تَعظِیمٍ ، اَو اِهَانَةٍ) کے ماتحت تعظیم و اہانت کی مثال دیتے ہوئے لکھتے ہیں، رَكِبَ عَلِيٌّ: علی (رضی اللہ عنہ) سوار ہو گئے اور هَرِبَ مُعَاوِيَةُ: معاویہ (رضی اللہ عنہ) بھاگ گئے۔

مختصر المعانی کے محشی لکھتے ہیں ان المراد بعَلِيّ و معاوية صاحبا رسول الله ﷺ و لا يخفى ما فيه من سوء الادب فی حق سیدنا معاویہ رضی الله عنه و الجرءة عليه بما لا يليق بمنصبه (حاشیہ مختصر المعانی، ص ۱۷)۔ اس میں مراد نبی علیہ السلام کے دو صحابی ہیں، حضرت معاویہ اور حضرت علی (رضی اللہ عنہما) اور یہ بات کسی پر پوشیدہ نہیں ہے کہ اس میں سیدنا معاویہ کی بے ادبی ہے اور ایسی بات لکھنے کی جرأت کرنا ان کے منصب کے لائق نہیں تھا کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر اس طریقہ سے نہیں کرنا چاہیے تھا کیونکہ اس میں صحابی رسول ﷺ کی تعظیم و تکریم نہیں پائی جاتی۔ اس جگہ کوئی اور مثال بھی دے سکتے تھے۔ یہ انداز تحریر جارحانہ ہے۔

علامہ سعد الدین تفتازانی علم و فضل کے آفتاب و مہتاب ہوئے ہیں اور اپنے زمانہ کے محققین میں سب سے بڑے محقق تھے اور اب بھی ان کی عظمت و شان کا سورج ان کتابوں کی صورت میں نصف النہار کی طرح چمک رہا ہے: شرح العقائد النسفی، التلويح على التوضيح، مطول، مختصر معانی، تهذيب المنطق و الكلام۔

لیکن صحابی رسول ﷺ کا مقام انبیاء اور رسل کے بعد امت میں سب سے افضل ہے۔ خیال رہے حسنین کریمین سے جو زیادہ محبت کا دعویٰ کرنے والے ہیں انہیں حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) پر تنقید نہیں کرنی چاہیے۔ جن کا احترام ہمارے اور آپ کے

بزرگ حسنین کریمین کیا کرتے تھے ہم بھی ان کا احترام کریں۔ اللہ تعالیٰ توفیق ادب عطاء فرمائے۔ صحابہ واہل بیت سے زبان ودل اور قلم کو محفوظ فرمائے۔ آمین۔

از خدا خواہم توفیق ادب　　　بے ادب محروم ماند از فضل رب

منکرین کی بدگوئی سے اعراض کریں

علامہ ابو العباس احمد بن حجر مکی ھیتمی (متوفی ۹۷۴ھ) لکھتے ہیں صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے کہ باطل پر جھگڑنے کی قوت وقدرت علامت ضلالت سے ہے۔ اصل اس کی اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے وَقَالُوٓا ءَاَلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ۔ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ (سورہ زخرف ۵۸)۔ ترجمہ: اور کہتے ہیں کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ۔ وہ نہیں بیان کرتے یہ مثال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مگر کج بحثی کے لئے اور حقیقت میں یہ لوگ بڑے جھگڑالو ہیں　(کیونکہ ایسا کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا)

پس اے توفیق یافتہ جماعت، ہر بدعتی کے ساتھ لڑنے جھگڑنے سے پرہیز کر۔

فانك لو اقمت عليه الحجج القطعية والادلة البرهانية والآيات القرآنية لم يصغ اليك واستمر على بهتانه وعناده لان قلبه اشرب حب الزيغ عن سنن اهل السنة وخلفاء التوفيق والمنة اقتفاء بكفار قريش الذين لم ينفع فيهم حجة ولا قرآن بل عاندوا الى ان افناهم العناد والسنان۔ فكذا هؤلاء المبتدعة الكلام معهم عي، فاعرض عنهم راسا، وابذل جهدك فيما ينفعك الله به في الدنيا والآخرة (مختصر تطہیر الجنان واللسان ص ۳۷)

مخلوق کی زبان سے کوئی نہیں بچ سکتا

لوگوں کی زبان سے کوئی بھی محفوظ نہیں رہ سکتا۔ خوارج اہل بیت کے منکر ہیں۔ روافض صحابہ کے اور الزام در الزام لگاتے ہیں۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ مخلوق کی زبان سے اللہ جل جلالہ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اللہ کے نیک بندے نہیں بچ سکے۔ وہ طرح طرح کے الزام لگاتے رہے۔ اسی لئے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

مَا نَجَی اللّٰہُ وَالرَّسُوْلُ مَعًا　　مِنْ لِّسَانِ الْوَرٰی فَکَیْفَ اَنَا

قِیْلَ اِنَّ الْاِلٰہَ ذُوْ وَلَدٍ　　قِیْلَ اِنَّ الرَّسُوْلَ قَدْ کَھَنَ

یعنی جب اللہ رسول مخلوق کی زبان سے نہ بچے تو میں کون ہوں۔ دیکھو لوگوں نے کہا کہ خدا کے بال بچے ہیں اور کہا گیا کہ نبی جادوگر تھے۔

اپنے کو لوگوں کے طعن سے بچانے کی کوشش کی جائے۔ ایسی حرکت نہ کی جائے جس سے کسی کو انگلی اٹھانے کا موقع ملے مگر اگر پھر بھی لوگ الزام لگائیں تو پرواہ نہ کرو (تفسیر نعیمی ۴ ص ۳۰۲) کہاں جاتا ہے کہ یہ مذکورہ دونوں بیت (شعر) حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہیں (حاشیہ النفحات القدسی فی رد الامامیہ ص ۱۳۲)

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا مشاہدہ

ابوبکر عبداللہ بن ابی الدنیا متوفی ۲۸۱ھ فرماتے ہیں کہ عباد بن موسیٰ نے مجھ سے سوال کیا کہ علی بن ثابت الجزری نے سعید بن ابی عروبہ کے حوالہ سے حضرت عمر بن العزیز سے روایت کیا ہے کہ فرماتے ہیں میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلوہ افروز ہیں اور حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اور عمر (رضی اللہ عنہ) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ

تشریف فرما ہیں۔ میں بھی سلام کر کے پاس بیٹھ گیا۔ میرے سامنے ہی حضرت علی (رضی اللہ عنہ) اور معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو لایا گیا اور دونوں کو ایک گھر میں داخل کر دیا گیا اور دروازہ بند کر دیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت علی تیزی سے یہ کہتے ہوئے باہر نکلے کہ رب کعبہ کی قسم! میرے حق میں فیصلہ ہو گیا۔ پھر حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) تیزی سے یہ کہتے ہوئے نکلے کہ رب کعبہ کی قسم! اس نے مجھے بخش دیا ہے (البدایہ والنھایہ)۔ اور حاصل کلام یہ ہے کہ سلف رحمہ اللہ اور علماء صالحین سے معاویہ (رضی اللہ عنہ) اور ان کی جماعت پر لعنت کا جواز منقول نہیں ہے اس لئے کہ ان پر زیادہ سے زیادہ الزام امام کے خلاف خروج اور بغاوت کا ہے اور یہ چیز لعنت کو واجب نہیں کرتی۔ روافض حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) اور ان کی جماعت پر لعنت کرتے ہیں اور ان کی اتباع میں تفضیلیہ بھی لعنت کرتے ہیں (معاذ اللہ)۔ من لعن مؤمنا فھو کقتلہ (صحیح بخاری، کتاب الادب)۔ لیس المؤمن بالطعان و باللعان (ترمذی حدیث ۱۱۱۰)

بیٹے کی بدعملی کی وجہ سے باپ پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی (سورہ فاطر) اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ بعض لوگ حضرت امیر معاویہ پر اعتراض کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے بیٹے یزید کو مسلمانوں کا حاکم کیوں بنایا وہ ایک فاسق فاجر آدمی تھا تو ان کی خدمت میں عرض ہے کہ یزید کے اندر فسق و فجور بعد میں پیدا ہوا تھا اور وہ اس کا اپنا فعل بد تھا اس کی وجہ سے حضرت امیر معاویہ کو ہرگز برا نہیں کہا جا سکتا۔ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا کافر تھا تو اس کی وجہ سے نوح علیہ السلام کی

شان میں گستاخی نہیں کی جاسکتی اسی طرح عمر بن سعد کی وجہ سے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کو نشان ملامت نہیں بنایا جاسکتا غور کیجئے کہ شمر کون تھا۔ شمر حضرت حسن کا رشتہ دار تھا اور وہ اس طرح کہ شمر کی حقیقی پھوپھی ام البنین بنت حرام حضرت علی مرتضی کے نکاح میں تھیں جن کے بطن سے چار لڑکے عباس، عبد اللہ، جعفر اور عثمان پیدا ہوئے جو کربلا میں شہید ہو گئے اس طرح شمر ان کے واسطے سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا رشتہ دار تھا۔ مگر اس کے باوجود وہ سخت دشمن تھا۔

تم سے کسی کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا

سَنَدِ صحیح سے مروی ہے کہ کچھ لوگ ''بصرے'' کے رہنے والے عتبہ بن عمیر (رضی اللہ عنہ) کے پاس آئے اور انہوں نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) اور حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کی نسبت کچھ دریافت کیا۔ حضرت عمیر (رضی اللہ عنہ) نے کہا کیا تم اسی واسطے آئے ہو؟ ان لوگوں نے کہا ہاں۔ عتبہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (سورۃ بقرہ ایت ۱۳۴)

ترجمہ: یہ لوگ دنیا سے گزر چکے۔ جو کچھ اعمال ان کے تھے ان کے لئے ہیں اور جو تم کرو گے تمہارے لئے ہیں اور تمہیں ان کے اعمال کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا (تطہیر الجنان)

اور اسی طرح حضرت علی (رضی اللہ عنہ) اور حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی چپقلش کے بارے میں حضرت امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا گیا تو آپ نے یہ آیت پڑھی تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (سورۃ بقرہ ایت ۱۳۴) یہ ایک امت ہے کہ گزر چکی۔ ان کے لئے ہے جو انہوں نے

کمایا اور تمہارے لئے ہے جو تم کماؤ اور ان کے کاموں کی تم سے پرسش نہ ہوگی۔ اور یہی بات سلف کے کئی بزرگوں نے بیان کی ہے (البدایہ والنہایہ، ص ۱۳۷، ج ۸)

باب پنجم

حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان اختلاف کی بنیاد

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان جو مشاجرات و واقعات ہوئے ہیں ان کو بے سند تواریخ کی روشنی میں بیان کرنے کی اجازت نہیں کیونکہ بے سروپا جھوٹی روایات بیان کرنے سے مسلمانوں کے دلوں میں بدگمانی پیدا ہوتی ہے لیکن صرف تعارف اور معلومات کی خاطر یہاں چند باتیں مختصر پیش کی جاتی ہیں تاکہ یہ رسالہ مکمل ہو۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے درمیان اختلاف کی بنیاد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شہادت تھی۔ امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کہتے اور ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی ان کی موافقت میں کہتیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص لینے میں عجلت کرنی چاہیے تاکہ لوگوں کو خلفاء پر جرات نہ ہو مگر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے دیر اور تاخیر میں مصلحت دیکھی تاکہ امر خلافت میں خلل واقع نہ ہو۔ اس اختلاف کی بنیاد یہ بات ہے جس کے بارے میں علماء یہ فرماتے ہیں کہ اختلاف کی بنیاد اجتہادی غلطی تھی۔ اس کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو معزول کر دیا۔ اور روز بروز مخالفت بڑھتی گئی یہاں تک کہ جو کچھ نہ ہونا چاہیئے تھا

وہ ہوا، اِنا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ ع (مدارج نبوت اردو ص ۶۳۲ ج ۲، مدارج نبوت فارسی ص ۵۴۰)۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ظلماً نہایت بے دردی کے ساتھ ۱۸، ماہ ذوالحجہ سن ۳۵ھ میں شہید کیا گیا تھا اور قاتلان عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعلق تین شہروں سے تھا، کوفہ سے دو ہزار، بصرہ سے دو ہزار، اور مصر سے دو ہزار، یعنی ان کی چھ ہزار تعداد تھی۔ تو انہوں نے حضرت عثمان غنی کو مل کر شہید کیا۔ کہا جاتا ہے کہ کوفہ قاتلان عثمان کی چھاونی تھی۔

قصاص دم عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مطالبہ

جب ۳۵ھ میں حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) شہید ہو گئے اور حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو خلافت سپرد کی گئی تو حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کے قاتلین سے قصاص کا مطالبہ کیا اور کہا میں اس وقت تک بیعت نہیں کروں گا جب تک قاتلان عثمان (رضی اللہ عنہ) میری طرف سپرد نہ کر دیئے جائیں کیونکہ وہ مظلوم شہید کئے گئے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا (بنی اسرائیل ایت ۳۳) اور جو قتل کیا جائے ناحق تو ہم نے مقتول کے وارث کو (قصاص کے مطالبہ کا) حق دیا ہے۔ پس اسے چاہیے کہ قتل میں اسراف نہ کرے۔ ضرور اس کی مدد کی جائے گی۔

حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) جو حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کے چچازاد بھائی تھے اور ان کے بیٹے حضرت ابان بن عثمان اور اس خاندان کے دیگر حضرات کا بھی قصاص دم عثمان غنی ہی کا مطالبہ تھا۔ ان میں حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت طلحہ، حضرت

زبیر رضی اللہ عنہم وغیرہ تھے۔ اور یہ مطالبہ باوجہ مجبوری کے پورا نہ ہونے کی وجہ سے جنگ جمل، جنگ صفین اور تحکیم (ثالث) جیسے واقعات پیش آئے تھے جن کی وجہ سے مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہوا اور بہت بہت نقصان بھی ہوا تھا۔

اجتہادی اختلاف میں مسلمانوں کے تین گروہ ہو گئے تھے

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اکابر اہل سنت شکر اللہ تعالیٰ سعیھم کے نزدیک اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپس میں لڑائیوں اور جھگڑوں کے وقت تین گروہ تھے۔ ایک جماعت دلیل اور اجتہاد کی روشنی میں حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے حق پر ہونے کا اعتقاد رکھتی تھی۔ دوسری جماعت دلیل و اجتہاد کے ساتھ آپ کے مخالفین کو حق پر تصور کرتی تھی۔ اور تیسری جماعت اس بارے میں متوقف تھی اور اس نے کسی بھی جانب کو دلیل سے ترجیح نہ دی۔ پس پہلی جماعت پر حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کی مدد و نصرت لازم تھی کیونکہ وہ ان کے اجتہاد کے موافق درستی پر تھے اور دوسرے گروہ پر حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے گروہ کی نصرت لازم تھی کیونکہ ان کے اجتہاد کا یہی تقاضا تھا اور تیسرے گروہ کے لئے توقف کا راستہ اختیار کرنا ضروری تھا اور کسی ایک جانب کو ترجیح دینا خطاء میں داخل تھا۔ پس تینوں گروہوں نے اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کیا اور جو کچھ ان پر لازم ضروری تھا بجالائے۔ لھذا ملامت کی کیا گنجائش ہے اور ان پر طعن و تشنیع کہاں مناسب ہے؟

اجتہادی اختلاف میں حضرت معاویہ تنہا نہیں تھے

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اے برادر معاویہ (رضی

اللہ عنہ) تنہا دریں معاملہ نیست نصفے از اصحاب کرام دریں معاملہ باوے شریک اند پس محاربان امرا گر کفرہ یا فسقہ باشد اعتماد از شطر دین می برخیزد کہ از راہ تبلیغ ایجاں بمارسیداست و تجویز نکند ایں معنی را مگر زندیقے مقصودش ابطال است (مکتوبات ص ۴۱۶ مکتوب ۲۵۱، دفتر اول)۔ اے بھائی یہ معاملہ تنہا امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کا نہیں ہے۔ تقریباً نصف صحابہ کرام ان کے ساتھ اس معاملہ میں شریک ہیں۔ پس اگر حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے جنگ کرنیوالوں کو کافر یا فاسق (اور لعنتی) کہا جائے تو آدھے دین سے ہاتھ دھونا پڑے گا جو انہی حضرات کی نقل و روایت سے ہم تک پہنچا ہے اور اس انجام سے کوئی ایسا زندیق اور ملحد ہی راضی ہوسکتا ہے جس کا مقصد دین کو برباد کرنا ہو۔

جنگ جمل اور صفین کی پیشینگوئی

صحابہ کے مشاجرات اور اختلافات کی خبریں پہلے ہی بتا دی گئی تھیں۔ چنانچہ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تَقْتُلَ فِئَتَانِ عَظِيْمَتَانِ دَعْوَاهُمَا وَاحِدَةٌ (اخرجہ البخاری فی المرتدین باب ۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت سے قبل دو عظیم گروہ باہم جنگ وجدال کریں گے دونوں کا مدعا اسلام تھا، تنازع صرف ملکی انتظام، رعایا کی فلاح و بہبود اور حکمرانی میں تھا۔ تاہم صلح اور جنگ نہ کرنا لڑائی سے بہتر تھا (البدایہ والنھایہ ج ۶ ص ۲۱۴) جیسے پیشینگوئی فرمائی ویسے ہی ہوا۔ اس اجمال کی کچھ تفصیل یوں ہے۔

جنگ جمل

چونکہ قاتلان عثمان غنی رضی اللہ عنہ کوفہ اور بصرہ کے رہنے والے زیادہ تر تھے۔

اس لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے جو ہمراہ تھے ان کا لڑائی کرنے کا ارادہ نہیں تھا، بلکہ اصلاح کے ارادہ سے اور دونوں کے درمیان صلح کرانے کی غرض سے بصرہ تشریف لے گئی تھیں۔ اور آپ کے ساتھ آپ کے خواہر زادہ حضرت عبداللہ بن زید اور آپ کے بہنوئی حضرت زبیر بن عوام جو حضرت اسماء بنت ابی بکر کے شوہر ہیں اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ جو ان کی بہن ام کلثوم بنت ابی بکر کے شوہر ہیں (تحفہ اثناعشریہ ص ۳۳۰) اور جب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو آپ بھی بصرہ کی جانب اپنے ہمراہیوں کے ساتھ روانہ ہوئے۔ مدینہ منورہ میں اپنے چچازاد برادر تمام بن عباس کو اور مکہ شریف میں دوسرے چچا زاد برادر قثم بن عباس کو والی مقرر کیا۔ اور اس وقت کوفہ کے والی ابوموسیٰ اشعری تھے۔ حضرت علی مرتضیٰ نے عمار بن یاسر اور حضرت حسن بن علی کو اہل کوفہ کی طرف بھیجا تاکہ وہ حضرت علی کی حمایت کریں۔ حضرت علی مقام ذی وقار پہنچ گئے اور آپس میں صلح کی بات چیت ہوئی اس پر دونوں جماعتوں کا اتفاق ہوا کہ قصاص دم عثمان غنی ضرور لیا جائے گا۔ صبح اعلان ہونے والا تھا تو مفسدین نے لڑائی شروع کر دی۔ اور یہ اچانک لڑائی ہوئی جس کے ہونے کا امکان نہیں تھا، آخر بہت نقصان ہوا۔ دس ہزار آدمی کام آئے۔ ایک ہی دن میں یہ لڑائی ختم ہوگئی۔ اور یہ حضرات علی مرتضیٰ سے لڑنے اور بغاوت کے لئے نہیں نکلے تھے۔ چنانچہ علامہ ابوشکور سالمی لکھتے ہیں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہؓ لشکر معاویہ میں (قصاص کا مطالبہ کرنے والوں میں) تھیں لیکن آپ بغاوت کے لئے نہیں نکلیں بلکہ مصالحت کے لئے تشریف لائی تھیں۔ یہ جو بعض لوگوں نے کہا کہ حضرت کے مقابلہ میں بغاوت کے لئے نکلیں صحیح نہیں لہذا ہم کہتے ہیں کہ وہ لشکر معاویہ سے واپس ہوگئیں انہوں

نے بغاوت نہیں کی اور اس کا تو ہم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ وہ باوجود علم وفصاحت اور فقہ فراست کے حضرت علی پر بغاوت کے لئے دل سے راضی ہوئی ہوں ایسا وہم بھی نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا کہ حضرت علیؓ سے فرمایا: تم سے محبت نہ کرے گا مگر مومن اور تم سے بغض نہ رکھے مگر منافق تو ایسے میں ممکن ہے کہ وہ بغاوت کی وجہ سے تشریف لائیں اس کا وہم بھی نہیں ہوسکتا۔ (التمہید ابوشکور، ص ۱۶۹)

امام ابی المعین میمون نسفی ماتریدی (متوفی ۵۰۸ھ) جنگ جمل کے متعلق لکھتے ہیں وقد روی ان عائشة رضی الله تعالیٰ عنها وعن ابيها لم تحارب عليا ولاخاربها علی انما قصدت عائشة الاصلاح بين الطائفين فوقع الحرب بينهما ثم اکرم علی عائشة وردها الی المدينة مکرمة مصونة (تبصرۃ الادلۃ ج ۲ ص ۱۱۷۰) ترجمہ: اور بلاشبہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عائشہ (اللہ ان سے اور ان کے والد سے راضی ہو) نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے لڑائی اور جنگ نہیں کی اور نہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے ان سے جنگ کی۔ اور حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہ) کا مقصد صرف دونوں گروہ کے درمیان صلح کرانا تھا۔ تو ان دونوں کے درمیان اتفاقاً جنگ ہوگئی۔ پھر حضرت علی نے حضرت عائشہ کی عزت کی پھر حضرت علی (رضی اللہ عنہ) ان کو بعزت وحفاظت کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچا دیا۔ (اس لئے) ان دونوں میں سے کسی کی بھی ملامت نہیں کی جاسکتی۔ دونوں کے دلوں میں ایک دوسرے کا جذبۂ احترام تھا (اور ان میں شرکت کرنیوالے معمولی شخصیات نہیں تھیں)۔ لمّا ثبت بالاجماع عدالتهم فلا تزال بالااختلاف (تبصرۃ الادلۃ ج ۲ ص ۱۱۷۱)

جب بالاجماع ان کی عدالت ثابت ہے تو اختلاف کی وجہ سے زائل نہیں ہوتی۔

اختلاف کی وجہ سے عدالت زائل نہیں ہوتی

معلوم ہوا کہ اختلاف واخطا کی وجہ سے عدالت زائل نہیں ہوتی۔ علامہ قاسم بن نعیم الطائی لکھتے ہیں صدور بعض الاخطاء منہم لا ینا فی عدالتہم الثابت لہم بتعدیل اللہ لہم ورسولہ اذ صدور الاخطاء انما کانت من اجتہاد محض لاعن ھوی وطلب دنیا وریاسۃ (تحقیق البیان فی ردشبہات عن معاویۃ بن سفیان ص ۷)۔

جنگ صفین

بلاد شام کے مشرقی جانب میں صفین ایک مقام ہے جہاں دونوں فریق میں جنگ ہوئی، اسی لئے اس کو جنگ صفین کہتے ہیں۔ اور اس میں ایک طرف اہل شام کی فوجیں تھی اور دوسری طرف لشکر علوی تھا۔ حضرت علی مرتضیٰ کا موقف یہ تھا کہ بیشتر مہاجرین وانصار نے میری بیعت کی ہے لہٰذا اہل شام کو بھی چاہئے کہ میری بیعت کرلیں۔ اور اہل شام کا موقف یہ تھا کہ حضرت عثمان کے قاتلین سے قصاص لیا جائے۔ پھر بیعت کریں گے۔ دونوں آپس میں اتفاق نہ کرسکیں تو ۳۷ھ میں جنگ صفین واقع ہوئی۔ اس میں شامی فوج کی تعداد ساٹھ ہزار تھی اور ان میں سے بیس ہزار شہید ہوگئے۔ عراقی فوج ایک لاکھ بیس ہزار افراد پر مشتمل تھی اور اس میں سے چالیس ہزار شہید ہوئے۔ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) اور ان کے ہم خیال برحق تھے۔ امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) اور ان کے ہم خیال غلطی پر تھے جیسے کہ صحیح مسلم میں حضرت ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمار (رضی اللہ عنہ) کو مخاطب کر کے کہا تجھے باغی گروہ قتل کرے گا (البدایۃ والنھایۃ ج ۸)۔ ان شدید لڑائیوں کے بعد بھی جنگ کی آگ سرد نہ ہوئی۔ پھر دونوں فریق میں اس بات پر فیصلہ ہوا کہ دو ثالث مقرر کئے جائیں۔ ایک حضرت علی کی جانب سے حضرت ابو موسیٰ اشعری اور دوسرے حضرت معاویہ کی جانب سے حضرت عمرو بن العاص کہ یہ دونوں فیصل دومۃ الجندل کے مقام پر فیصلہ کریں گے۔ اور جو ان کا فیصلہ ہوگا وہ سب کو قبول ہوگا۔ تو جب دونوں فیصلہ دینے کے لئے جمع ہوئے تو یہ فیصلہ بھی اختلاف کی نظر ہو گیا۔ پھر حضرت معاویہ اور حضرت علی الگ الگ حکومتیں کرنے لگے۔ مگر آپس میں پھر کشمکش ہی رہتی تھی۔ دو ثالث مقررہ کرنے کی وجہ سے خارجی فرقہ بھی پیدا ہو گیا۔ جس کی وجہ سے حضرت علی مرتضیٰ کے لئے مزید مشکلیں پیدا ہوئیں۔ بہرحال جنگ جمل اور جنگ صفین رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشینگوئی کے مطابق وقوع پذیر ہوئیں اور یہ دونوں گروہ آپس میں لڑنے والے مسلمان تھے۔

آپس میں اجتہادی جنگوں پر ندامت

حافظ الملۃ والدین ابوالبرکات عبداللہ نسفی رحمہ اللہ متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں وَقَد نَدِمَا عَلٰی مَا فَعلاَهُ، وَکَذَا عَائِشَةُ نَدِمَت عَلٰی مَا فَعَلَت، وَکَانَت تَبکِی حتّٰی تَبُل خمرها، وَکَذا نَدِمَ مُعَاوِيَةَ، وَکَانَ مُخطِئا اِلاَّ اَنَّهُ فَعَلَ مَا فَعَلَ عَن تَاوِيلٍ، فَلَم يَصِر بِهِ فَاسِقاً۔ ثُمَّ لَا شَكَّ اَن مِن حَارب عَلی مِنَ الاصاحبةِ، وَغَيرهم لم يَصِر کافراً، وَلاَ فَاسِقاً۔ (شرح عمدہ العقائد ص ۵۰۵) ترجمہ: حضرت طلحہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہما دونوں جنگ جمل کی شرکت پر نادم ہوئے اور اسی طرح حضرت عائشہ

صدیقہ اپنے فعل پر نادم ہوئیں اور آپ رونے لگتی تھی یہاں تک کہ آپ کی اوڑھنی آنسوں سے تر ہوجاتی اوراسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی نادم ہوئے اور آپ خطا پر تھے مگر بے شک جوانہوں نے کیاوہ تاویل کی بنا پر تھی تو وہ اس کی وجہ سے فاسق نہیں ہیں پھر اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ جس کے ساتھ حضرت علی نے لڑائی کی ساتھیوں اوران کے سواوہ بھی نہ کافر ہوئے نہ فاسق ہوئے (جیسا کہ خوارج کہتے ہیں) عمدۃ المفسرین ابوشھاب الدین سید محمود آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں وبعد هذا كله قد ثبت عند جمع ان معاوية رضى الله عنه ندم على ما كان من المقاتلة والبغي على الإمير كرم الله وجهه واتفق ان بكى عليه كرم الله وجهه۔ (الاجوبۃ العراقیۃ علی الاسئلۃ اللاھوریۃ ص ۱۳۴)۔ اوران تمام واقعات کے بعدسب کے نزدیک یہ بات ثابت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان کاموں پر نادم ہوئے جو ہوئے تھے جنگ کرنے اور بغاوت کرنے کی وجہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف اور اتفاق ہے اس بات کا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی اس پر روئے تھے۔ معلوم ہوا کہ کوئی بھی نہیں چاہتا تھا کہ ان میں جنگ وجدال ہو اختلاف ہو مگر یہ اجتہادی خطا کی وجہ سے جو کچھ ہونا تھا وہ ہوا۔

<u>جنگ جمل اور جنگ صفین میں لڑنے والے سب مسلمان ہی تھے:</u>

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰۤى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ

(سورہ الحجرات ایت ۹) ترجمہ: اور اگر مؤمنوں کے دو گروہ باہم جنگ کریں تو ان میں صلح کرا دو پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے کے خلاف بغاوت کرے تو باغی گروہ سے جنگ کرو حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کر لے۔ پس اگر وہ رجوع کر لے ان میں عدل کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف سے کام لو۔ بے شک اللہ تعالیٰ انصاف سے کام کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دونوں گروہوں کو ایماندار فرمایا ہے۔ اس آیت سے واضح ہو گیا کہ مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں جنگ کر رہی ہوں اور ان میں سے ایک حق پر ہو اور دوسری باطل پر ہو تو جو جماعت باطل پر ہو، اس سے اس وقت تک جنگ کی جائے جب تک وہ حق کی طرف رجوع نہ کر لے۔ اس بناء پر یہ سوال ہوتا ہے کہ اس آیت کی روشنی میں جنگ جمل اور جنگ صفین کا کیا حکم ہے؟ ان میں سے کون سا فریق حق پر تھا اور کون سا فریق باطل پر تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں سے کوئی فریق صریح باطل پر نہیں تھا۔ دونوں فریقوں کا مؤقف تاویل اور اجتہاد پر مبنی تھا لیکن حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کی تاویل صحیح تھی اور حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی تاویل مبنی بر خطا تھی اور اس کا فیصلہ اس حدیث سے ہو گیا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمار بن یاسر (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا افسوس ہے! عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ عمار ان کو جنت کی طرف بلائے گا اور وہ گروہ اس کو دوزخ کی طرف بلائے گا (صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ رقم الحدیث نے ۴۴۷) اور حضرت عمار بن یاسر کو حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے لشکر نے قتل کیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کا مؤقف صحیح اور حق تھا اور حضرت معاویہ (رضی

اللہ عنہ) کی تاویل مبنی بر خطا تھی اور ان کا مؤقف باطل اور محض نہیں تھا ورنہ حضرت حسن بن علی (رضی اللہ عنہما) ان سے صلح نہ کرتے۔ اور اگر وہ باغی ہوتے تو حضرت علی (رضی اللہ عنہ) ان سے جنگ موقوف نہ کرتے اور جنگ موقوف کر کے تحکیم کو اختیار نہ کرتے اور تادم مرگ جنگ جاری رکھتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰهِ۔ جو جماعت باغی ہے اس سے اس وقت تک قتال کرتے رہو حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئیں۔ اگر حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے نزدیک حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی جماعت صراحۃً باغی ہوتی تو وہ ان سے کبھی جنگ موقوف نہ کرتے اور کبھی تحکیم کو قبول نہ کرتے (تبیان القرآن ج ۱۱ ص ۲۸۴)

امام ابو منصور محمد بن محمد بن محمود الماتریدی ۳۳۳ھ (اس ایت نمبر ۹ کی) تفسیر میں لکھتے ہیں **وهذه الاية حجة على المعتزلة والخوارج فانه ابقى اسلاما الايمان بعد ماكان منهم القتال۔ والبغى۔ والقتال۔ والبغى مع اهل الاسلام من الكبائر دل ان الكبيرة لاتخرج عن الايمان ولا توجب الكفر۔ والله الموفق۔** (تأویلات القران ج ۱۴ ص ۶۸)

ترجمہ: یہ آیت معتزلہ اور خوارج کے خلاف دلیل ہے کے بیشک ایمان کا نام باقی رہتا ہے بعد اس کے کہ ان میں جنگ اور بغاوت اور سرکشی ہو اور جنگ بغاوت اہل اسلام کے ساتھ کرنا کبیرہ گناہ میں سے ہیں تو یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ بیشک کبیرہ گناہ (لڑنے) اور بغاوت کرنے (والوں تک) کو ایمان سے نہیں نکالتا اور نہ کفر کو ثابت کرتا ہے۔ حضرت علی حضرت معاویہؓ دونوں کی جماعتیں مسلمان تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

یہ میرا بیٹا حسن سید ہے ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کردے گا اور جیسا فرمایا ویسے ہی ہوا معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی اور معاویہ کی دونوں جماعتوں کو مسلمان فرمایا ہے اور یقینا مسلمان ہیں۔

حدیث حضرت عمار (رضی اللہ عنہ) کا مفہوم

اور جنگ صفین میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت واقع ہوئی تھی۔ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اے عمار تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ چنانچہ حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ مسجد بنتے وقت ہم ایک ایک اینٹ اٹھا رہے تھے اور حضرت عمار دو دو اینٹیں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عمار کو دیکھا۔ ان کے بدن سے مٹی جھاڑنے اور فرمانے لگے وَیحَ عَمَّارٍ تَقتُلُهُ الفِئَةُ البَاغِيَةُ يَدعُوهُم اِلَى الجَنَّةِ وَيَدعُونَهُ اِلَى النَّارِ قَالَ عَمَّارٌ اَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الفِتَنِ (صحیح بخاری کتاب الصلاۃ حدیث ۴۴۷) ترجمہ: عمار پر افسوس ہے (عمار پر اللہ رحم فرمائے)۔ اس کو باغی گروہ (جماعت) قتل کرے گا، یہ ان کو جنت کی طرف بلائے گا، وہ انہیں دوزخ کی طرف بلائیں گے۔ ابوسعد نے کہا عمار کہتے میں فتنوں سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔

اور کتاب الجہاد میں یہ حدیث اس طرح ہے۔ حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں كُنَّا نَنقُلُ لَبِنَ المَسجِدِ لَبِنَةً لَبِنَةً وَكَانَ عَمَّارٌ يَنقُلُ لِبنَتَينِ لِبنَتَينِ وَمَرَّ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ وَمَسَحَ عَن رَأسِهِ الغُبَارَ وَقَالَ وَيحَ عَمَّارٍ تَقتُلُهُ الفِئَةُ البَاغِيَةُ يَدعُوهُم اِلَى اللهِ وَيَدعُونَهُ اِلَى النَّارِ (بخاری کتاب الجہاد حدیث ۲۸۱۲)۔

ترجمہ: ہم مسجد کے لئے ایک ایک اینٹ اٹھا کر لا رہے تھے اور حضرت عمار (رضی اللہ عنہ)

دودو اینٹیں اٹھا کر لا رہے تھے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس گزرے۔ ان کے سر سے غبار کو صاف کیا اور فرمایا عمار کے لئے افسوس، عمار کو قتل کرے گا ایک باغی گروہ۔ وہ ان کو اللہ کی طرف بلائیں گے اور باغی گروہ ان کو دوزخ کی طرف بلائیں گے۔ ان حدیثوں میں دو مضمون بیان ہوئے ہیں (۱) حضرت عمار بن یاسر کو باغی گروہ قتل کرے گا (۲) حضرت عمار بن یاسر اپنے مخالفین گروہ کو جنت کی طرف بلائیں گے اور وہ انہیں دوزخ کی طرف بلائیں گے اور ان دونوں حدیثوں میں لفظ ویح عمار آیا ہے۔ اور لفظ وَیح تین طرح استعمال ہوتا ہے: (۱) صرف وَیْ (وَيكَأَنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُون) (۲) وَيحٌ (۳) وَيحَكَ۔ اور تینوں کے معنی وہی ہیں جو ویل کے ہیں، ویل جہنم کی ایک وادی کا نام ہے اور اس کے معنی ہیں سخت عذاب۔ پس ویح عمار کا لفظی ترجمہ ہے عمار کے لئے سخت عذاب ہے یا عمار کے لئے جہنم کی وادی ہے۔ مگر عُرف میں پیار کے موقع پر یہ لفظ استعمال کرتے ہیں۔ اس جملہ کا مفہوم یہ ہے کہ عمار پر اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے، یہ بندہ کتنی مشقت برداشت کر رہا ہے۔ ان کو ایک ایسی جماعت قتل کرے گی جن کو جنت کی طرف بلا رہے ہونگے اور وہ جہنم کی طرف بلا رہے ہوں گے۔ اس جملہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ایک فریق کے مقتول جنت میں جائیں گے اور دوسرے فریق کے مقتول جہنم میں۔ صفین کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا تھا۔ آپ نے فرمایا: قَتْلَانَا وَقَتْلَاهُمْ فِي الْجَنَّةِ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵) ہمارے مقتول اور ان کے مقتول سب جنت میں جائیں گے۔ پس اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ عمار رضی اللہ عنہ جس جماعت کے ساتھ ہونگے وہ جماعت حق پر ہوگی، جنت کی طرف بلانے کا یہی مطلب ہے۔ اور دوسری جماعت جو ان کو قتل

کرے گی وہ حق پر نہیں ہوگی، جہنم کی طرف بلانے کا یہی مطلب ہے

(تحفۃ القاری ج ۲ ص ۲۹۵ مختصراً)

حافظ ابن حجر عسقلانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں فَاِنْ قِيْلَ قُتِلَهٗ بِصِفِّيْنِ وَهُوَ مَعَ عَلِيٍّ وَالَّذِيْنَ قَتَلَهٗ مَعَ مَعَاوِيَةَ وكان له جماعة فى الصحابة كيف يجوز الدعاء الى النار۔ فالجواب انهم كانوا ظانين انهم يدعون الى الجنة وهم مجتهدون ولا لوم عليهم فى اتباع ظنونهم فالمراد بالدعاء الى الجنة الدعاء الى سببها۔ وهو بيعت الامام، وكذلك كان عمار يدعوهم الى طاعة على وهو الامام الواجب الطاعة (فتح الباری ج ۲ مطبوعہ دار الکتب علمیہ ص ۳۱۷)

ترجمہ: اگر اعتراض کیا جائے کہ حضرت عمار جنگ صفین میں قتل کئے گئے اور وہ حضرت علی کے ساتھ تھے اور جنہوں نے قتل کیا ان کو وہ حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت تھی تو کیسے جائز ہے ان کا آگ کی طرف بلانا۔ تو جواب ہے کہ عمار بن یاسر کے ساتھ مقاتلہ کرنے والے اپنے خیال میں جنت کی طرف دعوت دے رہے تھے اگر چہ واقعہ کے اعتبار سے خطاء پر تھے لیکن وہ اپنی تاویلِ فکر کی بناء پر مجتہد معزز کے درجہ میں تھے۔ ان کے ظن کی متابعت لازم تھی۔ اس لئے یہ لوگ قابل ملامت و مذمت نہیں۔ جنت کی طرف بلانے سے مراد اسباب جنت کی طرف دعوت دینا تھا اور وہ امام کی اطاعت تھی۔ اور اسی طرح حضرت عمار بن یاسران کو حضرت علی کی اطاعت کی طرف بلا رہے تھے اور وہی واجب الطاعۃ تھے۔

باغی گروہ سے کون سا گروہ مراد ہے جس نے حضرت عمار بن یاسر کو شہید کیا؟ اس کی بہت سی تاویلیں کی جاتی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس باغی گروہ سے مراد وہ

ہے جس نے حضرت عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) کو شہید کیا تھا کیونکہ وہ لوگ خوفزدہ تھے کہ ان میں اگر صلح ہوگئی تو ہم مارے جائیں گے۔ اس لئے وہ قاتلان عثمان (رضی اللہ عنہ) دونوں جماعتوں میں فتنہ وفساد اور جنگ جدال کو باقی رکھنے کے لئے گھسے ہوئے تھے۔ واللہ اعلم

اور اگر اس سے مراد حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) اور ان کی جماعت ہے تو پھر حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو باغی ظاہر کے اعتبار سے فرمایا ہے کیونکہ انہوں نے خلیفہ برحق حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کی حکم عدولی کی اور ان کے خلاف جنگ کی لیکن حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی اجتہادی خطا تھی۔ اور اگر حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے نزدیک حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) حقیقۃً باغی ہوتے تو وہ ان کے خلاف کبھی جنگ موقوف کر کے حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) کو دونوں فریقوں کے درمیان حکم نہ بناتے کیونکہ اللہ تعالی کا حکم ہے فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (سورہ الحجرات)۔ ترجمہ: پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے کے خلاف بغاوت کرے تو باغی گروہ سے جنگ کرو حتی کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کرلے۔ پس اگر وہ رجوع کرلے ان میں عدل کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف سے کام لو۔ بے شک اللہ تعالی انصاف سے کام کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ اگر حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) حقیقۃً باغی ہوتے تو حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کا ان سے جنگ ختم کرنا اللہ تعالی کے حکم سے انحراف کو مستلزم ہوتا کیونکہ حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے اپنے موقف سے رجوع نہیں کیا تھا۔ ان کے رجوع کے بغیر ان

سے جنگ ختم کرنا اللہ تعالی کی حکم عدولی ہے (نعمت الباری ج ٦ ص ٨٥٤)

اس سے معلوم ہوا کے حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) حقیقۃ باغی نہیں تھے۔ اگر وہ باغی ہوتے تو نہ حضرت علی جنگ کو ختم کرتے، نہ ان کے لشکر کے لئے دعا مغفرت فرماتے۔ ان دونوں کا اختلاف اجتہادی تھا۔ تو حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ اس وقت خلیفہ برحق تھے۔ حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) خطاء اجتہادی پر تھے تو آپ پر جو باغی کا اطلاق ہوا ہے ظاہر کے لحاظ سے تھا جس طرح اللہ تعالی نے ظاہر کے اعتبار سے حضرت آدم علیہ سلام پر عاصی کا اطلاق فرمایا۔ جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کو عاصی نہیں کہا جا سکتا اسی طرح صحابی رسول ﷺ حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو باغی نہیں کہنا چاہیے۔ بعض لوگ بڑی جسارت کرتے ہوئے کہہ دیتے ہیں کہ معاویہ (رضی اللہ عنہ) صحابی بھی ہے اور معاذ اللہ باغی بھی۔ باغی کافر و فاسق کو نہیں کہتے۔ باغی اپنے حق کا مطالبہ کرنے والے کو کہتے ہیں۔ حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کے قاتلوں سے قصاص کا مطالبہ کرتے تھے اور اس مطالبہ کو آپ اپنے اجتہاد میں درست تصور کرتے تھے۔

حدیث عمار میں اضافہ کیا گیا ہے

بعض علماء لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں يَدْعُوهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ وَيَدْعُونَهُ إِلَى النَّارِ حضرت عمار ان کو جنت کی طرف بلائے گئی اور وہ انہیں دوزخ کی طرف بلائیں گے۔ اور یہ الفاظ ارشاد رسول ﷺ میں سے نہیں ہیں بلکہ قول عکرمہ ہے۔ اس لئے یہ الفاظ دیگر احادیث کی کتابوں میں نہیں ہیں (سیرت امیر معاویہ ج ٢ ص ٣٥) مطلب یہ ہے کہ

الفاظ حدیث بخاری کے اصل متن سے نہیں تھے بلکہ الحاقی ہیں۔ پھر ان الحاقی الفاظ کی وجہ سے حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) پر باغی، کافر اور دوزخی ہونے کا الزام لگانا ہرگز جائز نہیں کیونکہ یہ الفاظ حضرت ابو سعید خذری (رضی اللہ عنہ) نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں سنے ہیں۔ اور حضرت امّ سلمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمار سے فرمایا تَقتُلُكَ الفِئَةُ البَاغِيَةُ (مسلم کتاب الفتن واشراط الساعۃ حدیث ۲۹۱۲۔ ۲۹۱۵) تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔ اور اس حدیث میں بھی یہ الفاظ نہیں ہے۔ اس حدیث کے جو چاروں راوی ہیں (۱) مسدد، (۲) عبدالعزیز بن مختار، (۳) خالد بن مرام، (۴) عکرمہ مولی ابن عباس، ان پر جرح کی گئی ہے جو حدیث مجروح راویوں سے مروی وہ حدیث ضعیف ہے، اور ضعیف کی وجہ سے حضرت معاویہ کو باغی یا دوزخی کہنا ہرگز جائز نہیں۔ اور اس حدیث کی سند میں ایک روای المعلی ہے جس کو کذاب وضاع کہا گیا

(الالی المصنوعہ)

حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو باغی کہنا جائز نہیں

امام ابو المعین میمون نسفی ماتریدی لکھتے ہیں جن لوگوں نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے جنگ کی ان کا نام باغی رکھنے میں اہل سنت و جماعت کے آئمہ متکلمین نے اختلاف کیا ہے تو ان میں سے بعض نے اس سے منع کیا ہے کہ حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) پر نام باغی کا اطلاق جائز نہیں۔ اور وہ کہتے ہیں کہ یہ نام ان ناموں میں سے نہیں جو اپنے اجتہاد میں غلطی کرے اور اس کو باغی کہا جائے۔ حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) باغی نہیں کیونکہ انہوں نے اپنے اجتہاد میں غلطی کی ہے اس لئے ان کی اجتہادی

خطا پر ان کو باغی کہنا جائز نہیں۔ بعض کہتے ہیں حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) پر باغی نام کا اطلاق جائز ہے اور انہوں نے جس فرمان باری تعالیٰ سے استدلال کیا وہ سورہ حجرات کی آیت ۴۹ ہے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ فرمان ہے تَقۡتُلُكَ الۡفِئَةُ البَاغِيَةُ۔ اور حضرت علی نے فرمایا اِخۡوَانُنَا بَغَوۡا عَلَيۡنَا (تبصرۃ الادلۃ ص ۲، ۱۱۷، ص ۵۰۴) (ہمارے بھائیوں نے ہم پر بغاوت کی) اور جنہوں نے اسم باغی کے اطلاق کو ان پر منع کیا، وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا حضرت عمار کے متعلق جو فرمایا ہے تَقۡتُلُكَ الۡفِئَةُ الۡبَاغِيَةُ (تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا)، وہ کہتے ہیں مَعناہ الطائفة الطالبة دم عثمان (رضی اللہ عنہ) یقال بغی اذا طلب (تبصرۃ الادلۃ ج ۲، ص ۱۱۷۳) اس کا معنی ہے حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کا خون کا مطالبہ کرنے والا گروہ، کہا جاتا ہے بغی جب اس نے مطالبہ کیا۔ جو حضرت عمار سے فرمایا تھا تَقۡتُلُكَ الۡفِئَةُ البَاغِيَةُ کہ تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے بھائیوں نے ہم پر بغاوت کی ہے چونکہ حضرت امیر معاویہ حقیقتاً باغی نہیں تھے کیونکہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ بیعت نہیں تھی اس لئے باغی نہیں کہنا چاہیے اور جو لوگ حضرت امیر معایہ کو باغی جہنمی اور فاسق کہتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دل خوف خدا سے خالی ہیں۔ قرآن میں قتال، مخالفت اور بغاوت کرنے والے کو مومن اور بھائی فرمایا گیا (سورہ حجرات ایت ۴۹) مولانا محمد کرم الدین دبیر لکھتے ہیں اگر حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) معاذ اللہ فاسق و منافق ہوئے تو حضرت امام حسن ہرگز ان کی بیعت نہ کرتے بلکہ تلوار اٹھا کر ان سے مقابلہ کرتے۔ جیسا کہ بعد میں امام حسین نے یزید لعین سے مقابلہ کیا۔ اہل انصاف کے

لئے اس قدر بحث اس بارہ میں کافی ہے۔ ہاں ضد کا کوئی علاج ہی نہیں (آفتاب ھدایت ص ۲۸۹)۔ حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) نہ باغی تھے، نہ فاسق و فاجر تھے۔ وہ صحابی فقیہ مجتہد تھے۔

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ فرماتے ہیں عرف شرع میں بغاوت مطلقاً مقابلہ امام برحق کو کہتے ہیں۔ عناداً ہو خواہ اجتہاداً، ان حضرات پر بوجہ رجوع اس کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ گروہِ امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) پر حسبِ اصطلاحِ شرع اِطلاق فئۃ باغیہ آیا ہے مگر اب باغی بمعنی مفسدِ و معاند و سرکش ہو گیا اور دُشنام سمجھا جاتا ہے۔ اب کسی صحابی پر اس کا اِطلاق جائز نہیں (بہار شریعت حصہ اول ص ۲۶۰)

قاضی برخوردار ملتانی محشی نبراس نے لکھا ہے چونکہ باغی نہ کہنے میں تکذیب مشور حدیث لازم آتی ہے (غوث اعظم و تذکرہ مشائخ سادات قادریہ ص ۱۹۸) اس لئے حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو معاذ اللہ باغی کہنا چاہیے یہ استدلال چند وجوہ سے بالکل غلط ہے۔

(۱) جس حدیث سے باغی ہونا ثابت کیا جاتا ہے اس میں کلام ہے چنانچہ امام جلال الدین سیوطی نے اللالیء المَصنُوعَۃُ فی احَادِیث المَوضُوعَۃِ میں لکھا ہے کہ یہ حدیث ثابت ہی نہیں کیونکہ اس حدیث کے راوی پر جرح کی گئی ہے۔ اس کی زیادہ تفصیل دشمنان امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی ج ۲ کے ص ۱۲۲ پر ملاحظہ کریں۔ اور مولانا محمد بخش حلوائی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ ہم نے اس حدیث پاک کو محدثین اور محققین کے اقوال کی روشنی میں بار بار دیکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے (المعاویہ ص ۱۴۱) (۲) الفئۃ الباغیۃ

میں حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کا نام نہیں لیا گیا اور نہ کسی حدیث میں حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو باغی کہا گیا ہو (۳) اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو چاہیں فرمادیں ہمیں حق حاصل نہیں کہ ہم ظالم عاصی خاطی اور باغی کہتے پھریں۔

مولانا محمد نجم الغنی خان لکھتے ہیں مثلاً ابوذر غفاری (رضی اللہ عنہ) کے حق میں صحیح بخاری میں ایک حدیث میں آیا ہے اِنَّكَ اِمْرَءٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ۔ بے شک تم ایسے شخص ہو کہ تم میں جاہلیت کی خصلت ہے (صحیح البخاری، کتاب الایمان)۔ اب ہم کو سزاوار نہیں کہ کہیں ابوذر مردِ جاہل تھے۔ اسی طرح ابوجہیم (رضی اللہ عنہ) کے حق میں، جو عمدہ صحابی تھے، صحیح بخاری میں روایت آئی ہے لَا يَضَعُ عَصَاهُ عَنْ عَاتِقِهٖ اور یہ کنایہ ہے اس بات سے کہ وہ اپنی عورتوں اور خادموں کو بہت مارتے رہتے تھے۔ اب ہم کو یہ لائق نہیں کہ کہیں ابوجہیم مرد ظالم تھے۔ بلکہ اگر دُور تک خیال کیا جائے تو معلوم ہوا کہ بعض انبیاء کے باب میں بھی خدائے تعالیٰ کی جانب سے ناراضگی کے مقام میں عتاب آمیز الفاظ وارد ہوئے ہیں مگر امتیوں کو مناسب نہیں کہ ان الفاظ کے موافق ان انبیاء کی شان میں کلام کریں۔ مثلاً سورہ طٰہٰ میں ہے وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى (نافرمانی کی آدم نے اپنے رب کی پس گمراہ ہو گئے)۔ باوجود اس کے آدم علیہ السلام کو گناہگار اور گمراہ کہنا کفر ہے۔ حضرت یونس کے حالات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (سوائے تیرے کوئی معبود نہیں۔ تو پاک ہے۔ تحقیق میں تھا ظلم کرنے والوں میں سے) ایضاً وَاِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ (یونس جس وقت بھاگا بھری ہوئی کشتی کی طرف) ایضاً فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ (نگل گئی اس کو

مچھلی اور وہ ملامت میں پڑا ہوا تھا) مگر کسی شخص کو یونس علیہ السلام کی نسبت لفظ ظالم اور بھگوڑا اور ملامت میں پڑا ہوا استعمال کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح امتیوں کو مناسب ہے کہ صحابہ کے حق میں کلمہ خیر کے سوا کچھ نہ کہیں (تہذیب العقائد) تو پھر حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو باغی کہنا کب جائز ہے؟ اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حقیقتا باغی ہوتے تو حضرت سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ ان سے کبھی صلح نہ کرتے۔ ان کا صلح کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت معاویہ باغی نہیں تھے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ یزید کے مقابلہ میں میدان میں آ گئے تھے تو کیا حضرت حسن مخالفت نہ کرتے۔ ضرور کرتے۔

تاریخ کی کتابیں دور عباسی میں لکھی گئیں

تاریخ کی کتابیں دوسری صدی ہجری کو بنی عباس کے دور میں لکھی گئی ہیں اور بنی عباس بنی امیہ کو برا کہتے تھے۔ ان کی طرف ہر غلط بات منسوب کرتے تھے اور طرح طرح کے الزام لگاتے کوئی مؤرخ ان کی مرضی کی بغیر کچھ بھی نہیں لکھ سکتا۔ چنانچہ علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں اسلامی تاریخ کے مؤرخین عموما بنی عباس کے عہد میں ہوئے ہیں اور یہ بات معلوم ہے کہ عباسیوں کے عہد میں بنوامیہ کے محاسن ذکر کرنے کی کسی شخص میں استطاعت نہیں تھی کیونکہ اگر کسی سے بنوامیہ کی خوبی کی کوئی چیز اتفاقاً صادر ہو جاتی تو اس کے قائل کو کئی قسم کی ایذاؤں کا سامنا کرنا پڑتا اور ہتک عزت کے علاوہ ناموافق انجام سے دوچار ہونا پڑتا تھا (الانتقاد علی تمدن الاسلام) ۔ تو اسی دور میں بنوامیہ کو بالعموم اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بالخصوص بدنام کرنے کے لئے لاتعداد الزامات و مطاعن لگائے گئے۔

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا سیاسی موقف چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف تھا، اور جمہور اہل سنت کے نزدیک تھی حضرت علی کے ساتھ تھا، اس لیے ان کے مخالفین بالخصوص روافض کو ان کے خلاف پروپیگنڈے کا موقع مل گیا۔ اور ان کے خلاف الزامات واتہامات کا ایک طومار لگا دیا گیا جس میں ان کے فضائل ومناقب چھپ کر رہ گئے۔ ورنہ وہ ایک جلیل القدر صحابی، کاتب وحی، اور ایسے اوصاف حمیدہ کے مالک تھے کہ آج ان کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، اسی لئے جب حضرت عبد اللہ بن مبارک سے پوچھا گیا کہ حضرت معاویہ افضل ہیں یا عمر بن عبد العزیز۔ تو آپ نے جواب دیا کہ حضرت معاویہ کی ناک کی خاک بھی عمر بن عبد العزیز سے افضل ہے۔ (جہان دیدہ ص ۳۰۳) اور روافض کی طرح خوارج نے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو نشانہ تنقید بنایا ہے اور آپ کے کمالات کا انکار کیا اور الزامات لگائے۔ اسی طرح خوارج نے حضرت امیر معاویہ کے کمالات کا انکار کیا یہاں حضرت معاویہ کے ناک کی خاک کا ذکر ہے ایک روایت میں گھوڑے کے غبار کا ذکر ہے اور تیسری روایت میں ہے حضرت امیر معاویہ کی گھوڑے کے ناک کی غبار ذکر ہے۔ مقصد سب کا ایک ہی ہے

سب وشتم کی تاریخی روایات صحیح نہیں ہیں

حضرت عمر بن عبد العزیز (رضی اللہ عنہ) کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز (رضی اللہ عنہ) سے پہلے بنی امیہ کے حاکم اور والی حضرت علی (رضی اللہ عنہ) بن ابی طالب کو سب وشتم کیا کرتے تھے جب عمر خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اس بات سے روک دیا (طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۳۰۷) یہ ابو مخنف لوط بن یحییٰ کا اپنا قول ہے جو

قابل اعتبار نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی کوئی صحیح سند نہیں ہے۔

ڈاکٹر علی محمد لکھتے ہیں وَھَذَا الْاَثَرُ الَّذِیْ ذَکَرَہُ ابْنُ سَعْدٍ لَا یَصِحُّ (معاویۃ بن سفیان ص ۲۰۱) اور یہ اثر (روایت) جس کا ذکر ابن سعد نے کیا ہے درست نہیں ہے، وَقَدْ اتَّھَمَ الشِّیْعَۃُ مَعَاوِیَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بِحَمْلِ النَّاسِ عَلٰی سَبِّ عَلِیٍّ وَلَعْنِہٖ فَوْقَ مَنَابِرِ الْمَسَاجِدِ ھَذِہِ الدَّعْوَۃُ لَا اَسَاسَ لَھَا مِنَ الصِّحَۃِ (معاویہ بن سفیان ص ۲۰۱)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں، حباب الکلبی نے ابومخنف سے ذکر کیا کہ جب حضرت علی مرتضی (رضی اللہ عنہ) کو عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) کے فیصلے کی اطلاع ملی تو حضرت علی (رضی اللہ عنہ) تو اپنی قنوت میں ان حضرات پر لعنت کرنے لگے معاویہ، عمرو بن العاص، ابولاعور السلمی، حبیب بن مسلمہ، ضحاک بن قیس، عبدالرحمن بن خالد بن ولید اور ولید بن عقبہ پھر جب یہ خبر حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) تک پہنچی تو انہوں نے قنوت کے درمیان حضرت علی، حسن و حسین، ابن عباس، اشتر نخعی کو لعنت دینا شروع کردی۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: وَلَا یَصِحُّ ھَذَا اور یہ روایت صحیح نہیں ہے (البدایہ والنھایہ ج ۷ ص ۲۷۳) اور اسی طرح یہ بھی غلط ہے جو بعض مورخین نے لکھا ہے کہ ان شرائط میں سے یہ شرط بھی تھی کہ حضرت علی المرتضی (رضی اللہ عنہ) کو برا بھلا نہ کہا جائے کیونکہ ان کی شان میں گستاخیاں کی جاتی تھیں دراصل یہ ایک الزام ہے جو حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو بدنام کرنے کی خاطر لگایا گیا تھا جس کو عام کردیا گیا یہ کذب بیانی ہے اور جن مورخین نے یہ لکھا اور روایت کیا ان میں سے کوئی بھی قابل اعتبار نہیں ہے۔ حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) حضرت علی (رضی اللہ عنہ) اور

اہل بیت اطہار کی تعظیم وتکریم کیا کرتے تھے۔ ان کا اختلاف اجتہادی تھا اور جو دمیری، یعقوبی اور ابوالفرج اصفہانی کی کتابوں میں مرقوم ہے وہ قابل اعتماد اور قابل بھروسہ نہیں ہے بلکہ صحیح تاریخ میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس کے خلاف ہے وہ یہ کہ حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) امیر المومنین حضرت علی (رضی اللہ عنہ) اہل بیت اطہار کی بے حد تعظیم و تکریم کیا کرتے۔ اور بنی امیہ کا منبروں پر برسر عام حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کی شان میں لعن وطعن کرنا ثابت نہیں ہے (ملخص از سیرت امیر المؤمنین ص ۳۵۱)

ڈاکٹر علی محمد صلابی لکھتے ہیں کہ جب ہم بنی امیہ کے زمانہ کی طرف رجوع کرتے ہیں تو ان میں اس قسم کی نازیبا باتوں میں سے کوئی چیز نہیں پاتے اور صرف اس قسم کی باتیں متاخرین کی کتابوں میں ہیں جو کہ بنی عباس کے زمانہ میں تحریر کی گئی تھیں اور بنی امیہ کو مسلمانوں کی نظروں میں بدنام کرنے کے ارادہ سے مسعودی وغیرہ نے **مروج الزهب** میں لکھیں جو کتب شیعہ میں سے ہے اور وہی جھوٹی باتیں اہل سنت کی کتب میں داخل کردی گئی اور عام پھیلادی گئیں۔

وَلاَ يُوجَدُ فِيهَا رِوَايَةٌ صَحِيحَةٌ صَرِيحَةٌ فَهٰذِهِ دَعْوَةٌ مُفْتَقِرَةٌ إِلَى صِحَّةِ النَّقْلِ، وَسَلاَمَةِ السَّنَدِ مِنَ الْجَرْحِ، وَالْمَتْنِ مِنَ الْإِعْتِرَاضِ، وَمَعْلُوم، وَزْنُ مِثْلُ هٰذِهِ الدَّعْوٰى عِنْدَ الْمُحَقِّقِيْنَ وَالْبَاحِثِيْنَ، اور کسی صحیح صریح روایت میں یہ باتیں نہیں پائی جاتی ہیں۔ اور یہ دعوی نقل دلیل کا محتاج ہے اور سند کا جرح سے سالم ہونا اور متن کا اعتراض سے محفوظ ہونا لازمی ہے۔ اور یہ دعوی محققین اور باحثین کے نزدیک ثابت نہیں ہوسکتا۔ اور حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) اس جیسے الزام وتہمت سے منزہ

ہیں اس لئے کہ دین میں ان کی فضیلت ثابت ہے اور امت میں اچھی سیرت والے تھے اور بعض صحابہ نے ان کی تعریف کی ہے۔ اور بہترین تابعین نے ان کی مدح سرائی کی ہے اور ان کی دیانتداری علم وعدل وحلم اور تمام اچھی عادات کی شہادت دی ہے

(خامس الخلفاء الراشدین الحسن بن علی بن ابی طالب ص ۱۵۱ ۳ الانتصار للصحب والال ص ۲۶۱ ۱ اباطیل ص ۲۴۳)

معلوم ہوا کہ بدعتی لوگوں کی تاریخی روایاتِ کاذبہ کا انتساب حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی طرف بالکل غلط ہے۔ اور سب وشتم کی روایات کا انتساب حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی جانب کرنا جائز نہیں حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) اور ان کی جماعت تو برسر اقتدار تھی پھر ان کو حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو گالیاں دینے کی کیا ضرورت تھی جب کہ وہ سب غالب اور منصور تھے یعنی ان کی حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی حکومت تھی۔

حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) حضرت سیدنا حسن (رضی اللہ عنہ) کے بعد تنہا خلیفہ تھے اور لوگوں نے ان پر اتفاق کر لیا تھا اور ہر ملک وشہر کے باشندے فرمابرداری کرنے لگے تھے فَاَیُّ نَفْعٍ لَّهُ فِیْ سَبِّ عَلِیٍّ بَلِ الْحِکْمَةُ وَحُسْنُ السِّیَاسَةِ تَقْتَضِیْ عَدَمُ ذٰلِكَ لِمَا فِیْهِ مِنْ تَهْدِئَه" النُّفُوْسِ وَتَسْکِیْنُ الْاُمُوْرِ وَمِثْلُ هٰذَا لَا یَخْفٰی عَلٰی مُعَاوِیَةَ (معاویہ بن ابی سفیان ص ۲۰۳)

پھر حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو گالیاں دینے میں کونسا فائدہ تھا (جبکہ ان کا مقابلہ کرنیوالا بھی کوئی نہیں تھا) بلکہ دانائی اور حسن سیاست کا تقاضہ یہی تھا ایسی کوئی بات نہ ہو (جس کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں نفرت وکینہ پیدا ہو) کیونکہ اس میں دلوں کو خوش

رکھنا اور کاموں کا باعث تسکین ہونا چاہیئے تھا اور اس قسم کی باتیں حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) پر مخفی نہیں تھیں۔

حدیث حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی تاویل

صحیح مسلم میں عامر بن سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہما) اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ معاویہ بن ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) نے سعد (رضی اللہ عنہ) سے پوچھا: مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسُبَّ اَبَا تَرَابٍ تجھے ابوتراب (رضی اللہ عنہ) کو سب وشتم کرنے سے کس نے روکا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: جب تک مجھے وہ تین باتیں یاد ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے فرمائی تھیں میں انہیں سب وشتم نہیں کروں گا۔ اگر مجھے ان میں سے ایک بھی مل جائے تو مجھے سرخ رنگ کے اونٹوں سے بھی زیادہ پسند ہوگی (مسلم کتاب فضائل الصحابۃ)۔ روافض کا اس روایت سے اپنے کذب وافتراء کے لیے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ یہ ان کے زعم باطل پر دلالت نہیں کرتی۔ امام نووی فرماتے ہیں: معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے اس قول میں اس امر کی تصریح نہیں ہے کہ انہوں نے سعد کو علی (رضی اللہ عنہ) کو گالیاں دینے کا حکم دیا تھا۔ انہوں نے سعد سے صرف اس سبب کے بارے میں پوچھا تھا جو ان کے لیے علی (رضی اللہ عنہ) کو سب وشتم کرنے سے مانع تھا، گویا کہ وہ ان سے پوچھ رہے تھے کہ تم یہ کام ورع و پرہیزگاری کی وجہ سے نہیں کرتے، کسی خوف کی وجہ سے نہیں کرتے یا اس کی کوئی اور وجہ ہے؟ اگر تو انہیں سب وشتم نہ دینے کی وجہ تورع یا ان کا احترام ہے تو پھر تمہارا یہ رویہ بہت خوب ہے اور شاید سعد (رضی اللہ عنہ) کسی ایسی جماعت میں موجود ہوں جو انہیں سب وشتم کا نشانہ بناتی ہو مگر وہ ان کے ساتھ یہ کام نہ

کرتے ہوں اورانہیں اس سے روک بھی نہ سکتے ہوں۔اس کی ایک دوسری تاویل بھی کی جاسکتی ہے اور وہ یہ کہ اس کا معنی یہ کیا جائے: تمہیں اس چیز سے کس نے روکا کہ تم علی (رضی اللہ عنہ) کی رائے اور اجتہاد کو غلط بتاؤ اور لوگوں کے سامنے ہماری رائے اور اجتہاد کے حسن کو واضح کرو (شرح صحیح مسلم ج ۱۵، ص ۱۷۵)۔ایک دفعہ جب ضرار ہمدانی نے معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی موجودگی میں حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کی تعریف وتوصیف کی جسے سن کر معاویہ (رضی اللہ عنہ) رونے لگے اور ضرار کی باتوں کی تصدیق کی تو ابوالعباس قرطبی نے اس کی تعلیق میں لکھا ہے: یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ معاویہ (رضی اللہ عنہ) حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کی فضیلت اور ان کے مقام ومرتبہ سے بخوبی آگاہ تھے۔جب صورت حال یہ ہے تو پھر ان کی طرف سے علی (رضی اللہ عنہ) کو صراحتاً سب وشتم کرنے کے حوالے سے ان کے بارے میں جو کچھ مروی ہے اس کا زیادہ تر حصہ جھوٹ اور غیر صحیح ہے۔اس میں سے سب سے زیادہ صحیح ان کا سعد بن ابی وقاص سے ان کا مذکورہ بالا ارشاد ہے۔مگر وہ سب شتم کے لیے صریح نہیں ہے۔وہ اس بارے میں محض ایک سوال تھا کہ ان کے لیے علی (رضی اللہ عنہ) کو سب وشتم دینے سے کون سی چیز مانع ہے؟ پھر جب معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے ان کا جواب سنا تو پرسکون ہو کر اپنا سر جھکا لیا اور سمجھ گئے کے حق حق دار کو ملا ہے (المفہم للقرطبی ج ۶ ص ۲۷۸)۔ڈاکٹر الزحیلی اپنی کتاب الصحب والآل میں رقمطراز ہیں: اس سے جو کچھ میں سمجھ سکا ہوں وہ یہ ہے کہ حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے سعد (رضی اللہ عنہ) سے یہ بات خوش طبعی کے انداز میں کی تھی جس سے مقصود حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے بعد فضائل سے آگاہی حاصل کرنا تھا۔اس لیے کہ معاویہ (رضی اللہ عنہ)

بڑے ذہین وفطین شخص تھے۔ اَپ لوگوں سے ان کے اندر کی باتیں معلوم کرنے کو پسند کرتے تھے۔ جب انہوں نے سعد (رضی اللہ عنہ) سے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں ان کا موقف معلوم کرنا چاہا تو ان سے اس انداز میں سوال کرنا مناسب سمجھا۔ ان کا یہ سوال ان کے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے اس سوال جیسا ہے کہ کیا آپ علی (رضی اللہ عنہ) کی ملت پر ہیں؟ اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا: میں نہ علی (رضی اللہ عنہ) کی ملت پر ہوں اور نہ عثمان (رضی اللہ عنہ) کی ملت پر۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملت پر ہوں (الابانۃ)۔ ظاہر ہے کہ معاویہ (رضی اللہ عنہ) کا حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے یہ سوال خوش طبعی کے انداز میں تھا، اسی طرح حضرت سعد (رضی اللہ عنہ) سے ان کا یہ قول بھی خوش طبعی کی قبیل سے تھا۔ رہا روافض کا یہ دعویٰ کہ معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے سعد (رضی اللہ عنہ) کو حکم دیا تھا کہ وہ علی (رضی اللہ عنہ) کو سب وشتم کیا کریں تو ان سے اس جیسی بات کا صدور ہرگز نہیں ہوسکتا (الانتصار للصحب والآل)۔ اس کے مانع کئی امور ہیں (سیدنا معاویہ بن ابوسفیان کی شخصیت): ما منعك ان تسبّ ابا تراب (مسلم مناقب علی) آپ کو ابوتراب سے ناراض ہونے سے کس چیز نے روک رکھا ہے۔ اس کے جواب میں حضرت سعد بن وقاص نے فضائل بیان کئے۔ سب کا معنی صرف گالی نہیں ہوتا بلکہ مخالفت اور ناراضگی بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر تبوک کے موقع پر فرمایا کل تم انشاء اللہ تبوک کے پانی کے چشمہ پر پہنچ جاؤ گے اور تم وہاں دن چڑھے پہنچو گے۔ تم میں سے جب کوئی اس چشمہ پر پہنچے اس کے پانی کو ہاتھ نہ لگائے یہاں تک کہ میں پہنچ جاؤں۔ ہم وہاں پہنچے تو وہاں ہم سے پہلے دو

اصحاب پہنچ چکے تھے اور چشمہ میں بس ذرہ سا پانی چمک رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں صاحبوں سے دریافت فرمائی کہ کیا تم دونوں نے اس پانی کو چھوا تھا۔ انہوں نے کہا ہاں (غالباً وہ بھول گئے تھے)۔ فَسَبَّهُمَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَ قَالَ لَهُمَا مَا شَاءَ اللهُ اَنْ يَّقُوْلَ۔ (مؤطا امام مالک، باب الجمع بین الصلاتین فی الحضر والسفر، حدیث ۳۹۵) اس پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں پر خفگی کا اظہار کیا اور جو کچھ اللہ کو منظور تھا وہ انہیں کہا۔ اب دیکھو یہاں سَبَّ گالی کے معنی میں نہیں ہے بلکہ ناراضگی اور تنبیہ کرنے کے معنی میں ہے اس لئے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہرگز کسی کو گالیاں نہیں دیتے تھے بلکہ دعائیں فرماتے تھے۔

علماء نے کہا کہ جو ایسی احادیث ہیں کہ اس کے ظاہری معنی کے ظاہری اعتبار سے صحابہ کی شان میں سوء ظن کا احتمال ہوتا ہے تو واجب ہے کہ ان احادیث کی تاویل کی جائے اور علماء نے کہا کہ ثقات سے ایسی کوئی روایت نہیں مگر اس کی تاویل ممکن ہے

(فتاوی عزیزی ص ۲۱۵)

شیخ قاسم بن نعیم الطائی لکھتے ہیں هذا شان علماءنا من اهل السنة والجماعة (اهل الحق) فانهم لايقبلون اى رواية تطعن فى شخص معاوية وان صح سندها لانها مخالفة لتعديل الله ورسوله فى سنة المطهرة (تحقیق البیان ص ۷۶)۔

ہمارے علماء اہل سنت و جماعت (اہل حق) کی یہ شان ہے کہ وہ ایسی روایت کو قبول نہیں کرتے جس میں حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی شخصیت میں طعن کیا جائے اگرچہ اس کی سند صحیح ہو کیونکہ وہ سنت مطہرہ میں اللہ اور اس کے رسول کی تعدیل کے

خلاف ہے۔

مشاجرات صحابہ (رضی اللہ عنہ) کی بنیاد خطاء اجتہادی تھی

اجتہادی مسائل میں ہر فریق اپنے آپ کو حق پر سمجھتا ہے اور اپنی بات کی تاویل کرتا ہے اور صحابہ اکرام کے درمیان جو مشاجرات ہوئے وہ خطاء اجتہادی کی بنا پر ہوئے۔ مثلاً جنگ جمل، جنگ صفین وہ حصول خلافت کی خاطر نہیں تھیں، بلکہ خطائے اجتہادی کی بناء پر ہوئیں تھیں۔

علامہ سعد الدین تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ لکھتے ہیں وَمَا وَقَعَ مِنَ الْمُخَالَفَاتِ بَيْنَ عَلِيٍّ وَمُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا وَالْمُحَارَبَاتِ۔ لَمْ يَكُنْ عَنْ نِزَاعٍ فِيْ خِلَافَتِهٖ بَلْ خَطَأً فِي الْاِجْتِهَادِ (المجموعۃ السنیۃ علی شرح العقائد النسفیۃ ص ۵۸۲)۔ اور جو اختلافات اور لڑائیاں واقع ہوئی ہیں حضرت علی (رضی اللہ عنہ) اور حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے درمیان تو وہ ان کی خلافت کے بارے میں جھگڑے کی وجہ سے نہیں بلکہ اجتہادی خطا کی وجہ سے ہوئیں۔

علامہ شمس الدین احمد خیالی (متوفی ۸۶۱ھ) لکھتے ہیں فَاِنَّ مَعَاوِيَةَ وَاَحْزَابَهٗ بَغَوْا عَنْ طَاعَتِهٖ مَعَ اِعْتِرَافِهِمْ بِاَنَّهٗ اَفْضَلُ اَهْلِ زَمَانِهٖ وَاَنَّهُ الْاَحَقُّ بِالْاِمَامَةِ مِنْهُ بِشُبْهَةٍ هِيَ تَرْكُ الْقِصَاصِ عَنْ قَتَلَةِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ۔ (حاشیہ خیالی علی شرح العقائد النسفیہ ص ۱۴۴) تو بے شک حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) اور ان کی جماعت نے حضرت علی کی اطاعت سے بغاوت کی ان کے اعتراف کرنے اور ماننے کے باوجود حضرت علی اپنے زمانے والوں میں سے سب سے افضل ہیں۔ اور وہی زیادہ امامت

وخلافت کے لائق ہیں۔ ان کی طرف سے ایک شبہ ہوا ہے۔ وہ قصاص کو حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کے قاتلوں سے نہ لینا اور چھوڑ دینا تھا۔

علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی (متوفی ۱۰۶۷ھ) حاشیہ خیالی پر لکھتے ہیں و ظن ان تأخیر أمرهم مع عظم جنايتهم يوجب الاغراء بالائمة و تعرض الدماء للسفك و ظن علی رضی الله عنه ان تسليم قتلة عثمان مع كثرة عشائرهم و اختلاطهم بالعسكر يؤدى الى اضطرار أمر الامامة لا يكون اصوب فى بدايتها فرأى التاخير اصوب به حتماً (حشیہ عبدالحکیم سیالکوٹی علی الخیالی، ص ۱۴۵)۔

علامہ رمضان افندی (متوفی ۹۷۹ھ) لکھتے ہیں اَیْ فِیْ اِسْتِخْرَاجِ الْمَسْئَلَةِ وَهُوَ تَرْكُ الْقِصَاصِ مِنْ قَتَلَةِ عُثْمَانِ قَالَ عَلِيٌ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِخْوَانُنَا بَغَوْا عَلَيْنَا وَلَيْسُوْ كُفَّارًا (الحاشیۃ رمضان افندی ص ۲۹۶)۔ یعنی مسئلہ نکالنے میں خطا ہوئی ہے اور وہ عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) کے قاتلوں سے قصاص نہ لینا تھا حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا ہمارے بھائیوں نے ہم پر بغاوت اور سرکشی کی ہے وہ کافر نہیں ہیں۔

شارح ھدایہ امام کمال الدین ابن ھمام حنفی متوفی ۸۹۱ھ لکھتے ہیں وَمَا جَرٰى بَيْنَ مُعَاوِيَةَ وَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَ مَبْنِيًا عَلَى الْاِجْتِهَادِ لَا مُنَازَعَةَ مِنْ مُعَاوِيَةَ فِي الْاِمَامَةِ (المسایرۃ، ص ۳۱۲)۔ حضرت معاویہ اور حضرت علی (رضی اللہ عنہما) کے درمیان جو واقعات پیش آئے ان کی بنا اجتھاد پر تھی اور حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کی امامت (خلافت) کے بارے میں حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی طرف سے کوئی تنازعہ نہیں تھا۔ اسی لئے مولانا حالی متوفی ۱۹۳۵ء لکھتے ہیں:

اگر اختلاف ان میں باہم دگر تھا — تو بالکل مدار اس کا اخلاص پر تھا
جھگڑے تھے لیکن نہ جھگڑوں میں شر تھا — خلاف آشتی سے خوش آیندہ تر تھا

(مسدس حالی ص ۳۳)

خطا کی دو قسمیں

بعض حضرات خطائے اجتہادی کو خطائے منکر قرار دیتے ہیں جیسا کہ بہار شریعت (کتاب خلافت وملوکت کتاب، نام ونسب، اور کتاب غوث اعظم میں مرقوم ہے)۔

قاضی محمد برخوردار ملتانی محشی نبراس لکھتے ہیں کہ میں نے بھی موقعہ پا کر عرض کی۔ کہ امیر معاویہ کی حرب بعلے المرتضےٰ کو چند علمانے خطا اجتہادی سے تعبیر کیا ہے۔ اور چند علماء عظام اور صوفیہ کرام نے خطا منکر کہا ہے۔ اس وقت سلسلۃ الذہب عارف جامی میرے پاس تھی۔ میں نے وہ کھول کر پیش کی۔ اور دو شعر پڑھے

وان خلافیکہ داشت با حیدرؓ — در خلاوت صحابۂ دیگر
حق در انجا بدست حیدرؓ بود — جنگ با او خطائے منکر بود

سوال یہ ہوا کہ کیا خطا اجتہادی اور خطا منکر مترادف ہیں۔ جن کا مفہوم ایک ہے۔ یا وہ جدا جدا ہیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ تو بہ ان دونوں میں بون بعید ہے۔ خطا اجتہادی میں نیت بخیر ہوتی ہے۔ اور خطا منکر میں نیت بد ہوتی ہے استفسار کیا گیا۔ کہ اب دونوں اقوالوں میں تعارض ہو گیا۔ حق کس کو سمجھا جائے۔ جواب فرمایا کہ حق تو عارف جامی نے لکھا ہے۔ (غوث اعظم وتذکرہ مشائخ سادات قادریہ ص ۱۷۳)۔

حضرت سید پیر مہر علی شاہ رحمہ اللہ متوفی ۲۹ صفر ۱۳۵۶ھ ۱۱ مئی ۱۹۳۷ء کی تالیفات میں خطائے منکر کا ذکر راقم السطور کی ناقص نظر سے نہیں گزرا۔ واللہ اعلم۔

مولانا جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

جمعے از بیعتش ابا کردند | وند اں سرکشی خطاء کردند

ترجمہ: ایک جماعت نے حضرت علی کی بیعت سے انکار کیا اور اس (جماعت) نے سرکشی میں خطا کی۔

وآن خلافی کہ داشت با حیدر | در خلافت صحابی دیگر

حق در آنجا بدست حیدر بود | جنگ با او خطائے منکر بود

(اعتقاد نامہ ص ۲۷)

اور وہ دوسرا اصحابی جو سلسلہ خلافت حضرت علی سے اختلاف رکھتا تھا (یعنی جناب معاویہ) اس وقت حق علی المرتضیٰ کی طرف تھا اور ان سے جنگ کرنا خطائے منکر تھا یعنی نا پسندیدہ خطا تھی۔

صدر الشریعت مفتی محمد امجد علی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۱۳۹۷ھ لکھتے ہیں وہ (خطا) دو قسم ہے خطا مقرر کہ اس کے صاحب پر انکار نہ ہوگا یہ وہ خطا اجتہادی ہے جس سے دین میں کوئی فتنہ نہ پیدا ہوتا ہو جیسے ہمارے نزدیک مقتدی کا امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا۔

دوسری خطا منکر یہ وہ خطاء اجتہادی ہے جس کے صاحب پر انکار کیا جائے گا کہ اس کی خطا باعث فتنہ ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ کا حضرت سیدنا امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے خلاف اسی قسم کی خطا کا تھا اور فیصلہ وہ جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مولیٰ علی کی ڈگری (تائید) اور امیر معاویہ کی مغفرت رضی اللہ تعالیٰ عنہم

اجمعین۔ (بہارشریعت حصہ اول ص ۲۵۶)

خطاء اجتہادی کے سوا کچھ نہیں کہنا چاہئیے

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی متوفی ۱۰۳۴ھ ان اشعار پر تبصرہ فرماتے ہیں وخدمت مولانا عبدالرحمٰن الجامی کہ خطا منکر گفتہ است نیز زیادۃ کردہ است برخطا ہرچہ زیادت کند خطا است کہ وآنچہ بعد ازاں گفتہ است کہ اگراو مستحق لعنت است۔۔۔الخ نیز نامناسب گفتہ است چہ جائے تردید است؟ وچہ محل اشتباہ؟ اگر ایں سخن درباب یزیدی گفت گنجایش داشت امادر مادۂ حضرت معاویہ گفتن شناعت دارد ودر احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم با باسنادِ ثقات آمدہ کہ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام درحق معاویہ دعا کردہ اندوفرمودہ اند اَللّٰھُمَّ عَلِّمْہُ الْکِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِہِ الْعَذَابَ وجائے دیگر دردعا فرمودہ اند اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ ھَادِیًا وَمَھْدِیًا وہ دعاء آنحضرت مقبول ظاہراً ایں سخن از مولانا برسبیل سہو ونسیان سر برزدہ باشد وایضاً مولانا درہمان ابیات تصریح باسم نا کردہ گفتہ است آن صحابی دیگر ایں عبارت نیز از ناخوشی خبر میدہد رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِیْنَا اَوْ اَخْطَانَا۔ (مکتوب دفتر اول ۲۵۱) مولانا عبدالرحمن جامی نے حضرت معاویہ کے بارے میں خطائے اجتہادی کو خطائے منکر کہہ کر زیادتی کی ہے، خطا پر جو زیادتی کی جائے گی خطا ہوگی، پھر اس کے بعد جو مولانا جامی نے کہا ہے اگر وہ مستحق لعنت ہے۔۔۔الخ یہ بات بھی نامناسب کہی ہے یہ تردید کا کون سا مقام تھا؟ اور اس میں اشتباہ کا کون سا محل تھا اگر یہ بات یزید کے حق میں کہی جاتی تو البتہ گنجائش تھی لیکن سیدنا معاویہ کے بارے میں ایسا کہنا نہایت گھناؤنی بات ہے۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ثقہ راویوں کی سند سے آیا ہے کہ

آنحضرت ﷺ نے حضرت معاویہ کے حق میں یہ دعا فرمائی: اے اللہ! معاویہ کو کتاب وحساب کا علم عطا فرما اور عذاب سے بچا۔ دوسرے موقع پر یہ دعا فرمائی اے اللہ ان کو ہادی ومہدی بنادے۔ اور آنحضرت ﷺ کی دعا قبول ومنشور ہے۔ ان تمام باتوں کی موجودگی میں معلوم ہوتا ہے کہ مولانا جامی سے یہ قول سہو ونسیان کی بدولت نکل گیا ہے، نیز ان اشعار میں مولانا جامی نے نام کی تصریح نہیں کی بلکہ یہ کہا ہے اے دوسرے صحابی۔ اس عبارت سے بھی (صحابہ سے) ناخوشی کی بو آتی ہے، اس لیے ہم یہی دعا کرتے ہیں: اے اللہ! ہماری خطا ونسیان پر مواخذہ نہ فرما۔ (آمین!)

معلوم ہوا کہ خطائے اجتہادی سے کچھ بھی زیادہ نہیں کہنا چاہیئے اس لئے امام ربانی علیہ الرحمۃ نے خطا کے ساتھ لفظ منکر کو ناپسند فرمایا ہے۔

حضرت سیدنا علی المرتضی (رضی اللہ عنہ) حق پر تھے

علم الھدی امام ابو منصور محمد ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں فان علیا رضی للہ عنہ قاتل الفئۃ الباغیۃ بالسیف ومعہ کبراء الصحابۃ واھل البدر (رضی اللہ عنہ) وکان ھو محقا فیٔ قتالہ ایاھم (تاویلات القرآن ج ۱۴ ص ۶۹) اور بیشک حضرت علی نے تلوار کے ساتھ باغی گروہ سے جنگ کی تھی اور حالانکہ بڑے بڑے صحابہ اور اھل بدر ان کے ساتھ تھے اور حضرت علی اپنے قتال میں ان سے حق پر تھے۔ امام قاضی صدر الاسلام ابو الیسر محمد بزدوی ماتریدی متوفی ۴۹۳ھ فرماتے ہیں قال اھل السنۃ والجماعۃ ان معاویۃ حال حیاۃ علی (رضی اللہ عنہما) لم یکن اماما بل کان الامام والخلیفۃ علی وکان علی علی الحق ومعاویۃ علی الباطل الا انہ کان

متاولا فیما یفعل وما خرج عن الایمان بمافعل بل کان مسلما۔ و کذلك من کان معه من اتباعه لم یکفروا بمخالفة علی وقتالهم معه۔ ۔ و الدلیل علیٰ ان معاویة کان غیر محق قوله علیه السلام لعمّار بن یاسر تقتلك الفئة الباغیة و قتله قوم معاویة۔ (اصول الدین للبزدوی ص ۲۰۳)

ترجمہ: اہل سنت وجماعت نے فرمایا ہے کہ بے شک حضرت معاویہ حضرت علی رضی اللہ عنہما کی زندگی کی حالت میں امام اور خلیفہ نہیں تھے بلکہ امام اور خلیفہ حضرت علی ہی تھے۔ اور حضرت علی حق پر تھے اور حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) خطا پر تھے مگر بے شک حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) اپنے کاموں میں تاویل کرتے تھے۔اور جو کچھ انہوں نے کیا ہے اس کی وجہ سے وہ ایمان سے خارج نہیں ہوئے بلکہ مسلمان ہیں اور اسی طرح وہ جو ان کے ساتھ تھے ان کی پیروی کرنے والوں میں سے وہ حضرت علی کی مخالفت کرنے اور حضرت علی سے لڑنے کی وجہ سے کافر نہیں ہوئے۔ ۔ ۔اور دلیل اس پر یہ کہ حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) خطا پر تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے حضرت عمار بن یاسر کے لئے کہ تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا تو حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے لوگوں نے حضرت عمار کو قتل کیا تھا (جو باغی قسم کے لوگ حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی جماعت میں گھس گئے تھے انہوں نے حضرت عمار بن یاسر کو شہید کیا تھا۔واللہ اعلم)۔

امام ابوالمعین میمون نسفی الماتریدی (متوفی ۵۰۸ھ) لکھتے ہیں لا ارتیاب لاحد له من العلم حظ فی تفاوت ما بین علی ومعاویة (رضی الله عنهما) فی الفضل والعلم والشجاعة والغناء والسابقة فی الاسلام و اذا کان الامر

كذلك كان خطاء معاوية ظاهرا الا انه فعل ما فعل ايضا عن تاويل فلم يصر به فاسقا (تبصرۃ الادلۃ ج ۲ ص ۱۱۷۲) یعنی حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان کوئی برابری نہیں ہوسکتی اس لئے کہ حضرت علی علم و فضل شجاعت و بہادری میں افضل ہے اور سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں سے تھے، جب یہ معاملہ اس طرح تھا، تو حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) ظاہرا خطا پر تھے مگر کیا جو کیا وہ تاویل کی بنا پر تھا تو ایسا کرنے سے وہ فاسق نہیں ہوئے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی ۱۰۳۴ھ لکھتے ہیں اور ان لڑائی جھگڑوں کو جو ان کے درمیان واقع ہوئے ہیں نیک محمل پر محمول کرنا چاہیئے اور ہوا و تعصب سے دور سمجھنا چاہیئے کیونکہ وہ مخالفتیں تاویل و اجتہاد پر مبنی تھیں نہ ہوا و ہوس پر۔ یہی اہل سنت کا مذھب ہے۔ لیکن جاننا چاہیئے کہ حضرت امیر کرم اللہ وجھہ کے ساتھ لڑائی کرنے والے خطا پر تھے اور حق حضرت امیر (رضی اللہ عنہ) کی طرف تھا لیکن چونکہ یہ خطا خطائے اجتہادی کی طرح تھی۔ اس لئے ملامت سے دور ہے اور اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے جیسے کہ شارح مواقف آمدی سے نقل کرتا ہے کہ جمل و صفین کے واقعات اجتہاد سے ہوئے ہیں۔

اور شیخ ابوشکور سلمی نے تمہید میں تصریح کی کہ اہل سنت و جماعت اس بات پر ہیں کہ معاویہ (رضی اللہ عنہ) ان کے تمام اصحاب جو ان کے ہمراہ تھے سب خطا پر تھے۔ لیکن ان کی خطا اجتہادی تھی اور شیخ ابن حجر نے صواعق میں کہا ہے کہ حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) اور امیر کے درمیان جھگڑے از روئے اجتہاد کے ہوئے ہیں اور اس قول کو اہل سنت کے معتقدات (عقائد) سے فرمایا ہے۔

شارح مواقف نے جو کہا کہ ہمارے بہت سے اصحاب اس بات پر ہیں کہ و
منازعات از روئے اجتہاد کے نہیں ہوئے۔ معلوم نہیں اصحاب سے ان کی مراد کونسا گرو
ہے جبکہ اہل سنت اس کے برخلاف حکم دیتے ہیں جیسے کہ گذر چکا ہے اور قوم کی کتابیں
خطائے اجتہادی سے بھری پڑی ہیں جیسا کہ امام غزالی اور قاضی ابوبکر باقلانی وغیرہ نے
تصریح کی ہے۔ تو حضرت امیر (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ لڑائی کرنے والوں کے حق میں
فسق وضلال کا گمان بھی جائز نہیں (مکتوب نمبر ۲۵۱، دفتر اول)

شیخ احمد فاروقی سرہندی (متوفی ۱۰۳۴ھ) فرماتے ہیں کہ امام غزالی رحمۃ اللہ
علیہ نے تصریح کی ہے کہ وہ جھگڑا امر خلافت پر نہیں ہوا۔ بلکہ قصاص کے پورا کرنے کے
لیے حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدا میں ہوا ہے۔ اور شیخ ابن حجر نے بھی اس
بات کو اہل سنت کے متقدات سے کہا ہے۔ اور شیخ ابوشکور سلمی رحمۃ اللہ علیہ نے جو بزرگ
علمائے حنفیہ میں سے ہیں کہا ہے کہ حضرت معاویہ اور حضرت امیر رضی اللہ عنہما کے درمیان
جھگڑے خلافت کے بارہ میں ہوئے ہیں۔ کیونکہ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا کہ اِذَا مَلَکْتَ النَّاسَ فَارْفِقْ بِهِمْ جب تم
لوگوں کا مالک بنے تو ان کے ساتھ نرمی کر۔ شاید اس بات سے معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت
کا طمع پیدا ہو گیا ہو لیکن وہ اس اجتہاد میں خطا پر تھے اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ حق پر
کیونکہ ان کی خلافت کا وقت حضرت امیر کی خلافت کے بعد تھا۔ اور ان دونوں قولوں کے
درمیان موافقت اس طرح پر ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اس منازعت کا منشا قصاص کی تاخیر ہو۔
اور پھر خلافت کا طمع بھی پیدا ہو گیا ہو۔ بہر تقدیر اجتہاد اپنے محل میں واقع ہوا ہے۔ اگر خطا

پر ہے تو ایک درجہ اور حق والے کے لیے دو درجے بلکہ دس درجے۔

(مکتوبات دفتر اول مکتوب ۲۵۱)

بعض نے لکھا ہے اہل السنۃ والجماعۃ کا مسلک ہے کہ سیدنا علی (رضی اللہ عنہ) (رضی اللہ عنہ) اور سیدنا معاویہ (رضی اللہ عنہ) دونوں حق پر تھے اور دونوں سے خطائے اجتہادی سرزد ہوئی۔ سید معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے یہ خطا ہوئی کہ انہوں نے قاتلان عثمان (رضی اللہ عنہ) کا معاملہ اپنے ہاتھ میں لیا اور سیدنا علی (رضی اللہ عنہ) سے یہ خطا ہوئی کہ انہوں نے باوجود قدرت کے قاتلان عثمان (رضی اللہ عنہ) سے قصاص نہ لیا بلکہ ان کو بڑے بڑے عہدے دیئے۔ اور اس خطا کا ذکر سید ابوالاعلیٰ مودودی نے خلافت و ملوکیت کے ص ۱۴۶ پر بھی کیا ہے (سیرت امیر معاویہ، ص ۳۵۶، از پروفیسر حافظ اظہر محمود)

جمہور اہل سنت کا مسلک راجح یہ ہے کہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) حق پر تھے اور ان کے مخالف خطائے اجتہادی کے مرتکب ہوئے۔

شیخ احمد فاروقی سرہندی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: اہل سنت وجماعت کے علماء رضی اللہ عنہم کا متفقہ عقیدہ ہے کہ ان جھگڑوں میں حق بجانب حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت امیر سے لڑنے والے خطا پر تھے لیکن یہ خطا جس کا نشا اجتہاد ہے طعن وملامت سے دور ہے۔ مقصود حقیت جانب امیر ہے اور خطا بجانب مخالف امیر کہ اہل سنت اس کے قائل ہیں اور مخالف کو لعن طعن کرنا زیادتی ہے اور بے فائدہ ہے۔ (مکتوبات دفتر سوم مکتوب ۲۴)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۰۵۲ ھ) لکھتے ہیں کہ علماء سنت کا مسلک ہے کہ حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے تمام مجادلات حضرت علی (رضی اللہ عنہ) امام برحق

وخلیفہ مطلق کے خلاف بغاوت وخروج پر محمول کئے جائیں جیسے حدیث عمار بن یاسر میں جو تواتر کے ساتھ شہرت رکھتی ہے آیا ہے تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ وَ يَدْعُوْنَكَ اِلَى النَّارِ۔ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ معاملہ موجب کفر اور مستوجب لعنت نہیں تھا۔ سلف صالحین اور علماء مجتہدین سے کسی نے بھی حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) پر لعنت نہیں بھیجی۔ حقیقت یہ ہے کہ علماء اہل سنت کی عادت ہے کہ وہ لعن وطعن سے کنارہ کشی کرتے ہیں۔ المؤمن لیس بلعان۔ لعنت کسی بھی شخص کے لئے زیبا نہیں خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ کیا معلوم ہے کہ عاقبت کار ایمان وسعادت کی دولت لے کر گیا ہو۔ مگر جس کی موت یقین سے معلوم ہو کہ کفر پر ہوئی ہے اسے کافر کہا جا سکتا ہے

(تکمیل الایمان اردو ص ۱۷۸، فارسی ص ۱۷۱)

علامہ عبد العزیز پرھاروی متوفی ۱۲۳۹ھ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ قَالَ اَهْلُ السُّنَّةِ كَانَ الْحَقُّ مَعَ عَلِى رَضِىَ اللهُ عَنْهُ وَاِنَّ مَنْ حَارَبَهُ مُخْطِئٌ فِى الْاِجْتِهَادِ فَهُوَ مَعْذُوْرٌ وَ اِنَّ كُلًّا مِنَ الْفَرِيْقَيْنِ عَادِلٌ صَالِحٌ وَ لَا يَجُوْزُ الطَّعْنُ فِىْ اَحَدٍ مِّنْهُمْ لِلْاَحَادِيْثِ الْمَشْهُوْرَةِ فِىْ مَدْحِ الصَّحَابَةِ رضى الله عنهم وَ النَّهْىُ عَنْ سَبِّهِمْ وَ هٰذَا هُوَا الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ (نبراس، ص ۵۰۳)

ترجمہ: اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ ان جنگوں میں حق جناب علی (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ تھا اور جنہوں نے ان کے ساتھ جنگ کی ان کو اجتہادی غلطی واقع ہوئی لھذا یہ لوگ معذور ہیں اور دونوں فریق نیک اور عادل ہیں۔ ان میں سے کسی کے بارے میں طعن وتشنیع جائز نہیں اس لئے کہ مدح صحابہ (رضی اللہ عنہ) میں مشہور احادیث وارد ہوئی ہیں۔

اسی طرح احادیث کے اندر صحابہ (رضی اللہ عنہ) کو بُرا کہنے سے منع کیا گیا ہے۔ یہی مذھب حق ہے، پس حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے۔

علامہ یوسف نبھانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں ہم اہل سنت کے نزدیک حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) ان صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی مانند ہیں جنہوں نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے خلاف خروج کیا اور یہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) اپنے اس طرز عمل میں مجتہد تھے۔ ہمارا نکتہ نگاہ یہ ہے کہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) اس معاملہ میں مصیب اور ان کی مخالفین مخطی تھے اور مجتہد کو ہر فعل اجتھاد پر ثواب ملتا ہے، خطاء پر گناہ نہیں ہوتا۔ مصیب مجتہد کو دس نیکیاں ملتی ہیں جبکہ مخطی کو ایک نیکی (ہم کہتے ہیں کہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے خلاف خروج کرنے والوں کی نیتیں صحیح اور صاف تھیں) کیونکہ وہ قاتلین عثمان (رضی اللہ عنہ) سے قصاص (بدلہ) لینے کا قصد رکھتے تھے۔ ان کی نظر میں یہ فعل شرع شریف اور مصلحت امت کے موافق تھا تا کہ فاسق و فاجر لوگوں کو نیک حکمرانوں کے خلاف اقدام کی جرأت نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اس خروج و بغاوت سے ان کی عدالت اور خدا خوفی میں خلل نہ پڑا اور نہ ان سے دینی روایات لینے میں حرج واقع ہوا۔

فرض کرو کہ بعض صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) مثلاً حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے (جیسا کہ شیعہ اور بعض غلط کار لوگ جھوٹی تاریخی روایات کے مطالعہ کی بنا پر کہتے ہیں) حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے نفسانی اعتراض اور دنیاوی خواہشات کی وجہ سے جنگ کی۔ تو ہم اس کے جواب میں بطور جدل و مناظرہ تسلیم کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہاں ایسا ممکن ہے کیونکہ وہ معصوم نہیں، انسان ہیں (اور انسان سے خطاء کا امکان رہتا ہے) مگر

اتنی بات سے وہ کافر نہیں ہو جاتے صرف خطاء کار قرار پاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ بخش دینے والا مہربان ہے۔

دوسری طرف خدمت دین میں ان کی نیکیاں بے حد و حساب ہیں۔ ان کو شرف صحابیت کا اعزاز حاصل ہے، انہوں نے حضور کی معیت و رفاقت میں جہاد کیا، خلفائے راشدین کے عہد خلافت میں بلاد شام کی حفاظت و حراست فرمائی، پھر جب مستقل حکمران بنے تو جنگوں اور جہادی کاموں میں مشغول رہے اور بہت سے علاقے فتح کئے تا آنکہ ان کی فوجیں قسطنطنیہ کے دروازے پر دستک دینے لگیں۔

تمہارا کیا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کرم و عدل کے باوجود ان کی ایک خطاء پر ان کی تمام نیکیاں ضائع کر دے گا اور ان کی قدردانی نہ فرمائے گا حالانکہ اس کا ارشاد پاک ہے

اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ بے شک نیکیاں بدیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے۔

اِتْبِعِ السَّیِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا بدی کے پیچھے نیکی کر، یہ اسے مٹا دے گی

اس لئے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ انصاف سے کام لیتے ہوئے اس بات کا اعتقاد رکھے کہ اگرچہ حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے جنگ کر کے خطاء کے مرتکب ہوئے مگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لا کر شرف صحابیت سے مشرف ہو کر اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے راشدین (رضی اللہ عنہم) کی معیت میں جہاد کر کے بہت بڑی نیکی سے سرفراز ہوئے

(کمالات اصحاب رسول، ص ۱۴۲)

باب ششم

حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی حکومت وسلطنت کی پیشینگوئی

کتاب الفتن والملاحم میں علامہ نعیم بن حماد (محمد بن فضیل، سری بن اسماعیل عامر، شعبی سفیان بن عیینہ، حسن بن علی) حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ اختتام دنیا سے قبل امت مسلمہ کا اتفاق امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی حکومت پر ہوگا۔ امام بیہقی حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مدینہ منورہ میں خلافت ہوگی اور شام میں حکومت اور سلطنت (البدایہ والنھایہ ج ۶ ص ۲۲۱)۔ یہ چند سال امت کا اتفاق رہا لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد پھر امت افتراق کا شکار ہوگئی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو نصیحت فرمانا

راشد بن سعد دارمی، امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا (اِنَّكَ اِنِ اتَّبَعتَ عَورَاتِ النَّاسِ اَفسَدتَهُم)

قَالَ اَبُو الدَّردَاء: كَلِمَة سَمِعَهَا مُعَاوِيَةُ مِن رَسُولِ اللهِ ﷺ فَنَفَعَهُ اللهُ بِهَا

(اے معاویہ رضی اللہ عنہ! اگر تو لوگوں کے مخفی عیوب کی ٹوہ میں لگا رہا تو رعایا کو خراب اور اس کا اعتماد کھو بیٹھے گا) حضرت ابو درداء (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک بات سنی جوان کو مفید رہی۔

(البدایہ والنھایہ، ج ۸، ص ۲۲)

حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی کہ امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ)

پانی کا لوٹا لے کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے ہوئے۔ آپ نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا یَا مُعٰوِیَۃُ اِنْ وُلِّیتَ اَمْرًا فَاتَّقِ اللّٰہَ وَاعْدِلْ۔ اے معاویہ رضی اللہ عنہ! اگر حکومت ملے تو خدا ترسی سے کام لینا اور انصاف کرنا۔ حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بات سن کر یقین ہو گیا کہ سلطنت سے میری آزمائش ہو گی (البدایہ والنھایہ، ج ۸، ص ۲۲، ۱۴۰۰)۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِذَا مَلَکْتَ فَاَحْسِنْ جب تمہیں خلافت عطا کی جائے تو اسے اچھے طریقہ سے سر انجام دو۔ ایک اور حدیث پاک میں آیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اس دن سے خلافت حاصل کرنے کے درپے تھا جس دن سے میں نے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا کہ خلافت اور امارت کے وقت اللہ سے ڈرنا ہو گا اور عدل وانصاف سے کام لینا ہو گا۔ جب مجھے امارت ملی تو سب سے پہلے سیدنا عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) نے اپنے دور خلافت میں شام کا امیر مقرر کیا تھا۔ میں حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت کے دوران امارت شام پر متعین رہا۔ پھر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک معاہدے کی رو سے مجھے خلافت عطا فرما دی۔ اسی حدیث پاک کو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ اس کی سند صحیح ہے (المعاویہ ص ۱۱۵)۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو جو سلطنت حاصل ہوئی وہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیشینگوئی کے مطابق تھی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ اسلام لانے کے بعد ہر وقت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں رہتے ہیں اور وضوء کے لئے پانی کا لوٹا اٹھا کر پیچھے چلتے تھے۔

خلفاءِ راشدین کے دور میں حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) شام کے امیر رہے

جب حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) نے شام کی جانب لشکر روانہ فرمایا تو حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) بھی اپنے بھائی یزید ابن ابوسفیان کے ہمراہ ملک شام چلے گئے تھے اور وہیں مقیم رہے۔ جب یزید ابوسفیان کا انتقال ہو گیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی جگہ ان کو دمشق کا حاکم بنا دیا۔ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی اپنے اپنے زمانہ خلافت میں حاکم دمشق ہی رہنے دیا۔ آخر کار بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کو تمام مملکت شام کا امیر بنا دیا گیا جہاں آپ بیس سال تک بحیثیت گورنر و حاکم رہے اور پھر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دستبرداری کے بعد بیس سال تک حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) خلیفہ حکمران رہے

(تاریخ الخلفاء)

آپ مسلمانوں کے پہلے بڑی خوبیوں والے بادشاہ تھے اور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تھے۔ اس لئے ان کے کارناموں کا ذکر کرنا چاہیے۔ روافض کی مخالفت سے مرعوب ہو کر ان کا ذکر خیر کرنے سے گریز نہیں کرنا چاہیے اور جو ان کا ذکر کرتا ہے تو اس پر خوارج و نواصب کے فتوے لگائے جاتے ہیں حالانکہ خوارج تو حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) اور ان کی جماعت کے دشمن تھے۔ انہوں نے آپ کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا تھا جس میں وہ کامیاب نہ ہو سکے۔

حضرت علی کی شہادت، حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت اور دست برداری

جب سترہ رمضان چالیس ۴۰ھ ہجری کو عبدالرحمن بن ملجم خارجی نے حضرت علی

رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ ہو گئے۔ پھر آپ نے دیکھا کہ ایک گروہ آپ کی طرف تھا اور ایک گروہ حضرت معاویہ کی طرف تھا، تو آپ نے مناسب سمجھا کہ مسلمانوں کی وحدت قائم رکھنے کے لئے اور ان کے درمیان خون ریزی سے بچنے کے لئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دست بردار ہو جائے۔ سو آپ نے پانچ ربیع الاول ۴۱ھ کو خلافت حضرت معاویہ کے حوالے کر دی۔ اور اس سال کا نام عام الجماعت رکھا گیا ہے اور یہ وہی چیز ہے جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی تھی کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت حسن کے سبب سے اللہ تعالیٰ دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرا دے۔ (نعمۃ الباری ج ۵ ص ۵۳۰، عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۸۲)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے دست اقدس پر بیعت کرنیوالے سب سے اول قیس بن سعد بن عبادہ جو آذر بائیجان کے حاکم تھے (سیرت امیر المومنین ص ۱۷۲) اس کے بعد تمام اہل عراق نے بیعت کی اور رمضان ۴۰ھ میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مدت چھ ماہ سات یا آٹھ ماہ تھی اور خلافت راشدہ کا تتمہ اور مکمل کرنے والی تھی اس خلافت راشدہ کی مدت کو جس کی خبر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی تھی کہ اس کی مدت تیس برس ہو گی پھر بادشاہی ہو جائے گی۔

بلا شبہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اَلْخِلَافَةُ فِیْ اُمَّتِیْ ثَلَاثُوْنَ سَنَةً ثُمَّ مُلْكاً بَعْدَ ذَالِكَ (سنن ترمزی)۔ کہ میری امت میں خلافت تیس سال ہو گی پھر اس کے بعد بادشاہی ربیع الاول ۴۱ھ میں خلافت حضرت معاویہ کے سپرد کر دی تھی

(سیرت امیر المومنین ص ... تاریخ الخلفاء الراشدین ص ۱۸۱)

حضرت حسن مجتبیٰ اور حضرت امیر معاویہؓ کی صلح

حضرت ابوسعید حسن بصریؒ (متوفی ۱۱۰ھ) فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم حضرت حسن بن علیؓ حضرت امیر معاویہؓ کے مقابلے میں پہاڑوں کے مثل فوجیں لے کر آئے تو عمرو بن العاصؓ (حضرت امیر معاویہؓ کے مشیر خاص) نے کہا میں تو یہ فوجیں ایسی دیکھ رہا ہوں کہ جب تک اپنے مقابل کو قتل نہ کرلیں گی پیٹھ نہ پھیریں گی یہ سن کر حضرت امیر معاویہؓ نے (جواباً) عمرو بن العاص سے کہا اور امیر معاویہؓ ان دونوں سے بہتر تھے (وَکَانَ وَاللّٰہِ خَیْرُ الرَّجُلَیْنِ، یہ بطور جملہ معترضہ حسن بصری کا کلام ہے)۔ یعنی امیر معاویہؓ اور عمرو بن عاص دونوں میں حضرت امیر معاویہؓ بہتر ہیں۔۔ اے عمرو اگر ان لوگوں نے ان لوگوں کو اور ان لوگوں نے ان لوگوں کو قتل کر دیا (یعنی اگر ہمارے لشکر نے ان کے لشکر کو یا ان کے لشکر نے ہمارے لشکر کو قتل کر دیا) تو لوگوں کے خون کا (عنداللہ) کون ذمہ دار ہوگا اور ان کی عورتوں اور بچوں کی خیر گیری (دیکھ بھال) کرنے والا میرے پاس کون ہوگا پھر امیر معاویہؓ نے قریش کے دو شخص جو بنی عبدالشمس کی اولاد میں سے تھے۔

عبدالرحمن بن سمرہ اور عبداللہ بن عامر کو حضرت امام حسنؓ کے پاس بھیجا اور کہا ان کے پاس جاؤ اور ان کے سامنے صلح پیش کرو اور ان سے بات کرو اور صلح کی طرف بلاؤ چنانچہ یہ دونوں آئے اور ان کے پاس گئے اور دونوں نے بات کی اور صلح کے طلبگار ہوئے اس پر حضرت امام حسن بن علیؓ نے دونوں سے فرمایا ہم عبدالمطلب کی اولاد ہیں ۔ہم نے (خلافت کی وجہ سے) یہ مال پایا (یعنی روپیہ پیسہ خرچ کرنے کی عادت ہوگئی

ہے اگر ہم خلافت چھوڑ دیں تو روپیہ کہاں سے آئے گا) اور یہ جماعت (جو ہمارے ساتھ ہے) خون ریزی پر طاق ہے (یعنی بغیر روپے دیئے ماننے والے نہیں) ان دونوں نے کہا بلاشبہ وہ (امیر معاویہؓ) آپ کی خدمت میں اتنا اور اتنا (مال) پیش کرتے ہیں اور صلح کے طالب ہیں آپ سے صلح کی درخواست کرتے ہیں۔ حضرت حسنؓ نے فرمایا اس کا کون ذمہ دار ہوگا؟ امام حسنؓ جو بھی سوال کرتے یہ دونوں یہی کہتے ہم لوگ آپ کے لئے اس کے ذمہ دار ہیں اگر حضرت امام حسنؓ نے حضرت امیر معاویہؓ سے صلح کر لی۔

حضرت حسن بصریؒ نے کہا میں نے حضرت ابوبکرؓ سے سنا وہ کہتے تھے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر دیکھا اور حضرت حسن بن علیؓ آپ کے پہلو میں تھے آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی امام حسنؓ کی طرف اور فرماتے، اِنَّ ابْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ وَلَعَلَّ اللهَ اَنْ یُّصْلِحَ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ، میرا یہ بیٹا سید ہے (یعنی مسلمانوں کا سردار ہے) اور اللہ تعالیٰ اسکے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائے گا (بخاری کتاب الصلح حدیث نمبر ۲۷۰۴) امام عبداللہ بخاری علیہ الرحمۃ نے کتاب الفتن میں اس واقع کو اختصار سے لکھا ہے۔ کہ حضرت حسن بصریؒ کا بیان ہے کہ جب حضرت حسن بن علیؓ فوج لے کر حضرت امیر معاویہؓ کی طرف بڑھے تو حضرت عمرو بن العاص نے حضرت امیر معاویہؓ سے کہا کہ میں ایسی فوج دیکھ رہا ہوں جو اس وقت تک نہیں ہٹے گی جب تک مقابل کی فوج کو بھگا نہ دے حضرت امیر معاویہؓ نے کہا کہ ان مسلمانوں کی اولاد کی حفاظت پھر کون کرے گا پس حضرت عبداللہ بن عامر اور حضرت عبدالرحمن بن سمرہ نے کہا کہ ہم ان (حضرت حسنؓ) سے مل کر صلح کے لئے کہتے ہیں۔

حضرت حسن بصریؒ کا بیان ہے کہ میں نے سنا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا

اِبْنِیْ هٰذَا سَیِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ یُّصْلِحَ بِهٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ کہ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دے رہے تھے تو حضرت حسنؓ آ گئے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

میرا یہ بیٹا سید (سردار) ہے اور شاید اس کے سبب سے اللہ تعالی دو مسلمانوں کی جماعتوں

میں صلح قرا دے (بخاری، کتاب الفتن حدیث ۷۱۰۹) اس صلح کے واقعہ میں ایک مالی شرط

کے سوا کوئی شرط مرکوز نہیں ہے۔ اور اس صلح کے موقع پر حضرت معاویہ نے حضرت حسن

رضی اللہ عنہ کو تین لاکھ روپے دیئے اور ایک ہزار کپڑے اور تیس غلام اور ایک سو اونٹ

دیئے اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما مدینہ کی طرف چلے گئے

(نعمۃ الباری ج ۱۵ ص ۱۰۱۹)

بعض لوگوں نے ایک اور شرط کا بھی ذکر کیا ہے کہ حضرت حسن (رضی اللہ عنہ)

نے حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) پر یہ شرط بھی عائد کی تھی کہ جناب معاویہ (رضی

اللہ عنہ) کے بعد حضرت حسن (رضی اللہ عنہ) خلیفہ ہوں گے۔ لیکن متقدمین مورخین

طبری۔ کامل ابن اثیر البدایہ والنھایہ میں یہ شرط وغیرہ مذکور نہیں اور خصوصا شیعہ کے قدیم تر

مؤرخین الدینوری، المسعودی اور یعقوبی وغیرہم نے جہاں شرائط صلح ذکر کی ہیں ان میں

اس شرط کا ذکر نہیں ۔۔۔ کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان مؤرخین کے دور میں یہ شرط شامل

نہیں تھی۔ ایک مدت دراز کے بعد لوگوں نے اس شرط کا اضافہ کر دیا (ملخص از فوائد،

قِیْلَ وَمِمَّا اتَّفَقَ الْجَانِبَانِ عَلَیْهِ مِنْ شُرُوْطٍ اَنْ یَّکُوْنَ لْاَمْرُ مِنْ بَعْدِ مُعَاوِیَةَ

لِلْحَسَنِ (سیرۃ امیر المومنین حسن بن علی ص ۳۴۹ بحوالہ فتح الباری ج ۱۳ ص ۷۰) کہا جاتا ہے کہ جن

شرائط پر دونوں طرف سے اتفاق ہوا تھا ان میں ایک یہ تھی کہ امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے بعد منصب خلافت حضرت حسن (رضی اللہ عنہ) کے لئے ہوگا۔ اگر یہ شرط لگائی گئی تھی کہ امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے بعد خلافت حضرت حسن (رضی اللہ عنہ) کو دی جائے گی حضرت حسن (رضی اللہ عنہ) خلافت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے سپرد ہی نہ کرتے اگر یہ شرط ہوتی تو حضرت امام حسین (رضی اللہ عنہ) بھی اس کا مطالبہ کرتے لیکن صحابہ اور اولادِ صحابہ میں سے کسی نے بھی یزید کی بیعت کے دوران خلافت کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔

چنانچہ علی محمد صلابی لکھتے ہیں لا تّخذَهَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ (رضی الله عنه) حُجَّةً وَلَكِنْ لَمْ يَسْمَعْ شَيْئًا مِّنْ ذَلِكَ عَلَى الْإِطْلَاقِ مِمَّا يُؤَكِّدُ عَلَى اَنَّ مَسْئَلَةَ خِلَافَةِ الْحَسَنِ لِمُعَاوِيَةَ لَا اَسَاسَ لَهَا مِنَّ الصِّحَةِ (سیرت امیر المومنین حسن بن علی ص ۳۵۰)

علامہ ابن حجر مکی شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۹۷۴ھ) فرماتے ہیں، بَلْ يَكُوْنُ الْاَمْرُ مِنْ بَعْدِهٖ شُوْرَى بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ (الصواعق المحرقہ) ۔ کہ حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے بعد معاملہ جو ہوگا مسلمانوں کے مشورہ سے ہوگا اور مشورہ تو حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے کچھ لوگوں سے لیا ہی تھا (واللہ اعلم)۔

مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کی بشارت

حضرت ابو بکرہ نفیع بن حارث ثقفی سے روایت ہے کہ (ایک دن) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر خطبہ (دیتے ہوئے) دیکھا کہ حسن بن علی (رضی اللہ عنہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے (دائیں یا بائیں) پہلو تھے کبھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم (وعظ ونصیحت میں تخاطب کے لئے) لوگوں پر توجہ فرماتے اور کبھی (پیار ومحبت بھری نظروں سے) حسن

بن علی (رضی اللہ عنہ) کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اِنَّ ابْنِیْ هٰذَا سَیِّدٌ وَّلَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ یُّصْلِحَ بِهٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (بخاری کتاب الصلح باب ۹ حدیث نمبر ۲۷۰۴)۔ بیشک یہ میرا بیٹا سید ہے اللہ تعالی ان کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائے گا۔ بخاری کتاب الفتن میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے حضرت حسن (رضی اللہ عنہ) آئے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِنَّ ابْنِیْ هٰذَا سَیِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ یُّصْلِحَ بِهٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ، (الصحیح البخاری کتاب الفتن ۷۱۰۹) کہ یہ میرا بیٹا سید ہے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح کرائے گا۔ یہ پیشینگوئی پوری ہوئی کہ حضرت حسن مجتبیٰ کے دونوں جماعتوں میں صلح ہوگئی۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ دونوں فریق ملت اسلامیہ ہی کے فرد ہیں۔ اس فتنہ کی وجہ سے کوئی بھی دائرہ اسلام سے خارج نہیں، چونکہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دونوں گروہوں کو مسلمان قرار دیا ہے، باوجود یہ کہ ان میں سے ایک گروہ مصیب تھا، اور ایک مخطی تھا۔ (مرقاۃ)

یہ حدیث مختلف الفاظوں کے ساتھ احادیث کی متعدد کتابوں میں بیان کی گئی ہے

حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن بن علی (رضی اللہ عنہما) کے بارے میں فرمایا ہے: اِنَّ ابْنِیْ هٰذَا سَیِّدٌ وَّلَیُصْلِحَنَّ اللّٰهُ بِهٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ عَظِیْمَتَیْنِ (مجمع الزوائد۔ ج ۹ صفحہ ۲۰۴)۔ بلا شبہ میرا یہ بیٹا

ید ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ دو بڑی مسلمان جماعتوں میں ضرور صلح کرا دے گا۔ ن احادیث مبارکہ میں اس بات کا ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن (رضی اللہ عنہ) کو اپنا بیٹا اور سید فرمایا۔ اور فرمایا کہ ان کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں اللہ تعالیٰ صلح فرما دے گا۔ ان احادیث میں حضرت حسن مجتبیٰ کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے کیونکہ انہوں نے مسلمانوں کی اصلاح کی خاطر خلافت کو چھوڑ دیا۔ اور یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کی تکمیل تھی۔ ان احادیث میں حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سید فرمایا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ سیادت کا مستحق وہی شخص ہوتا ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے اور انسانوں کے تحفظ کے لئے صلح قرار دے۔ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بھی فضیلت وہ بھی امت پر بہت شفقت کرنے والے تھے۔

حضرت حسن نے ترک خلافت کسی کمزوری کی بنا پر نہیں کی تھی

علامہ ابن حجر مکی (متوفی ۹۷۴ھ) لکھتے ہیں وَكَانَ مَعَهُ مِنَ الْعَدَدِ وَالْعَدَدُ مَا يُقَاوِمُ مَنْ مَعَهُ مُعَاوِيَةُ فَلَمْ يَكُنْ نُزُوْلُهُ عَنِ الْخَلَافَةِ وَتَسْلِيْمُهُ الْأَمْرَ لِمُعَاوِيَةَ اِضْطِرَارِيًّا بَلْ كَانَ اِخْتِيَارِيًّا كَمَا يَدُلُّ عَلَيْهِ مَا مَرَّ فِيْ قِصَّةِ نُزُوْلِهِ مِنْ اَنَّهُ اِشْتَرَطَ عَلَيْهِ شُرُوْطًا كَثِيْرَةً فَالْتَزَمَهَا وَوَفّٰى لَهُ بِهَا (الصواعق ص ۲۰۹)۔
اور حضرت حسن (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ اتنے آدمی تھے جن سے حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے ساتھیوں کا مقابلہ کیا جا سکتا تھا آپ کی خلافت سے علیحدگی اور اُسے حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے سپرد کرنا اضطراری (مجبوری کی بنا پر) نہیں تھا

بلکہ اختیاری تھا جیسا کہ خلافت سے دستبرداری کا واقعہ اس پر دلالت کرتا ہے اور حضرت امام حسن (رضی اللہ عنہ) نے صلح کے موقع پر بہت شرطیں لگائیں تھیں جنکی حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے پابندی (پاسداری) کی اور انہیں پورا کیا۔ اس میں ان مورخین کا رد ہے جو کہتے ہیں حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے کوئی بھی شرط پوری نہیں کی تھی۔

حضرت حسن بن علی (رضی اللہ عنہ) کی صلح کے فوائد

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) شرح بخاری شریف میں لکھتے ہیں، وَفِیْ هٰذِهِ الْقِصَّةِ مِنَ الْفَوَائِدِ عَلَمٌ مِّنْ اَعْلَامِ النُّبُوَّةِ وَمَنْقَبَةٌ لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ، فَاِنَّهُ تَرَكَ الْمُلْكَ لَا لِقِلَّةٍ وَلَا لِذِلَّةٍ وَلَا لِعِلَّةٍ بَلْ لِرَغْبَتِهٖ فِیْمَا عِنْدَ اللهِ لِمَا رَاٰهُ مِنْ حَقْنِ دِمَاءِ الْمُسْلِمِیْنَ فَرَاعَی اَمْرَ الدِّیْنَ وَمَصْلِحَةَ الْاُمَّةِ وَفِیْهَا رَدٌّ عَلَی الْخَوَارِجِ الَّذِیْنَ كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ عَلِیًّا رضی اللہ عنہ وَّمَنْ مَّعَهٗ وَمُعَاوِیَةَ وَمَنْ مَّعَهٗ بِشَهَادَةِ النَّبِیِّ ﷺ لِطَائِفَتَیْنِ بِاَنَّهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (فتح الباری شرح بخاری ج ۱۶ ص ۸۳)۔ اس واقعہ صلح میں بہت سے فوائد ہیں۔ یہ صلح نبی کریم ﷺ کی صداقت نبوت کے دلائل و براہین کی علامتوں میں سے ایک علامت ہے اور پھر جس طرح آنجناب نے ارشاد فرمایا تھا واقع میں اس طرح پایا گیا (کیونکہ آپ ﷺ بعطائے خداوندی مستقبل میں پیش آنے والے حوادث کو جانتے تھے)۔

اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی اس میں عظیم منقبت ہے اس وجہ سے کہ انہوں نے حکومت و امارت کو کسی قلت، ذلت یا علت کی بناء پر نہیں چھوڑا بلکہ اپنے منصب خلافت

کوترک کیااورانہوں نے امر دین کی رعایت کرتے ہوئے امت کی مصلحت کو پیش نظر رکھا۔اس میں خارجیوں کا رد ہے جو حضرت علی (رضی اللہ عنہ) اوران کے ساتھیوں کوکافر کہتے تھے۔اور حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) اور ان کے ساتھیوں کو بھی کافر گردانتے تھے۔تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں گروہوں کے بارے میں گواہی دی کہ وہ مسلمان ہیں۔شیخ صدیق حسن خان متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں وَ فِی هٰذَا الْحَدِیثِ عَلَمٌ مِّن اَعلَامِ النُّبُوَّةِ وَ فَضِیلَةٌ ظَاهِرَةٌ لِعَلِیٍ وَعَمَّارٍ، وَ رَدٌّ عَلَى النَّوَاصِبِ الزَّاعِمِینَ اَنَّ عَلِیًا لَم یَکُن مُصِیبًا فِی حُرُوبِهٖ۔ (عون الباری ج ۱ ص ۴۶۰)

امیر معاویہ پر طعنہ کشی حضرت حسن (رضی اللہ عنہما) پر طعنہ زنی ہے

چنانچہ امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ (۱۳۴۱ھ) فرماتے ہیں، یعنی خلافت واقعہ تحکیم کے بعد حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے لئے راست آئی، رہا اہل حق کے نزدیک توان کے لئے خلافت کا راست آنا اس دن سے ہوا جب سیدنا حسن مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علی جدہ الکریم وابیہ وعلی امہ واخیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے صلح فرمائی اور وہ صلح جلیل وجمیل ہے جس کی امید رسول اللہ نے کی اوراس صلح کو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی سیادت سے قرار دیا، اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں صحیح حدیث میں جو جامع صحیح بخاری میں مروی ہے۔میرا یہ بیٹا سید ہے شاید اللہ اسکے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح فرمادے۔اوراسی سے ظاہر ہوا کہ امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) پر طعنہ کشی امام حسن رضی اللہ عنہ پر طعنہ زنی ہے۔بلکہ ان کے جد کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر طعنہ ہے بلکہ یہ ان کے خدا عزوجل پر طعن

کرنا ہے۔ اس لئے کہ مسلمانوں کی باگیں ایسے کو سونپ دینا جو طعنہ زنوں کے نزدیک ایسا ایسا ہے اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ خیانت ہے۔ اور معاذ اللہ (ان کے طور پر) یہ لازم آتا ہے کہ اس خیانت کا ارتکاب امام حسن مجتبیٰ (رضی اللہ عنہ) نے کیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو پسند کیا۔ حالانکہ وہ تو اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے جو کچھ وہ بولتے ہیں وہ وحی ہے جو انہیں خدا کی طرف سے آتی ہے تو اس تقریر کو یاد رکھو اس کیلئے نافع ہے جس کی ہدایت کا اللہ نے ارادہ فرمایا (حاشیہ المعتقد المنتقد اردو ص ۲۸۷)۔

راقم الحروف نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حضرت سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل مناقب خلافت کا تفصیلی ذکر فضائل صحابہ واھل بیت میں کیا ہے

حضرت امیر معاویہ کی خلافت وسلطنت برحق تھی:

چنانچہ حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانی (متوفی ۵۶۱ھ) رحمہ اللہ تعالیٰ عقائد اہل سنت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں وَأَمَّا خِلَافَةُ مَعَاوِيَةَ بْنِ اَبِيْ سُفْيَانَ، فَثَابِتَةٌ صَحِيْحَةٌ بَعْدَ مَوْتِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ بَعْدَ خَلْعِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا نَفْسَهُ مِنَ الْخِلَافَةِ وَتَسْلِيْمُهَا اِلٰى مَعَاوِيَةَ لِرَأْيٍ رَآهُ الْحَسَنُ وَ مَصْلِحَةٌ عَامَّةٌ تَحَقَّقَتْ لَهُ وَهِيَ حَقْنُ دِمَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ وَتَحْقِيْقُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْحَسَنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِنَّ ابْنِيْ هٰذَا سَيِّدٌ يُصْلِحُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ۔

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے وصال اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے خلافت سے دست بردار ہونے کے بعد حضرت امیر معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہما کے لئے خلافت صحیح ثابت ہے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے مصلحت عامہ کے تحت کہ مسلمانوں کو

خون ریزی سے بچایا جائے خلافت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمائی۔ علاوہ ازیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی بھی آپ کے پیش نظر تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: میرا یہ بیٹا سردار ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے دو بڑے گروہوں میں صلح کرے گا۔ لہذا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے عقد کی بنا پر حضرت امیر معاویہؓ کی امامت واجب ہوگئی اس سال کو عام الجماعہ کہتے ہیں جماعت کا سال کہا جاتا ہے کیونکہ مسلمانوں کی جماعت سے اختلاف ختم ہوا اور تمام نے حضرت امیر معاویہؓ کی اتباع کی اور اس لیے بھی وہاں خلافت کا کوئی تیسرا مدعی نہ تھا۔ آپ کی خلافت کا نبی اکرمؐ کے ارشاد گرامی میں بھی ذکر ہے۔ آپ نے فرمایا اسلام کی چکّی پینتیس چھتیس یا سینتیس سال چلے گی۔ یہاں چکّی سے دینی قوت مراد ہے۔ ص تیس سال سے وائد پانچ برس حضرت امیر معاویہؓ کے انیس سال اور کچھ ماہ دور اقتدار کا حصہ ہیں کیونکہ تیس سال حضرت علی کرم اللہ وجہ کی خلافت پر پورے ہو جاتے ہیں۔

(غنیۃ الطالبین، ج ا، ص ۲۰۴)

علامہ ابوشکور سالمی (متوفی ۴۶۵ھ) رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں اِنّا نقول ان معاویۃ رضی اللہ عنہ کان عالماً من غیر فسق و کانت فیہ الدیانۃ و لو لم یکن متدینا لکان لا یجوز الصلح معہ۔ فلم یوجدمنہ سوی البغی ثم علی رضی اللہ عنہ صالح معہ لان فی بغیہ ما جار المسلمین۔ و کان یدعی الحق و کان عادلا فیما بین الناس ثم بعد علی رضی اللہ عنہ کان اماما علی الحق عادلا فی دین اللہ و فی

عمل الناس (کتاب التمہید لابی اشکور السالمی ،ص ۱۶۹) ترجمہ: یعنی فاضل السالمی فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دین وشریعت کے عالم تھے۔ان میں فسق نہیں پایا گیا بلکہ ان میں کامل دیانت تھی اور اگر بالفرض معاویہ رضی اللہ عنہ متدین نہ ہوتے تو ان کے ساتھ (حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی) صلح صحیح اور جائز نہ ہوتی۔امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں بغاوت کے سوا کوئی قابل اعتراض چیز نہیں پائی گئی اور جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان سے مصالحت کر لی تھی کیونکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بغاوت کے دور میں کسی مسلمان پر جور وظلم نہیں روا رکھا۔حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حق کے داعی تھے اور لوگوں کے درمیان عدل کرنے والے تھے۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بعد امام برحق اللہ تعالیٰ کے دین میں عادل تھے اور لوگوں کے معاملات میں منصف تھے۔

حضرت امیر معاویہ امام عادل تھے

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی فضیلت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں ہاں، بدنوں کے قرب کو دلوں کے قرب میں بڑی تاثیر ہے۔یہی وجہ ہے کہ کوئی ولی صحابہ کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا۔خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ اس قدر بلند مرتبہ ہونے کے باوجود چونکہ حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں حاضر نہیں ہوئے کسی ادنیٰ صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکے۔کسی شخص نے عبداللہ بن مبارک (رضی اللہ عنہ) سے پوچھا کہ معاویہ (رضی اللہ عنہ) افضل ہیں یا عمر بن عبدالعزیز؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ وہ غبار جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوتے ہوئے امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے گھوڑے کی ناک میں داخل ہوا وہ

عمر بن عبدالعزیز سے کئی درجے بہتر ہے (مکتوبات، دفتر اول مکتوب ۲۰۷)

امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) امام عادل تھے: اور یہ جو بعض فقہا کی عبارتوں میں حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے حق میں جور کا لفظ واقع ہوا ہے اور کہا کہ معاویہ (رضی اللہ عنہ) جور کرنے والا امام تھا۔ تو اس جور سے مراد یہ ہے کہ حضرت امیر (علی) (رضی اللہ عنہ) کی خلافت کے زمانہ میں امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) خلافت کے حقدار نہیں تھے، نہ کہ وہ جور جس کا انجام فسق وضلالت ہے (یہ توجیح اس لئے ہے) تا کہ اہل سنت کے اقوال کے موافق ہو جائے۔ اس کے باوجود استقامت والے لوگ ایسے الفاظ استعمال کرنے سے پرہیز کرتے ہیں جن سے مقصود کے برخلاف وہم پیدا ہوتا ہو، اور خطا سے زیادہ کہنا پسند نہیں کرتے۔ اور امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) جور کرنے والے کیسے ہو سکتے ہیں جبکہ صحیح طور پر تحقیق ہو چکا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق اور مسلمانوں کے حقوق میں امام عادل تھے جیسا کہ صواعق میں ہے (مکتوبات دفتر اول مکتوب)۔

سلطنت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی وسعت

آپ کی زندگی کے حالات کئی دوروں پر منقسم ہیں: دور رسالت، دور صدیقی، دور فاروقی، دور عثمانی، دور حیدری، خلافت حضرت حسن مجتبیٰ کا دور اور اس کے بعد خود آپ کی خلافت کا دور ہے۔ جو تاریخ کی کتابوں میں تفصیلاً مرقوم ہیں۔ یہاں آپ کی سلطنت کی وسعت کی طرف اشارہ ہی کیا جاتا ہے۔ چنانچہ علامہ حسین دیار بکری رحمہ اللہ (متوفی ۹۸۰ء) لکھتے وکان اسلم قبل ابیہ ابی سفیان وصحب النبی ﷺ وکتب لہ وقد استشارت النبی ﷺ امراءۃ فی ان تتزوج

بمعاوية فقال ﷺ انه صعلوك لامال له ثم بعد هذا القول بأحدى عشرة سنة صار نائب دمشق ثم بعد الاربعين صار ملك الدنيا تحت حكمه من حدود بخاری الی القيروان من المغرب ومن اقصى اليمن الى حدود قسطنطينة و ملك اقليم الحجاز و اليمن والشام ومصرو المغرب والعراق و الجزيرة ارمينية و آذربايجان والروم وفارس وخراسان والجبال وماوراء النهر. وفى الشفاء دعاله النبی ﷺ فقال اللهم مكنه فى البلاد فنال الخلافة (تاریخ الخمیس ج ۲ ص ۲۹۶)

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) اپنے والد ابوسفیان سے پہلے ایمان لائے تھے اور نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی صحبت اختیار کی اور آپ کے لئے وحی اور خطوط لکھتے تھے اور ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشورہ کیا کہ آپ میرا معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ نکاح کرا دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ فقیر اور نادار ہیں، ان کے پاس کوئی مال نہیں۔ پھر اس ارشاد کے بعد گیارہ سن ہجری میں دمشق کے نائب (گورنر) بن گئے، اور پھر چالیس سال کے بعد ساری دنیا کے بادشاہ ہوئے۔ آپ کے ماتحت حدود بخاری سے لے کر قیروان تک مغرب اور اقصیٰ یمن سے لے کر قسطنطنیہ کے حدود تک اور اقلیم حجاز کے یمن شام مصر مغرب عراق اور جزیرہ ارمینیہ اذربائیجان روم فارس خراسان جبال ماوراء النہر کے علاقے آپ کے ماتحت تھے۔ آپ ان سب کے بادشاہ بن گئے۔ اور شفاء شریف میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے لئے دعا کی کہ اے اللہ ان کو شہروں میں قدرت

طاقت عطا فرماتو آپ نے خلافت حاصل کرلی (کیونکہ ان کے لئے حصول حکومت کی دعا کی تھی)۔تو انہیں وسیع سلطنت حاصل ہوئی تھی۔

ملک شام میں آپ کا دارخلافہ تھا اور اس کے تمام علاقوں پر آپ کا ہی قبضہ تھا۔ حجاز، عراق، مصر پر آپ ہی کی حکومت تھی اور آپ کے زمانہ حکومت میں فتوحات کا ایک وسیع سلسلہ جاری رہا۔ خراسان، سجستان، بلاد روم، فتوحات افریقہ کے ملک آپ ہی کے زیر نگیں تھے۔

حضرت معاویہ کے دور میں اسلام اور مسلمانوں کو فتح مندیاں حاصل ہوئیں

علامہ سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں اس میں شک نہیں کہ حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے عہد میں اسلام اور مسلمانوں کو فتح و غلبہ حاصل ہوا، اسلام کو فتحمندیاں حاصل ہوئیں اور اس کا دائرہ بڑھا۔ حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے غزوات کا سلسلہ جاری رکھا اور فتوحات کا سلسلہ برّی و بحری راستوں سے وہاں تک پہنچا جہاں مسلمان فاتحین کے قدم پہلے نہیں پڑے تھے۔ ان کی فتوحات بحرِ اُوقیانوس (اٹلانٹک) تک پہنچ گئیں۔ ان کے مصر کے گورنر نے سوڈان کو اسلامی مملکت میں شامل کرلیا۔ ان کے زمانہ میں بحری بیڑے کثرت سے تیار ہوئے۔ ان کو اس بات کا خاص اہتمام تھا یہاں تک کہ ان بیڑوں کی تعداد سترہ سو تک پہنچ گئی۔ یہ سب کشتیاں ہتھیار اور سپاہیوں سے بھرپور تھیں۔ ان بحری بیڑوں کو وہ مختلف سمتوں میں روانہ کرتے اور وہ کامیاب ہوکر واپس آتے۔ ان کے ذریعہ متعدد علاقے فتح ہوئے جن میں جزیرہ قبرص اور یونان اور وردنیل کے بعض جزیرے اور جزیرہ رودس بھی شامل

ہے۔ خشکی کے علاقوں کو فتح کرنے کے لئے انھوں نے ایک فوج تیار کی تھی جو جاڑوں میں جا کر حملہ آور ہوتی جس کو اشواتی کہتے تھے۔ دوسرا دستہ تھا جو گرمیوں میں حملہ کرتا اس کا نام الصوائف تھا۔ یہ غزوات مسلسل جاری تھے اور مسلمانوں کی سرحدیں دشمنوں سے محفوظ تھیں۔ سنہ ھجری ۴۸ میں حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے ایک بڑی فوج تیار کی تھی کہ وہ قسطنطنیہ پر بحری اور برّی دونوں طرف سے حملہ کرے مگر چونکہ اس کا شہر پناہ بہت مضبوط اور وہاں تک پہنچنا دشوار تھا اور چونکہ یونانی آتشیں کے حملہ نے ان کے بیڑوں کو تباہ کر دیا تھا اس لئے وہ حملہ کامیاب نہ ہوسکا اور قسطنطنیہ فتح نہیں ہوا۔ اس فوج میں شریک حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، سیدنا ابو ایّوب انصاری (رضی اللہ عنہ) اور یزید بن معاویہ بن ابی سفیان (رضی اللہ عنہ) تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میزبان حضرت ابو ایّوب انصاری (رضی اللہ عنہ) کی وفات اسی شہر پناہ کے حصار کے زمانہ میں ہوئی۔ اور ان کی تدفین شہر پناہ کے قریب عمل میں آئی۔ حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) ہی کے زمانہ میں اور ان ہی کی حکومت کے زمانہ میں مسلمان قائد عقبہ بن نافع افریقہ میں داخل ہوئے اور قبائل بربر میں جو لوگ اسلام لائے وہ ان کی فوج سے آکر مل گئے اور قیرواں میں اپنا ایک مرکز اور فوجی چھاونی بنالی اور کثیر تعداد میں بربری اسلام لائے اور مسلمانوں کی حکومت کا رقبہ بڑھ گیا۔ حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) میں بہت سی ایسی خوبیاں تھیں جس سے ان کی اسلام اور مسلمانوں سے محبت کا پتہ چلتا ہے اور یہ کہ وہ دینی ڈھانچہ کو باقی رکھنا چاہتے تھے اور اس کا دفاع کرتے تھے۔ ان کی دُور بینی اور

انتظامی امور میں حکمت کے علاوہ ان کے اندر دین کی حمیت اور اسلام اور مسلمانوں کی مصلحتوں کو اگر ضرورت پڑے تو ترجیح دینے کا بھی جزبہ تھا۔ ان کا ایک کارنامہ اس موقع پر قابل ذکر ہے جس سے ان کی بلند کردار اور دین کی صحت کا پتہ چلتا ہے جس کو بہت سے مورخین نے ذکر کیا ہے جن میں ابن کثیر بھی ہیں۔

حضرت معاویہ نے حدیث سن کر فوج واپس کردی:

حضرت سلیم ابن عامر (تابعی) کہتے ہیں کہ امیر معاویہ اور رومیوں کے درمیان یہ معاوہدہ ہوا تھا کہ اتنے دنوں تک ایک دوسرے سے جنگ نہیں کریں گے اور حضرت معاویہ اس معاہدے کے زمانہ میں رومیوں کے شہروں میں گشت کر کے حالات کا اندازہ لگایا کرتے تھے تاکہ جب معاہدہ کی مدت گذر جائے تو وہ ان رومیوں پر یکبارگی سے ٹوٹ پڑیں اور ان کے ٹھکانوں کو تاخت وتاراج کردیں۔ پھر انہی دنوں میں جبکہ امیر معاویہ اپنے لشکر والوں کے ساتھ رومیوں کے شہر میں پھر رہے تھے ایک شخص عربی یا ترکی گھوڑے پر سوار یہ کہتے ہوئے آئے کہ اللہ اکبر اللہ اکبر! وفا کو ملحوظ رکھو نہ کہ بدعہدی کو جب لوگوں نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ شخص ایک صحابی حضرت عَمْرُو ابن عَبَسَۃُ ہیں حضرت امیر معاویہ نے ان سے اس بات کو پوچھا کہ رومیوں کے شہروں میں ہمارا پھرنا عہد شکنی کے مترادف کیسے ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص اور کسی قوم کے درمیان معاہدہ ہو تو اس کو چاہیئے کہ وہ اپنے عہد کو نہ توڑے اور نہ باندھے تا آنکہ اس معاہدہ کی مدت گزر جائے یا وہ ان کو مطلع کر کے برابری کی بنیاد پر اپنا عہد توڑ دے (یعنی اس

معاہدہ کے خلاف کرنا یا تو اس صورت میں جائز ہے جبکہ اس معاہدہ کی مدت ختم ہو گئی ہو یا اس صورت میں جائز ہے جبکہ کسی مجبوری یا مصلحت کی بناء پر مدت کے دوران ہی معاہدہ توڑنا ضروری ہو گیا ہو اور فریق مخالف کو پہلے سے آگاہ کر دیا گیا ہو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا ہم اس کو توڑتے ہیں۔اب ہم اور تم دونوں برابر ہیں کہ جس کی جو مرضی ہو کرے) حدیث کے راوی حضرت سلیم ابن عامر کہتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ حضرت ابن عبسہ کی یہ بات اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث سن کر اپنے لوگوں کے ساتھ رومیوں کے شہر سے اپنے کیمپ میں واپس چلے آئے۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب الجہاد فصل ثانی بحوالہ ترمذی، ابوداؤد)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سن کر افواج کو واپس کر دیا۔سبحان اللہ دین کی ایک بات کی کتنی پاسداری تھی؟

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا شہنشاہ روم کو جرأت مندانہ جواب دینا

حافظ عماد الدین ابن کثیر نے لکھا ہے کہ شہنشاہ روم نے حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو ملنے کی خواہش ظاہر کی چونکہ ان کا اقتدار رومی سلطنت کے لئے خطرہ بن چکا تھا اور شامی فوجیں اس کی افواج کو مغلوب کر کے ذلیل کر چکی تھیں۔اس لئے اس نے جب یہ دیکھا کہ معاویہ (رضی اللہ عنہ) علی (رضی اللہ عنہ) سے جنگ میں مشغول ہیں وہ بڑی فوج کے ساتھ کسی قریب کے ملک میں آیا اور معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو لالچ دی تو حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے اس کو لکھا: بخدا اگر تم نہ رکے اور اے لعین اگر تو اپنے ملک واپس نہ گیا تو ہم اور ہمارے چچازاد بھائی (علی رضی اللہ عنہ) دونوں آپس میں مل جائیں گے اور تجھ کو تیرے تمام قلمرو سے خارج کر دیں گے اور روئے زمین کو

(اس کی وسعت کے باوجود) تجھ پر تنگ کردیں گے یہ سن کر سارہ روم ڈر گیا اور جنگ بندی کی اپیل کی۔ یہ امر فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ حضرت معاویہ ابن ابی سفیان (رضی اللہ عنہ) صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی جماعت کے ایک ممتاز فرد ہیں۔ ان کے مناقب میں حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ جو لوگ ان پر زبان طعن دراز کرتے ہیں اور ان کے سلسلہ میں بے باقی وزبان درازی سے کام لیتے ہیں ان کو اس امر کا پاس ولحاظ ہونا چاہئے کہ وہ ایک ایسے صحابی ہیں جن کو قرابت کا شرف بھی حاصل ہے

(المرتضیٰ ۳۱۹)

حضرت علی اور حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہم) کا اختلاف اجتہادی تھا۔ ان میں کوئی ذاتی عداوت نہیں تھی دونوں قریشی تھے اور آپس میں رشتداریاں تھیں۔ اسلام اور اسلامی خدمات میں مخلص تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائے۔ اور ہماری اس سعی کو قبول فرمائے، تحریری لغزشیں اور خطائیں معاف فرمائے۔ آمین۔

حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے دور حکومت کے بعض واقعات

حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے دور حکومت کے تفصیلی واقعات اور کارنامے بیان کرنا مقصد نہیں کیونکہ ان کی تفصیل تاریخ طبری، تاریخ ابن اثیر اور تاریخ ابن کثیر میں مذکور ہے۔ اور آپ کے فضائل ومناقب اور دور حکومت کے متعلق مستقل کتابیں دستیاب ہیں۔ یہاں آپ کا صرف مختصر تذکرہ کرنا مقصود تھا اور یہ بتانا مقصود تھا کہ آپ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور صحابہ کے درمیان جو بھی اختلافات مشاجرات ہوئے ہیں ان سے سکوت کرنا چاہیے کیونکہ ان کے بیان کرنے کی ہمیں اجازت نہیں ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صحابہ کی تعریف فرمائی ہے

اور حدیث میں بھی انکے مناقب بیان ہوئے ہیں تو اس لئے ان کے فضائل مناقب اور ایثار وقربانیوں کا ہی تذکرہ ہونا چاہیے۔ یہاں آپ کی دور حکومت کے چند واقعات کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قصاص کا مطالبہ کرتے ہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خروج کیا (جنگ صفین واقع ہوئی) اور خود کو خلیفہ کے لقب سے ملقب کیا۔ اسی طرح انہوں نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خروج کیا جس کی وجہ سے حضرت امام حسن خلافت سے دستبردار ہو گئے۔ اور امیر معاویہ ۴۱ھ ماہ ربیع الاخر یا جمادی الاول میں تخت خلافت پر متمکن ہوئے اور چونکہ اس سال کوئی اور خلافت کا دعویدار نہیں تھا اور آپ کی خلافت پر امت کا اجماع ہوا اس لئے اس سال کا نام سال جماعت رکھا گیا (تاریخ الخلفاء)

حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی دست برداری کے بعد ۴۱ھ میں امیر معایہ سارے عالم اسلام کے خلیفہ (بادشاہ) ہو گئے۔ انہوں نے اپنے زمانہ میں تمام اندورنی اور بیرونی مخالف طاقتوں کا قلع قمع کیا، اسلامی حکومت کا رقبہ بڑھایا اور مختلف حیثیتوں سے ترقی دی۔ اور آپ کے دور حکومت کا زمانہ طویل ہے۔ اس میں بے شمار، لاتعداد کارنامے سرانجام دیئے ہیں۔ ان میں سے بعض یہ ہیں:

آپ نے روم کی جانب جہاد کیا۔ اور پہلی بار بحری بیڑا تیار کرایا۔ ان واقعات کا ایک انتہائی اجمالی خاکہ بیان کیا جاتا ہے جو حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے عہد حکومت میں پیش آئے۔

حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) اور حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کے عہد خلافت میں حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) ایک طویل عرصہ تک شام کے گورنر رہے۔ اس دوران انہوں نے رومی نصرانیوں کے خلاف بہت سے جہاد کئے۔

فتح سندھ اور ترکستان کی فتوحات بھی ہوئیں۔ مسجدیں تعمیر کرائیں، خانہ کعبہ پر ریشم کا غلاف چڑھایا، تاریخ اسلام کے تدوین کا آغاز کیا۔ اس کام پر عبید بن شربہ یمنی کو مقرر کیا۔ اور بہت ہی کتابیں اکھٹی کیں اور شاندار شاہی کتب خانہ بھی قائم کیا۔

سیدنا معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے کعبہ شریف کے لئے نفیس و لطیف خوشبو دھونی۔ عمدہ اور قیمتی عطریات کا کوٹہ مقرر کر رکھا تھا جن سے کعبہ شریف کو حج کے ایام میں اور ماہ رجب میں ہر نماز کے بعد معطر کیا جاتا تھا۔

ایک مرتبہ سیدنا معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے دیبا اور یمن کی دھاری دار چادروں کا غلاف شیبہ بن عثمان کلید بردار کعبہ کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ پرانا غلاف اتار کر کعبہ شریف کی دیواروں کو معطر کیا جائے۔ اور پھر نیا غلاف چڑھا دیا جائے۔ چنانچہ شیبہ بن عثمان نے پرانے غلاف اتار کر حجاج میں تقسیم کر دیئے۔ اور کعبہ شریف کو خوشبو اور عطر لگا کر نیا غلاف چڑھایا۔ (اخبار مکہ ص ۳۵۷) (تاریخ مکہ المکرمہ ج ۲ ص ۱۵۱)

علامہ طاہر کردی نے کتاب المحمل والحج کے حوالہ سے لکھا ہے کہ سیدنا معاویہ (رضی اللہ عنہ) ۸ ذی الحجۃ کو سرح دیباج کا غلاف چڑھاتے تھے مگر ازار اس وجہ سے نہ ڈالتے کہ لوگوں کے چھونے سے پھٹ جائے گا۔ جب حجاج چلے جاتے تو دس محرم کو ازار پہناتے اور پھر ۲۷ رمضان شریف کو قباطی کا بنا ہوا غلاف چڑھاتے تھے

(تاریخ مکہ المکرمۃ ج ۲ ص ۱۵۱)

حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) تاریخ کے آئینے میں

۶۰۴ عیسوی ۱۹ سال قبل ہجرت: سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت بعثت سے پانچ سال قبل ہوئی۔

۸ ہجری مطابق ۶۲۹ عیسوی: سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول فرمایا۔

۸ ہجری مطابق ۶۲۹ عیسوی: حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرۂ جعرانہ کے موقعے پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے موئے مبارک حاصل فرمائے۔

۱۳ ہجری مطابق ۶۳۴ عیسوی: حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک لشکر پر مقرر فرما کر شام روانہ فرمایا۔

۱۳ ہجری مطابق ۶۳۴ عیسوی: حضرت سیدنا یزید بن ابی سفیان کے ماتحت رہ کر صیدا، عرقہ، جبیل اور بیروت کی فتوحات میں حصہ لیا اور عرقہ خود فتح فرمایا۔

۱۵ ہجری مطابق ۶۳۶ عیسوی: حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قیساریہ فتح کرنے کا حکم بذریعہ مکتوب دیا اور آپ ہی نے اسے فتح فرمایا۔

۱۵ ہجری مطابق ۶۳۴ عیسوی: اہل بیت المقدس کے لیے صلح نامہ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریر فرمایا۔

۱۷ ہجری مطابق ۶۳۷ عیسوی: سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اردن کی فوجی چھاؤنی پر مقرر فرمایا۔

۱۸ ہجری مطابق ۶۳۹ عیسوی: عہد فاروقی میں حضرت سیدنا یزید بن ابو سفیان رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد شام کے گورنر مقرر ہوئے۔

۳۳ ہجری مطابق ۶۵۳ عیسوی: سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسطنطنیہ کی جنگ میں شرکت فرمائی۔

۲۱ ہجری مطابق ۶۴۱ عیسوی: بلقاء، فلسطین، انطاکیہ وغیرہ پر تقرری۔

۲۲ ہجری مطابق ۶۴۳ عیسوی: دس ہزار کے لشکر کے ساتھ اہل روم کے چند شہروں کو فتح فرمایا۔

۲۳ مطابق عیسوی ۶۴۳: حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صلح کے ذریعے عسقلان فتح فرمایا۔

۲۷ ہجری مطابق ۶۴۸ عیسوی: حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عہد عثمانی میں قنسرین فتح فرمایا۔

۴۰ ہجری مطابق ۶۶۰ عیسوی: حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صلح فرمائی

۴۰ ہجری مطابق ۶۶۰ عیسوی: حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت پر حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تعریفی کلمات۔

۴۰ ہجری مطابق ۶۶۰ عیسوی: حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے کے منصوبے میں شریک ہونے والے کو کیفر کردار تک پہنچایا۔

۴۱ ہجری مطابق ۶۶۱ عیسوی: حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت سونپی۔ اس سال کو عام الجماعۃ کا نام دیا گیا۔

۴۴ ہجری مطابق ۶۶۴ عیسوی: ام المؤمنین حضرت سیدتنا ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی

اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ۴۵ ہجری مطابق ۶۶۵ عیسوی: حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حج فرمایا

۵۰ ہجری مطابق ۶۷۰ عیسوی: حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حج فرمایا

۵۰ ہجری مطابق ۶۷۰ عیسوی: حضرت سیدنا ابو ہریرہ اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی التجا پر منبر رسول کو دمشق منتقل کرنے کا ارادہ ترک فرمایا۔

۵۹ ہجری مطابق ۶۷۹ عیسوی: حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد ورثا سے حسن سلوک کی تاکید فرمائی

۶۰ ہجری مطابق ۶۸۰ عیسوی: رجب المرجب میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا۔

(فیضان امیر معاویہ ص ۲۷۰)

اسی طرح حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی بیشمار اسلامی خدمات ہیں جن کا ذکر اس مختصر رسالہ میں نہیں کیا جا سکتا۔

بحسن اہتمامت کار جامی ☆ طفیل دیگراں یابد تمامی

مؤلف کی دعا

اے اللہ ہمیں بے دین گمراہ فرقوں کے عقائد اعمال سے محفوظ فرما۔ یا اللہ ہمیں عقائد اہل سنت و جماعت پر ثابت قدمی نصیب فرما۔ یا اللہ ہمیں اور ہماری اولاد کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ ہماری دنیا اور آخرت بہتر فرما۔ یا اللہ اپنی ذات صفات کے وسیلہ سے حاجتیں پوری فرما۔ یا اللہ اپنے اور اپنے رسول کے ذکر کی برکت سے روحانی، جسمانی بیماریوں سے نجات عطا فرما۔ یا اللہ اپنے نیک بندوں کے ذکر کی

برکت سے اس محنت اور سعی کو شرف قبولیت عطاء فرما۔ یا اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر پاک کے وسیلہ سے اس تحریر کو صدقہ جاریہ اور ذریعہ نجات بنا۔ اے رب العالمین میرے لئے نزع، قبر اور حشر کی سب منزلیں آسان فرما۔ یا اللہ! میرے پاس کوئی توشہ اعمال نہیں ہے، صرف تیری رحمت کا امیدوار ہوں۔ اپنے اسماء حسنہ اور نیک بندوں کے ذکر کی برکت سے ہر جگہ کامیابی اور کامرانی عطا فرما۔ یا رب العالمین ہر نیک حاجت پوری فرما۔ میرے والدین کی بخشش فرما۔ میرے سب اہل خانہ کو ہر بیماری، ہر پریشانی سے محفوظ فرما۔ دین پر استقامت عطا فرما۔ ایمان، جان اور مال کی سلامتی نصیب فرما۔ یا اللہ! میری سب تالیفات کو قبول فرما اور ہمارے لئے اور سب معاونین کے لئے ذریعہ نجات بنا۔ آمین

رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ (سورۃ ابراھیم ۴۱) اے ہمارے رب بخش دے مجھے اور میرے ماں باپ اور سب مومنوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔

رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِیْ صَغِيْرًا (سورہ بنی اسرائیل ۲۴) اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحم فرما جس طرح انہوں نے بڑی محبت اور پیار سے مجھے پالا تھا جب میں بچہ تھا۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (سورۃ الفرقان) اے ہمارے رب مرحمت فرما ہیں ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور بنا ہمیں پرہیزگاروں کے لئے پیشوا۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔
اے ہمارے رب عطا فرما ہمیں دنیا میں بھی بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی اور بچا لے ہمیں آگ کے عذاب سے۔

رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ الرَّحِیْمٌ۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔ اے ہمارے رب ہمیں بھی بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لے آئے اور نہ پیدا کر ہمارے دلوں میں بغض اہل ایمان کے لئے۔ اے ہمارے رب بیشک تو بہت ہی شفقت کرنے والا رحم فرمانے والا ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَعَلٰی وَّاٰلِهٖ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ، بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔ یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ بِجَاهِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْهِ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالتَّسْلِیْمِ۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ۔ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔ اٰمِیْن

احقر العباد ابو عاصم غلام حسین ماتریدی برطانیہ، عفا اللہ عنہ وعن والدیہ

محرم الحرام ۱۴۳۸ھ اکتوبر ۲۰۱۶ء

ماخذ ومراجع

کنزل الایمان فی ترجمۃ القرآن	امام احمد رضاء خان بریلوی
جمال لاقرآن	حضرت پیر محمد کرم شاہ بھیروی
تاویلات القرآن	امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی
تفسیر قرطبی	علامہ ابو عبداللہ محمد قرطبی
صحیح بخاری	امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری
صحیح مسلم	امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری
مشکوٰۃ المصابیح	شیخ ولی الدین طبریزی
مستدرک	امام حاکم عبداللہ نیشاپوری
تیسیر القاری	شیخ نور الحق دھلوی
ایمان کامل	عبدالعزیز پرھاروی
دشمنان امیر معاویہ کا علمی محاسبہ	علامہ محمد علی نقشبندی
فتاوی رضویۃ	امام احمد رضاء خان بریلوی
البدایۃ والنھایۃ	حافظ عماد الدین ابن کثیر
تاریخ طبری	امام ابوجعفر محمد بن جریر تبری
الکامل فی التاریخ ابن کثیر	حافظ عماد الدین ابوالفضاء اسمائیل ابن کثیر
تطھیر الجنان	علامہ ابن حجر مکی
شرح عقائد نسفی	علامہ سعد الدین تفتازانی
النبراس شرح شرح العقائد	علامہ عبدالعزیز پرھاروی
الحاشیۃ الخیالی	علامہ شمس الدین احمد خیالی
روضۃ الاحباب فی سیر العال والاصحاب	سید جمال الدین شرازی

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	علامہ سید محمد عرفان شاہ مشہدی
منھاج السنۃ	شیخ ابن تیمیہ
النفحات القدسیۃ فی رد الامامیۃ	علامہ سید محمود آلوسی بغدادی
الاجوبۃ العراقیۃ علی الاسئلۃ الاھوریۃ	علامہ سید آلوسی بغدادی
معاویہ بن ابی سفیان	علی محمد صلابی
معاویہ ابن سفیان	میر احمد الغضبان
فضائل الصحابی الجلیل معاویہ بن ابی سفیان	دکتور یونس بن الخالدی
خال المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ	ابوعبداللہ ہمزہ نایلی
الحدیث النبویۃ فی فضائل معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ	محمد الامین الشنقیطی
خال المومنین معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ	شیخ محمد الفراء
السنۃ	ابوبکر احمد الخلال
امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان	شیخ صادق الخضیری
فضائل امیر معاویہ اور مخالفین کا صحابہ	محمد صدیق ضیا
امیر معاویہ پر ایک نظر میں	مفتی احمد یار خان نعیمی
الناھیۃ	علامہ عبدالعزیز پرھاروی
النار الحامیۃ لمن دم المعاویہ	علامہ نبی بخش حلوائی
حضرت امیر معاویہ	علامہ قاضی عبدالرزاق
الصواحق المحرقہ	محدث شہیر شیخ احمد ابن حجر مکی
مقام صحابہ	مفتی محمد شفیع صاحب
شان امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	علامہ مرتضیٰ مجددی
صحابہ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقام	شیخ ابن تیمیہ
دفاع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ	قاضی مظہر حسین جہلمی

حضرت معاویہ دشمنوں اور دوستوں کے نرغے میں	ملک محمد اکرم اعوان
سیرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	علامہ محمد نافع
سیرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تاریخ کے آئینہ میں	پروفیسر حافظ ازہر محمود
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور تاریخی حقائق	مفتی محمد تقی عثمانی
تعارف سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	علامہ محمد علی نقشبندی
سیرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	مفتی جلال الدین احمد مجددی
الانتقاد علی کتاب تمدن الاسلامی	علامہ شبلی نعمانی (آسی پریس محمود نگر لکھنو
مطاعین سید قطب فی اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	شیخ ربیع بن ھادی عمر المدخلی
سیدنا امیر معاویہ کے حالات زندگی	حکیم محمود احمد ظفر
زھر الریحان	حسن بن علی اسقاف